

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_226374

UNIVERSAL
LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No.

Author

Title

Accession No.

This book should be returned on or before the date last marked below.

فِي تَحْقِيقِ الدِّينِ وَنُفُوحِ الْمُؤْمِنِينَ



تاریخ الامت

جلد ہفتم

عباسیہ مصر

مصنف

مولانا حافظ محمد اسلم صاحب جیراجپوری

آقا ذیائے اسلام جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

۱۹۲۸ء

نہایت صرف ۶

مطبع جابر علی دہلی میں طبع ہوئی

سلسلہ اشاعت اردو اکادمی نمبر ۱۵

بازار اول ایکم بازار



فهرست مضامین تاریخ الامت حصه ششم

۱۹	۱۳- بخاوی	۱	دیباچه
۱۹	۱۵- اوارسی عاقله	۴	تاریخ مصر
۲۰	۱۶- ۱۷- صافی عاقله	۴	اقوام مصریه
۲۲	دولت اخیر	۵	دینی عقائد و رسوم
۲۲	۱۸- طبری	۷	ادوار تاریخی
۲۵	۱۹- طبری	۸	دولت قدیمه
۲۸	۲۰- رحیمی	۸	خاندان ا- طینی
۳۰	۲۱- کهنه	۱۰	۲- منفی
۳۱	۲۲- بسطی	۱۱	۳- منفی
۳۳	۲۳- تانیسی	۱۲	۴- منفی
۳۳	۲۴- صادی	۱۳	۵- اصوانی
۳۳	۲۵- اثیوبی	۱۴	۶- اصوانی
۳۴	۲۶- صادی	۱۵	۷- ۸- ۹- ۱۰
۳۹	۲۷- فارسی	۱۶	دولت وسطی
۴۲	۲۸- صادی	۱۶	۱۱- طبری
۴۲	۲۹- مندلی	۱۷	۱۲- طبری
۴۳	۳۰- سمودی	۱۹	۱۳- طبری

ب

۸۲	جامع طولونی	۴۴	۳۱- فارسی
۸۳	واقعہ عمری	۴۴	۳۲- مقدونی
۸۴	موفق کی عداوت بنام کی ولایت	۴۵	۳۳- بطیموسی
۸۵	عباس کی بغاوت	۴۹	۳۴- رومی
۸۶	وفات	۵۵	حمد اسلامی
۸۶	خارویہ	۵۶	خلافت راشدہ
۸۹	جلیش دہارون	۵۶	عمر بن عاص
۹۰	دولت عباسیہ ثانیہ	۵۷	نہر امیر المومنین
۹۱	دولت اخشیدی	۵۸	نہر سوز یرزمین مصر
۹۲	الوجور علی- کافور	۶۰	نبدولبت اراضی
۹۶	احمد بن علی	۶۲	عبداللہ بن سعد
۹۶	دولت فاطمیہ	۶۳	فتنہ سبائی
۹۸	مقرلین اللہ	۶۴	قتیس بن سعد
۱۰۲	غزیریدین اللہ	۶۶	عمر بن عاص ثار دوم
۱۰۴	حاکم بامر اللہ	۶۶	بنی امیہ
۱۰۹	ظاہر لاعز دین اللہ	۷۲	دولت عباسیہ اولی
۱۱۰	مستقر باللہ	۷۹	دولت طولونیہ
۱۱۱	مقرالدولہ- افریقیہ	۸۰	حکومت مصر
۱۱۳	مشرق	۸۱	دفینہ غیبی

۱۴۷	تلفار فاطمیه	۱۱۳۳	بسیاری قضیه حلب
۱۵۰	دولت الیوبی	۱۱۴۴	وزارت - اتواج فاطمیه
۱۵۱	سلطان تورالدین زنگی	۱۱۷۷	ناصر الدوله
۱۵۲	نجم الدین الیوب	۱۲۰۰	ایلدرگز
۱۵۳	صفات نورالدین	۱۲۱۱	بدرجالی
۱۵۴	سلطان صلاح الدین	۱۲۳۳	وفات مستنصر
۱۵۵	صفات صلاح الدین	۱۲۴۴	جزیره صقلیه
۱۵۸	ملک عزیز	۱۲۴۴	مستعلی بالله
۱۵۹	ملک منصور - ملک عادل	۱۲۷۷	حروب صلیبیه
۱۶۰	ملک کامل	۱۳۱۱	آمر با حکام الله
۱۶۱	عادل ثانی	۱۳۳۳	حافظ لدین الله
۱۶۲	ملک صالح - قاضی عزالدین	۱۳۴۴	ظافر بامر الله
۱۶۵	ملک معظم - شجره الدر	۱۳۵۵	فائز بنصر الله
۱۶۶	دولت ممالیک بحریه	۱۳۷۷	عاصم لدین الله
۱۶۷	منزجاشنگیر	۱۳۷۷	قل صالح - مشمد حسین
۱۶۸	ملک منصور نورالدین و مظفر	۱۳۸۸	شاور - ضرغام - شیرکوه
۱۶۹	ملک ظاهر بیرس	۱۳۹۹	صلاح الدین
۱۷۰	خلافت عباسی - فتوحات	۱۴۰۵	موتمن الخلاله
۱۷۱	صفات بیرس	۱۴۱۶	خطبه عباسی

۱۹۲	ملک عزیز یوسف - ظاہر حقیق	۱۴۳	قضاۃ اربع
۱۹۳	ملک منصور عثمان - اشرف نیاں	۱۴۴	امام نووی
۱۹۴	مؤید احمد ظاہر خوش قدم - بکبا - تملوفا	۱۴۵	ملک سعید بر قرقاں
۱۹۴	ملک اشرف قایت بائے	۱۴۶	ملک عادل سلاش منصور قلاؤون
۱۹۶	ملک ناصر محمد - اشرف قاضیہ	۱۴۷	تتاریوں میں اسلام
۱۹۶	ظاہر قاضیہ - قاضیہ جان بلد	۱۴۸	ملک اشرف خلیل
۱۹۷	طوہاں بکاؤل - قاضیہ غوری	۱۴۹	ملک ناصر محمد باراول
۱۹۸	طوہاں بکاؤل ثانی	۱۸۰	ملک دل کتبغا منصور لاپین - یاجر روم
۲۰۰	خلقا رعباسیہ مصر	۱۸۱	ملک مظفر بیرس
۲۰۰	مستضر باللہ	۱۸۲	ناصر بار سوم
۲۰۱	حاکم بامر اللہ اول - مشکفی باللہ اول	۱۸۳	اولاد ناصر
۲۰۲	والق باللہ	۱۸۴	منصور غاس - اشرف ثالث
۲۰۳	حاکم بامر اللہ ثانی - مقصد باللہ اول	۱۸۵	منصور سادس - صلاح حاجی
۲۰۴	متوکل علی اللہ اول - متعین باللہ	۱۸۶	دولت مالیک چرکیہ
۲۰۵	مقصد باللہ ثانی - مشکفی باللہ ثانی	۱۸۷	ملک ظاہر برقوق
۲۰۶	قائم بامر اللہ - متعجب باللہ	۱۸۹	ملک ناصر زین الدین
۲۰۷	متوکل علی اللہ ثانی - متمک باللہ	۱۹۰	ملک عادل - متعین - شیخ محمودی
۲۰۸	متوکل علی اللہ ثالث	۱۹۱	احمد محمودی - سیف الدین - تتر - محمد بن تتر
۲۰۸	خلافت عباسیہ	۱۹۱	ملک اشرف بر سبائے

۱
اللہ اکبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

تاریخ الامت حصہ پنجم شائع کی جا چکی تھی کہ جامعہ علیگڑھ سے دہلی میں منتقل ہو گئی۔ اُس وقت سے آج تک یہ سلسلہ بند رہا۔ جس کی بڑی وجہ کچھ جامعہ کی بے سرسافی اور کچھ میری خانگی پریشانی تھی۔ گو ان مصائب کا ابھی تک خاتمہ نہیں ہوا ہے لیکن اس تاریخ کی تکمیل بہر حال ضروری ہو اس لیے جس طرح بھی ہو سکا یہ چھٹا حصہ اس سال لکھا۔ اُمید ہے کہ انشاء اللہ سال آئندہ تک یہ کتاب پوری ہو جائے گی۔

زوال بغداد کے بعد خلافت عباسی مصر میں آ کر قائم ہوئی۔ اس لیے وہاں کی مختصر تاریخ ابتدا سے بیان کر دینی ضروری تھی۔ یہ پورا حصہ اسی میں صرف ہوا۔ اور طوفان نوح کے بعد سے ۹۲۳ء تک کی جس میں وہاں سے خلافت منتقل ہو کر آل عثمان کے ہاتھوں میں چلی گئی مصر کی ایک جانی تاریخ اس میں لکھی گئی۔ مصر کے دُور اسلامی کی تاریخ عہد بعد کی حسب معمول مسلمانوں نے اچھی طرح محفوظ رکھی ہے۔ اور چونکہ دوسرے اسلامی مراکز کے مقابلہ میں وہاں کے کتب خانے زمانہ کی دستبرد سے نسبتاً بچے رہے ہیں اس وجہ سے تاریخ مصر کے متعلق

جو کتابیں لکھی گئی ہیں کہ کتر نایاب ہوئی ہیں۔ البتہ قدیم تاریخ کے معتبر مصادر موجود نہیں۔ کیونکہ پانچویں صدی قبل مسیح سے پیشتر کی کوئی تصنیف اس موضوع پر نہیں ملتی۔ سب سے پہلے مصر کا کچھ حال جس شخص نے لکھا ہے وہ مشہور یونانی سیلح اور مورخ ہیرودوٹس ہے جو ششہ ق م میں نیل کے سواحل سے گزرا تھا۔ اس کے دو صدی کے بعد ایک مصری کاہن سیانیٹوس نے جو مائیتو کے نام سے مشہور ہے اس ملک کی تاریخ لکھی۔ مگر وہ مفقود ہو گئی۔ صرف اس کے بعض بعض حصے جو یوسفوس یودی نے اپنی کتاب آثار الاسرائیلین یا آٹھویں صدی عیسوی کے ایک مورخ سنیلوس نے اپنی تصنیف میں نقل کئے تھے ہم تک پہنچے ہیں۔ قدیم حکمران خاندانوں کے ملوک کی فہرستیں مائیتو ہی کے حوالہ سے بعض سیسی مورخوں نے لکھی ہیں۔

۱۸۱۵ء میں نو سال کی لگاتار کوشش کے بعد فرانس کے مشہور اثری محقق شمبرولون نے ہیرودلیفی کتاب کو حل کیا۔ جس سے آثار قدیمہ کے کتبے پڑھے جانے لگے۔ اور پڑانے بیکلوں اور مجعدوں اور ان کے ستون دیواروں کے نقوش سے بعض حالات منکشف ہوئے۔ میں نے اس حصہ کی تالیف میں یہ تمام معلومات اور اسلامی متداول کتب تاریخ کو سامنے رکھا۔

چونکہ میری یہ کتاب جیسا کہ میں پہلے بھی ظاہر کر چکا ہوں محض تعلیمی ہونہ کہ علمی۔ اور میں صرف ضروری معلومات دینے پر اکتفا کرتا ہوں تاکہ طلباء کے لئے اسلامی تاریخ آسان اور قریب الفہم ہو جائے۔ اسی لئے حب معمول اخقار سے کام لیا۔ اور مضر کی علمی ترقی کی تاریخ بھی چھوڑ دی۔ کیونکہ اس کے لئے ایک جدا گانہ

بمطابق تصنیف درکار ہے۔

تاریخ مصر کے بعض بعض امور بوجہ تعلق خلافت کے خلفاء بنیاد کے بیان میں پہلے حصوں میں آچکے ہیں۔ اس حصہ میں بھی مجبوراً ان کو دہرانا پڑا۔ لیکن جہاں تک ہوسکا کوشش یہی رہی کہ کم سے کم تکرار واقع ہو۔ کیونکہ ایک ہی بات ایک ہی کتاب میں دوبارہ لانا مورخ کے لئے کچھ پسندیدہ نہیں۔ اگر ممکن ہوگا تو آئندہ طباعت میں پہلے حصوں میں سے ان کو خارج کرنے کی کوشش کروں گا۔

محمد اسلم جیراچوری

یکم شعبان ۱۳۴۶ھ

جامعہ ملیہ اسلامیہ۔ قریول باغ۔ دہلی



تاریخ الامّت

حصہ ششم (۶)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تاریخ مصر

تاریخ مصر قبل از اسلام ۵۰۴ ق م سے شروع ہوتی ہے جبکہ مصر کے پہلے بادشاہ منانے اس ملک میں سلطنت قائم کی یہ دو دور میں منقسم ہے۔
(۱) دور جاہلیت - جو ۵۰۴ ق م سے ۳۸۰ء تک ہے۔ اس میں امت مصریہ

اپنے قدیمی دین پر رہی۔

(۲) دور مسیحیت جس میں اہل مصر نے دین عیسوی اختیار کرنا شروع کیا۔
یہ ۳۸۰ء سے ۶۴۰ء یعنی فتح اسلامی تک ہے۔

اقوام مصریہ

قدیم اہل مصر حام بن نوح کے بیٹے مصرایم کی اولاد تھے جو شام سے جا کر وادی نیل میں جا بجا قبیلے قبیلے آباد ہو گئے۔ یہ لوگ پانچ طبقوں میں منقسم تھے۔ پہلا طبقہ کاہنوں کا تھا جو دینی پیشوا تھے۔ ان کی کسی بات کی خلاف ورزی

مبعود کے حکم سے سربانی کے برابر سمجھی جاتی تھی۔ دوسرا طبقہ جنگی جماعت کا تھا جو دشمنوں کی مدافعت کرتی تھی۔ باقی تین طبقے تاجروں۔ کاشتکاروں اور گلہ بانوں کے تھے۔

بحر کاہنوں اور طبقہ دوم کے کوئی دوسرا زمین کی ملکیت کا حق نہیں رکھتا تھا۔ چنانچہ اراضی کا بڑا حصہ کاہنوں کے قبضہ میں تھا اور کچھ جنگ وروں کے بقیہ تینوں طبقے ان سے ٹھیکہ یا کرایہ پر زمینیں لے کر کھیتی کرتے تھے۔

زمانہ وراز کے بعد جہان قبائل کی تعداد زیادہ ہو گئی اور انتظام کے لیے ضرورت نے مجبور کیا تو انھیں میں سے ایک شخص منانا می جو جنگی جماعت کا غرنہ تھا بادشاہ بن گیا۔ اور اس نے مصر میں پہلی سلطنت قائم کی جو ایک مانہ تک اس کی اولاد میں چلی آئی۔ پھر دوسرا خاندان غالب آیا۔ اسی طرح سلسلہ سلسلہ ۳۱ خاندان حکمران ہوئے جن میں سے اکثر اسی شہر کی نسبت سے موسوم ہیں جو ان کا پایہ تخت تھا۔

ان ۳۱ خاندانوں کے بعد یونانیوں نے آکر مصر پر قبضہ کر لیا۔ پھر ان سے رومیوں نے لے کر اپنی سلطنت کا صوبہ بنالیا۔

دینی عقائد و رسوم

قدیم اہل مصر کو متعدد دیوتاؤں اور دیویوں کو مانتے اور ان کی پوجا کرتے تھے لیکن ان کے تمام مبعودوں کا اصل مروج صرف دو بڑے مبعود تھے۔ ایک قتلح (خالق) جس کا بت مقام منف میں تھا۔ دوسرا رع (سورج) جس کی

مورت لقصہ میں بنائی گئی تھی۔ یہ بھی حقیقت ان کے عقیدہ میں خالق اکبر ہی کی ایک منظر ہی مثال تھا۔ اس کے بعد جوں جوں بت تراشی میں ترقی ہوتی گئی معبودوں کے تنوع میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ بسامتیک اول (خاندان ۲۶) کے زمانہ میں جب یونانی مصر میں آئے اور وہاں رہے تو انھوں نے علوم مصریہ ریاضی۔ حیاء اور نجوم وغیرہ کے ساتھ وہاں کے علم الاضام کو بھی سیکھا۔ اور مصری بتوں کو مع ان کے ناموں کے یونان میں لے گئے۔

قدما مصر کا یہ خیال تھا کہ دیوتا بعض بعض حیوانات کی شکل میں بھی جسم اختیار کر لیتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ وہ گائے۔ مگر و شہباز وغیرہ کو بھی پوجتے تھے۔

ان کا ایک عقیدہ یہ بھی تھا کہ موت کے بعد روح جسم کے ساتھ قبر میں رہتی ہے۔ اسی بنیاد پر وہ اپنے مردوں کی می بناتے تھے۔ انھوں نے ایسی دو این معلما کر لی تھیں جن کی بدولت جسم غیر محدود زمانہ تک سرنے سے محفوظ رہ سکے۔ کیونکہ ان کا خیال تھا کہ جسم اگر ضائع ہو گیا تو روح کا کوئی ٹھکانا نہیں ہے گا۔ اور وہ بھٹکتی پھرے گی۔ اس لیے امیر و غریب سب می کا خاص اہتمام کرتے تھے۔ اور اس کو محفوظ تابوتوں اور صندوقوں میں بند کر کے تہہ خانوں میں رکھتے تھے۔ جن پر پختہ کاریاں بناتے تھے۔ چنانچہ مصر کے اہرام وہاں کے ملوک اور سلاطین غیر کے مقبرے ہیں۔ ان میں ایک خاص رسم یہ بھی تھی کہ می تیار ہو جانے کے بعد مردہ کو پہلے ایک چوتھرہ پر لا کر رکھتے تھے جہاں مذہبی حکام اور کاہن اور عوام الناس آکر جمع ہوتے پھر اعلان کیا جاتا کہ کسی کو اگر اس کے اوپر کوئی دعویٰ ہو تو پیش کرے۔ جو وہ بے گناہ نکلتا تو اس کو قبرستان میں دفن کرنے کی اجازت ملتی۔ اس کے اقربا اسی وقت

اپنا ماتمی لباس اُتار دیتے۔ اور اُس کی برائت پر خوشی مناتے۔ اور جو گنہگار ٹھہرتا تو دفن سے ممنوع قرار پاتا۔ مجبوراً اس کے ورثا اس کے تابوت کو لا کر اپنے گھر میں رکھتے۔ جیسا کہ قسم کے متعدد مرفے کسی کے یہاں جمع ہو جاتے تو کاہنِ ندو کی خاطر سے ان کو کہیں دفن کرنے کی اجازت دے دیتا۔

اس آخری اقصا میں کسی قسم کی رعایت نہیں برتی جاتی تھی۔ چنانچہ خوفِ اَو خضر عباد شاہوں کو بھی کاہنوں نے دفن سے روک دیا تھا۔

اس دستور کی وجہ سے ان کے اخلاق اچھے تھے۔ کیونکہ اس آخری فضیلت اور سوائی کے خوف سے وہ معاملات کو صاف رکھتے اور سب کے ساتھ نیک سلوک کرتے۔ علمی لحاظ سے قدیم اہل مصر طب سے واقف تھے۔ اور اکثر بیماریوں کی شناخت اور ان کی دوائیں جانتے تھے۔ ریاضی اور حیاتیات سے بھی ان کو ذوق تھا۔ چنانچہ دنیا میں سب سے پہلے سن شمسی ۳۶۵ اور سن قمری ۳۵۴ دن کا اُنھوں نے ہی قرار دیا تھا۔ اور فنِ تعمیر میں تو ابراہم اور عجیبِ غریب سیکلِ معبد ایسی یادگاریں اُنھوں نے چھوڑی ہیں جن کو آج تک ساری دنیا حیرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔

ادوار تاریخی

مورخوں نے مصر جاہلیت کی تاریخ کو پانچ دور میں تقسیم کیا ہے۔

- (۱) دولتِ قدیمہ۔ ۵۰۰۰ سے ۶۴۰۔ ۳۴۰ ق م تک۔ اس میں شاہانِ حکمراں بے جنھوں نے ۱۴۴ سال تک حکومت کی۔
- (۲) دولتِ اوسطی۔ ۶۴۰ سے ۷۰۰ ق م تک۔ مکیا رہویں شاہان سے

سے سترہویں خاندان تک۔ ۱۳۶۱ سال۔

(۳)، دولتِ اخیرہ۔ ۱۷۰۳ سے ۱۷۳۲ ق م۔ اٹھارویں خاندان سے اکیسویں خاندان تک۔ مدتِ حکومت ۱۳۷۱ سال رہی۔

(۴)، دولتِ یونانی۔ ۳۳۲ سے ۳ ق م تک ۳۰۲ سال حکومت رہی جس میں دو خاندان گزرے۔

(۵)، دولتِ رومانی۔ ۳۰ ق م سے ۳۸۱ء تک ۴۱۱ سال جس میں رومیوں کا قبضہ رہا۔

اس کے بعد چھٹاں دورِ سیاحت ہی جو ۳۸۱ء سے ۶۴۰ء یعنی فتحِ اسلامی تک ہی۔ اس میں بھی حکومت رومیوں ہی کے ہاتھ میں رہی۔
ان کل اودار کی نہایت مختصر تاریخ ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

دولتِ قدیمہ

اس وقت کا زمانہ جیسا کہ ابھی لکھا جا چکا ۵۰۰۴ سے ۳۰۶۴ ق م تک ۱۹۴۰ سال ہو جس میں دس خاندانوں کی حکومت رہی۔

(۱) طیلنی

مدتِ حکومت ۳۰۵ سال۔ عددِ ملوک ۹

۱	مٹا (مینس)	۶۲ سال حکمراں رہا
۲	تتا (اٹوتیس)	۵۷ " "
۳	کنگنیس	۳۱ " "

۴	و نفس اول	۲۳	سال حکمراں رہا
۵	و نفس ثانی	۲۴	" "
۶	سبتی (اسافیدوس)	۲۰	" "
۷	میشہ بیدوس	۲۶	" "
۸	سمن بس	۱۸	" "
۹	بیتہ نخس	۴۴	" "

مٹا مصر کا اولیس بادشاہ پہلے قبائل مصریہ کا سالار جنگ تھا۔ اور ان میں بہر و لعزیز کا ہنوں کے استبداد سے تنگ کر لوگوں کو ان کے خلاف اپنے ساتھ متفق کر لیا۔ اور لڑکر ان کو مصر سے نکال دیا اور اپنا تسلط قائم کیا۔ چونکہ طینہ کے لوگ رپرہہ کا ہنوں کے طرفدار تھے اس لئے اس مقام کو چھوڑ کر نیا شہر منف آباد کیا اور اسی کو اپنا پایہ تخت بنایا۔ ارد گرد خندق کھدوا کر چاروں طرف آدھرت کے لئے اس پر پل بنوا دیئے۔

دریائے نیل کو جو صحرائے لیبیا کی طرف بہتا تھا نہر کے ذریعہ سے مشرقی سمت میں جاری کیا۔ ملکی نظم و نسق کے قوانین وضع کیئے۔ پھر اہل لیبیا سے لڑکر ان کو اپنا محکوم بنایا۔

تتائے منف میں شاہی قصر تعمیر کرایا۔ اس کے عہد میں قحط بھی پھیلا اور طاعون بھی جس سے بہت مخلوق مر گئی۔

و نفس اوّل نے مصر کا سب سے پہلا ہرم کو مکہ تعمیر کرایا۔

آخری تین بادشاہوں کے زمانوں میں فواحش کی گرم بازاری رہی اور

جا بجا فتنے برپا ہوئے جس کی وجہ سے سلطنت ان کے ہاتھ سے نکل گئی۔

(۲) منفی

مدت حکومت ۳۰۲ سال۔ عدد ملوک ۹

۱	بصاود (بوٹوس)	۳۸ سال
۲	کاکا وود (کایہ خوس)	۳۹ "
۳	مینو تریس	۴۷ "
۴	وہنس	۱۷ "
۵	استنس	۴۱ "
۶	خایرس	۱۷ "
۷	نفر خرس	۲۵ "
۸	نفر کاسکر	۴۸ "
۹	خزر رس	۳۰ "

بصا و خاندان سابق کا رشتہ دار تھا۔

کاکا و و کے عہد میں حیوانات خاص کر گائے کی پرستش زیادہ ہو گئی۔ مینو تریس نے یہ قانون بنایا کہ خاندان شاہی میں اولاد ذکور نہ ہونے کی صورت میں عورتوں کو بھی تخت سلطنت پر بیٹھنے کا حق ہو گا۔ اس نے یہ بھی عوی کیا تھا کہ میں اللہ کا رشتہ دار ہوں۔ یہ عقیدہ اس کے بعد بھی ملوک مصر میں یونانیوں کے عہد تک چلا آیا۔

اب تک سائے مصری قبائل زیر اطاعت نہیں تھے۔ اس نے سب کو

قبضہ میں لا کر ایک متفقہ قوم بنایا۔

استنسن کو طب میں غل تھا۔ بعض مورخ لکھتے ہیں کہ خاندان اول کے بادشاہ تئانے طب میں ایک کتاب لکھی تھی۔ استنسن نے اس کی تکمیل کی۔
(۳) منفی

مدت حکومت ۲۱۴ سال عدد ملوک ۹

۱	تخرفس	۲۸ سال
۲	نبکا	۱۹
۳	ترہیس	۷
۴	سسوخریس	۱۷
۵	نبکارع	۱۹
۶	نفرکارع	۴۲
۷	سفوریس	۳۰
۸		۲۶
۹	سنفرو	۲۶

تخرفس کے عہد میں اہل لیبیا نے بغاوت کی۔ وہ لشکر لے کر گیا۔ چاندنی رات میں فریقین کا مقابلہ ہوا۔ اتفاقاً چاند گرہن میں آگیا۔ ایبیا والوں نے خیال کیا کہ ہم نے بادشاہ کی جو مخالفت کی ہو اس پر آسمانی غضب کا ظہور ہو رہا ہو۔ اس وجہ سے ہتھیار ڈال دیئے اور اطاعت قبول کر لی۔
نبکا علم طب کا ماہر تھا۔ چنانچہ پہلی صدی عیسوی تک اس کے نوشتے

لوگوں میں رائج تھے۔ فن کتابت اور سنگ تراشی کو بھی اس نے ترقی دی تھی۔ آخری بادشاہ **سنقر** نے عرب کے ایک پہاڑ سے تانبے کی ایک کان نکالی۔ جبل حور پر شکر کشی کر کے وہاں کے قبائل کو مطیع بنایا۔ اور متعدد قلعے اور عمارات تعمیر کرائیں۔

اس خاندان کے عہد میں طینہ کی ساری رونق منتقل ہو کر منف میں چلی آئی۔ اور ملک میں مال و دولت کی فراوانی ہوئی۔ بڑے بڑے ہیکل اور معبد تعمیر کیے گئے۔ ابوالمول کا عظیم الشان بت جو اہرام جیزہ کے پاس آج بھی قائم ہے اسی خاندان کے زمانہ میں بنا تھا۔ اس بت کا جسم شیر کا ہے اور سر انسان کا۔ جس سے قوت اور عقل دونوں کے اجتماع کی طرف اشارہ ہے۔

(۴) منفی

مدت حکومت ۲۸ سال۔ عدد ملوک ۱۲

ان چودہ میں سے صرف آٹھ کے نام معلوم ہو سکے ہیں ان میں سے بھی مشہور چار ہی ہیں۔ **خوفو**۔ **خفرع**۔ **منکورع**۔ **اسکاف**۔

خوفو کیوں بس، عمارات کا بڑا عاشق تھا۔ اسی نے مصر کا سب سے بڑا ہرم جو جیزہ میں ہے بنوایا جس کی بلندی ۲۵۰ اور چوڑائی ۲۶۷ قدم ہے۔ مورخین کا بیان ہے کہ اس میں ایک لاکھ آدمی روزانہ کام کرتے تھے اور پورے تیس سال میں تیار ہوا پہاڑ سے بھی زیادہ سنگین ہے۔

خلیفہ **مامون عباسی** جب شام میں مصر میں گیا اور لوگوں سے سنا کہ ان عمارتوں میں قدما و ملوک کے خزانے مدفون ہیں تو اسی بڑے ہرم کو توڑنا

شروع کیا۔ ہزار دقت صرف ایک کو ناٹوٹ سکا۔ اور صرف بہت پڑ گیا۔ اس لئے
چھوڑ دیا۔

خوف جنگ آدھ بھی تھا۔ اس نے عربی اور شامی قبائل سے جو مشرقی سمت
سے حدود مصر پر حملے کیا کرتے تھے متعدد لڑائیاں کیں اور ان کو شکستیں
دیں۔ ۶۳ سال حکمران رہا۔

خضر نے دوسرا ہرم جو بڑے ہرم کے بالمقابل ہی بنوایا۔ اس کا
ارتفاع ۴۴ اور عرض ۶۶ قدم ہے۔

منکورع عادل اور مہربان تھا۔ رعیت اس کو محبوب کھتی تھی۔ جزیرہ کا تیسرا
ہرم جو ۲۰۳ قدم بلند اور ۲۵۲ قدم عرض ہے اس کا تعمیر کردہ ہے۔ لیکن یہ اس کو
مکمل نہیں کر سکا تھا۔ ملکہ نیتوکریس نے جو خاندان ششم کی آخری فرمانروا
تھی اس کی تکمیل کرائی۔

منکورع کی نعش ایک سنگین تابوت میں برآمد ہوئی تھی۔ انگریز اس کو
انگلستان لے جا رہے تھے۔ راہ میں پرتگال کے ساحل پر جہاز ڈوب گیا۔
لیکن جثہ اور چوبیس غلاف جو انسان کی شکل کا بنا ہوا تھا برآمد ہو گیا۔ اور
لندن کے میوزیم میں پہنچا۔

اسکاف اس خاندان کا آخری بادشاہ تھا۔ وہ ہندسہ سے آشنا
تھا اور آلات رصد کا شائق۔ ۹ سال حکمران ہوا۔

(۵) اصولانی

مدت حکومت ۲۱۸ سال۔ عدد ملوک ۹

۲۸	اسکاف	۱
۱۳	سجوع	۲
....	ککا	۳
۲۰	نفر خر س	۴
....	شبس کارع	۵
۱۱	رعنوسر	۶
۹	منکا جور	۷
۴۴	دد کارع	۸
۳۳	ادناسی	۹

اسکاف عادل تھا۔ سجوع نے اپنے عہد میں اس کے لئے وہ ہرم بنوایا جو بوسیر کے متصل خوب کے نام سے مشہور ہے۔
 نفر خر س کے زمانہ میں مصر میں علمی اور تمدنی ترقی ہوئی۔
 دد کارع نے وادی منعارہ میں کئی کانیں دریافت کیں۔

(۶) اصوائی

بدت حکومت ۲۰۳ سال۔ عدد ملوک ۶

۳۰	آتی	۱
۵۳	مریرع (دیسبی اول)	۲
۷	مرنرع اول	۳
۱۰۰	فیویس (دیسبی ثانی)	۴

۵ مرنزع ثانی ۱
۶ ملکہ نیتو کرلیس ۱۲
آتی کے زمانہ میں سواحل بحر پرستان نامی ایک مدعی سلطنت کھڑا ہو گیا لیکن
چھ مہینے بعد مارا گیا۔

مریہ ریع یعنی بیبی اول نے ایک طرف شام اور دوسری طرف توبیا کو
محکوم بنایا۔

مرنزع کے عہد میں مصر میں جنگی کشتیاں تیار کی گئیں۔
بیبی ثانی کے زمانہ میں فیروزہ - توتیا - تابنے کی کانیں اور کوہ طور سے قیمتی
پتھر لعل وزمرد وغیرہ نکالے گئے۔

مرنزع ثانی اپنی حکومت کے دوسرے سال خود اپنے ہی امیروں کے
ہاتھوں سے قتل ہوا۔ اس کی بہن نیتو کرلیس نے جو اس کی بیوی بھی تھی تخت نشین
ہونے کے بعد دعوت کے بہانے سے قاتلوں کو بلا کر ایک تہہ خانے میں بٹھلایا
جس کے ارد گرد گروپانی بھروا رکھا تھا۔ دفعتاً اس کو کھلوادیا۔ جس سے تہہ خانہ پانی
سے لبالب ہو گیا اور وہ سب کے سب ڈوب کر مر گئے۔ لوگ اس کے بھی دشمن
ہو گئے اور قتل کرنیکی فکر میں لگے۔ جب اس نے بچنے کی کوئی صورت نہ دیکھی تو
آگ میں گر کر خودکشی کر لی۔

حسنِ جال کی وجہ سے اس کا لقب گلُرخ تھا۔

(۷) (۸) (۹) (۱۰)

مدت حکومت ۴۴ سال

ان چاروں خاندانوں کی کوئی کیفیت اور ان کے بادشاہوں کی کوئی تفصیل
 نہیں معلوم ہو سکی۔ تیاریج صرف اس قدر بتاتی ہے کہ ان میں سے پہلے دو خاندان
 منف میں تھے۔ اور دوسرے دونوں ہرقلیو پو لیس میں۔

دولت وسطیٰ

۶۴۰ء سے ۳۰۳ء ق م تک۔ ۳۶۱ سال۔ گیارہویں سے لے کر
 اٹھارہویں تک ۷ خاندانوں کی حکومت رہی۔

(۱۱) طیبی

مدت حکومت ۴۳ سال

دسویں خاندان کے بعد مصر میں مختلف حکومتیں قائم ہو گئیں۔ بحری سمت
 میں ملوک اہناس حکمراں تھے۔ انہیں کی طرف سے گیارہویں خاندان کا بانی
 انتف عا طیبہ کا والی تھا۔ اس نے اپنے رعب سطوت کی وجہ سے استقلال
 حاصل کر لیا۔ پھر انتف عا رابع نے جو اس خاندان کا نامی بادشاہ گزرا ہے
 اہناسس پر لشکر کشی کر کے غلبہ حاصل کر لیا۔ نیز شمال میں بھی ایشیائی حدود پر
 قابض ہو گیا۔ اس کے عہد میں بڑی بڑی سر بلند عمارتیں بنیں۔ چنانچہ اسی کے
 زمانہ کی ایک عمارت کے کھنڈر کے بلکہ سے یونانیوں نے اپنے عہد میں ایک
 پُل تیار کیا تھا۔

اس کا جانشین ملتو حتب رابع تھا جس کا لقب بنخرع تھا۔ آخری
 بادشاہ سعنع کارع ہوا جس نے ایک رباری حتو نامی سے مصر اور عرب

کے راستہ کو درست کرایا۔ اس کام کو ہریرع اول نے شروع کیا تھا لیکن پورا نہ کر سکا تھا۔ جنو نے اس میں پانچ منزلیں بنوائیں اور ہر ایک منزل پر کنواں کھدوایا۔ یہی راستہ یونانیوں اور رومانیوں کے عہد تک رہا۔

(۱۲) طیبی

مدت حکومت ۲۱۳ سال۔ ملوک میں سے صرف آٹھ معلوم ہو سکے۔

۱	امنما (امنمخت) اول	۳۰
۲	اوسر تسن اول	۰۰۰۰
۳	امنما ثانی	۳۸
۴	اوسر تسن ثانی	۱۹
۵	اوسر تسن ثالث	۲۶
۶	امنما ثالث	۴۲
۷	امنما رابع	۹ سال - ۳ ماہ
۸	ملکہ سبک نفرو رع	۱ سال - ۱۰ ماہ - ۲۴ روز

اس بارہویں خاندان نے سائے ملک کو اپنے قبضہ میں کیا اور کوئی دوسری حکومت مصر میں باقی نہیں چھوڑی۔

پہلا بادشاہ امنما خاندان سابق کے بادشاہ فتوح تب کے ملازمین میں سے تھا۔ اس نے جب کل مصر پر حکومت قائم کر لی تو اہل لیبیا و نوبیا اور بعض ایشیائی قبائل منف کے مغرب میں حملہ آوری کے ارادہ سے مجتمع ہوئے۔ جا کر سب کو شکست دی۔ جسہ کے بھی ایک حصہ پر قبضہ کر لیا۔ شجاع۔

عاقل اور فرزانہ تھا۔

اس نے اپنی زندگی ہی میں اپنے بیٹے اوسرٹسن کو تخت پر بٹھا دیا جس نے طیبہ کا ہیکل تعمیر کرایا اور وہ ستون بنوایا جو مطریہ میں ہے اور جس پر یہ کتبہ ہے۔

”بادشاہ منصور۔ ہر موجود کی حیات۔ بالائی اور نشیبی مصر کے سلطان۔ دونوں تاجوں کے مالک۔ خورشید کے فرزند۔ اوسرٹسن۔ مطریہ کے معبودوں کے محبوب نے جو ہمیشہ زندہ ہے۔ اس نشان کو رسمی تیوہار کے آغاز میں اپنے نام سے اس جشن کی یادگاریں نصب فرمایا۔“

خیال کیا جاتا ہو کہ ایفوم میں جو ستون ہے وہ بھی اسی کا تعمیر کردہ ہے۔ اوسرٹسن ثانی نے بھی اپنی کئی یادگاریں چھوڑی ہیں۔

اوسرٹسن ثالث دانشمند اور بہادر بادشاہ تھا۔ اس نے اٹھویا (برقہ) اور اس کے آگے کے علاقہ کو بھی فتح کیا۔ اور وادی حلفا میں ملک کی حفاظت کے لئے دو قلعے بنوائے جو اب قمنہ و سمنہ کے نام سے مشہور ہیں۔ مقام دہشور میں اس کا بنوایا ہوا ایک ہرم بھی ہے۔

امنما ثالث نے اپنے عہد میں ایفوم میں ایک بہت بڑا تالاب کھدوایا تھا جس کا نام موریس رکھا۔ غرض یہ تھی کہ جب نیل کا فیضان کم ہو تو اس کے پانی سے آبپاشی کی جائے۔ اور زیادہ ہو تو اس کی نہروں کے ذریعہ سے بحیرہ قازان میں گرا دیا جائے تاکہ ملک طغیانی کی آفت سے محفوظ رہے۔ اسی نے سب سے پہلے مقیاس نیل وضع کیا اور متعدد دُبل بنوائے۔

(۱۳) طیبی
مدت حکومت ۲۴ سال

اس خاندان میں مورخوں کے بیان کے مطابق ۷۷۷ء بادشاہ ہوئے۔ لیکن ان میں سے کسی کے حالات نہیں مل سکے۔ بجز اس کے کہ ان کے عہد میں شہر طیبہ کی زینت اور عظمت بڑھ گئی تھی۔ جزیرہ ارجی میں ونقلہ کے قریب جو دونوں بت ہیں وہ انھیں کے زمانہ میں بنے تھے۔

(۱۴) سخاوی
مدت حکومت ۲۴۶ سال

اس خاندان کے بادشاہوں کی تعداد ۷۶ بیان کی جاتی ہے۔ ان کی بات بھی کچھ معلومات نہیں ملتیں۔ شہر سخاان کا پایہ تخت تھا۔

(۱۵) اوارسی (عالمقہ)

مدت حکومت ۲۴۹ سال۔ عدد ملوک ۶

سخاوی خاندان کے خاتمہ پر کنعان بشام اور عرب کے قبائل ٹڈیوں کی طرح سویس سے گزر کر مصر میں آ پہنچے۔ ان پر جو قبیلہ حکمران تھا وہ توریت ہیں۔ حیثین اور عربی تواریخ میں عمالیق کے نام سے مشہور ہے۔ ان لوگوں نے مصر کے بڑے بڑے ہیکلوں اور عبادت خانوں کو ڈھادیا۔ شہروں میں آگ لگا دی اور باشندوں کو تیر تیغ کر ڈالا۔

پہلے مصر کے بحری حصہ پر قبضہ کیا۔ وطنی حکومت وہاں سے بھاگ کر صعد کی طرف چلی گئی اور طیبہ کو اپنا مستقر بنالیا۔ عمالقہ میں سے پہلا بادشاہ سلطیس تھا اس نے مقام اوارسی میں قلعہ بنایا اور دولاکھ فوج مرتب کی۔ جس کی بدولت وطنی سلطنت کو جو طیبہ میں تھی مغلوب کر لیا اور سائے مصر پر تسلط جمایا۔

اس نے اپنے کو فرعون (بادشاہ اعظم) کہا جو اس کے بعد سلاطین مصر کا لقب ہو گیا۔

اسی خاندان کے عہد میں حضرت ایراہیم علیہ السلام مصر میں تشریف لے گئے تھے۔ یسعین نہ ہو سکا کہ وہ کس بادشاہ کا زمانہ تھا۔
ملوک کی فہرست یہ ہے۔

۱	سلاطین	۱۹
۲	بنون	۴۴
۳	ابنخاس	۲۵ سال - ۷ ماہ
۴	ابابی اول	۶۱
۵	یانا	۵۰ سال ایک ماہ
۶	اسیس	۴۹ // ۲ ماہ

(۱۶-۱۷) صافی - (عمالقہ)

یہ بھی عمالیق ہیں۔ ان دونوں خاندانوں میں سے کسی بادشاہ کا نام یا حال تاریخ میں محفوظ نہیں ہے۔ صرف ایک بادشاہ ابابی رعاکتن کا نام معلوم ہے جس کو مانیثو نے ابو فیس اور عرب نورخوں نے ریآن بن ولید لکھا ہے۔ اسی کے عہد میں تاجروں کا قافلہ حضرت یوسف علیہ السلام کو کنعان سے مصر میں لایا تھا اور وزیر قطیفیر کے ہاتھ جس کو قدیم مصری میں دوفر (ہدیہ شمس) لکھتے ہیں بیچا تھا۔

حضرت یوسف جب قید سے رہا ہوئے اور بادشاہ مذکور نے ان کو اپنا

وزیر مال مقرر کیا اس وقت ان کے سارے بھائی مع اپنے قبائل اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے مصر میں آ گئے۔ یہ ۳۹ نفوس تھے۔ حضرت یوسفؑ نے وادی غمان میں مقام عین شمس سے فرما دیلو زیمہ تاک بسنے کے لئے زمینیں عطا کیں جن میں اسباط آباد ہو گئے۔

داخلہ مصر کے سولہویں سال حضرت یعقوبؑ نے انتقال فرمایا۔ حضرت یوسفؑ خود مع ایک جماعت کے ان کی نعش کو جبل حیرون (مقام خلیل الرحمن) میں جو بیت المقدس سے ۸ میل کے فاصلہ پر ہے اور جہاں حضرت ابراہیمؑ و اسحاق علیہما السلام کا دفن ہوئے کر گئے اور دفن کر کے واپس آئے۔ دوسرے سال حضرت یوسفؑ نے انتقال فرمایا۔ ان کا جتنہ مصر ہی میں سپرد خاک ہوا۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی اسرائیل کو لے کر وہاں سے نکلے اُس وقت اس تابوت کو بھی حضرت یوسفؑ کی وصیت کے مطابق اپنے ساتھ لائے اور اسی آبائی مقبرہ میں دفن کیا۔

عالمہ شروع شروع میں جب مصر میں آئے تھے تو انہوں نے مصریوں کو مغلوب و مقہور کر کے غلام بنالیا تھا اور امور حکومت میں کسی قسم کا حصہ نہیں دیا تھا۔ لیکن کچھ زمانہ کے بعد ان سے میل جول بڑھایا اور رشتے بھی کیے۔ پھر ان کو سلطنت میں عہدے اور مناصب بھی دینے لگے۔ مصریوں نے قوت اور موقع پا کر اپنے ایک امیر تاعا کی قیادت میں وطنی حکومت قائم کر لی۔ اور علقمہ کے تسلط کو مصر کے اکثر حصوں سے اٹھا دیا۔ صرف منف ان کے قبضہ میں رہ گیا تھا۔ تاعا کے بعد یکے بعد دیگرے اس کے دو جانشینوں نے منف سے بھی ان کو

نکالا۔ مجبور ہو کر وہ اپنے پرنے پایہ تحت اور اریس میں آکر قلعہ گیر ہو گئے۔

دولت اخیرہ

۱۷۰۳ء سے ۳۳۲ ق م تک - ۱۳۷۱ سال - اٹھارویں خاندان سے کتیسویں خاندان تک۔

(۱۸) طلبی

مدت حکومت ۲۴۱ سال - ۱۱ ملوک شہزادے ہیں۔

۱	احمسن	۲۵
۲	امنوفیس اول (امخوتب)	۱۳
۳	تخومتس اول	۲۱
۴	تخومتس ثانی	۲۲
۵	ملکہ حقتش بسو	۱۷
۶	تخومتس ثالث	۴۸
۷	امنوفیس ثانی	۹
۸	تخومتس رابع	۳۱
۹	امنوفیس ثالث	۶
۱۰	امنوفیس رابع (توت عنخ آمون)	۳۷
۱۱	حورحب	۱۲

احمسن نے علیقتی فوج کا جو قلعہ اور اریس میں تھا محاصرہ کیا۔ وہ تنگ

اگر نکل بھاگی۔ اس نے دریائے فرات تک تعاقب کر کے قتل کیا۔ اب تقریباً چھ سال کے بعد مصر اجنبی حکومت سے خالی ہوا۔ بقیہ عمالقمہ جو وہاں رہ گئے تھے ملکی حکومت کے تابع ہو گئے۔

واپسی کے بعد اس کو نو بیا پر فوج کشی کرنی پڑی کیونکہ وہاں کے لوگ باغی ہو گئے تھے۔ جب وہ قابو میں آ گئے تو برقہ کی طرف بڑھا۔ اہل برقہ نے بلا جنگ اطاعت قبول کر لی۔

منف کا مبعہ فتح اور کرنک کا آمون دونوں اسی کے بنوائے ہوئے ہیں۔ جبل قرنہ پر دیر بھری سے اس کی مٹی برآمد ہوئی ہے جو مصری انیتقہ خانہ میں موجود ہے۔

اس کے بیٹے امنوفیس اول نے شاہ برقہ کی بیٹی سے شادی کی تھی۔ ان دونوں کی نعشیں بھی مصری عجائب خانہ میں ہیں۔

تھوتمس اول نے نو بیا کی طرف اپنی سلطنت بڑھائی۔ نیز فلسطین اور بابل پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس کی بیوی خاص اس کی بہن مسماۃ امیسس تھی۔ تھوتمس ثانی نے سودان کو جو ایک مستقل سلطنت تھی فتح کر کے مصری سلطنت میں شامل کر لیا۔

ملکہ حتشسبوا اپنے کم سن بھائی تھوتمس ثالث کی طرف سے حکومت کرتی تھی۔ اس عورت نے ارض مقدس کی طرف خود فوج لے جا کر اس کے جنوبی حصہ کو فتح کیا۔

تھوتمس ثالث جو صلہ مذاور شجاع تھا۔ اس نے ایک طرف فلسطین

شام۔ عراق عجم۔ ایشیائے کوچک۔ آرمینیا۔ کردستان۔ الجزائرہ۔ عراق
عرب اور یمن کو فتح کیا اور دوسری طرف بحری بیڑہ سے قبرص۔ کرید۔
جزائر اریلیں۔ یونان اور جنوبی اطالیہ کے ایک بڑے حصہ پر قابض ہو گیا۔
ان عظیم الشان فتوحات سے سلطنت مصر کی شوکت اور حشمت بڑھ گئی۔
اس کے بنائے ہوئے دوستوں مطریہ میں تھے جو ملکہ قلیوبطرا کے عہد میں
اسکندریہ میں منتقل کئے گئے تھے۔ اب ان میں سے ایک لندن میں ہر ایک
امریکہ میں۔

امنوفیس ثانی کے زمانہ میں اشوریوں نے بغاوت کی لیکن اس نے
جا کر فر دیا۔

تھوتمیس راج کو سورج کی پرستش میں غلو تھا۔ اور ابوالمول کی بہت
تعظیم کرتا تھا۔ اس کے سامنے ایک پتھر پر اپنی مورت بھی بنوائی جس پر ایک
کتبہ بھی لکھوایا ہو۔

امنوفیس ثالث کے عہد میں جابجا شورشیں برپا ہوئیں لیکن اس نے
سب پر غلبہ پا لیا۔ اس کے عہد میں بہت سے ہیکل اور معبد تعمیر ہوئے۔ لقمہ کے
بالمقابل نیل کے مغربی ساحل پر اس کا تعمیر کیا ہوا ایک ہیکل ہی جو چھٹی صدی ہجری
تک مصر کے آثار قدیمہ میں سب سے بڑا سمجھا جاتا تھا۔ مگر اب بالکل مٹ گیا ہو۔
صرف دروانے پر دو نوں بت باقی رہ گئے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ ان میں سے
ممنون نامی بت کے سنگ زیریں سے پانی برسنے کے بعد آفتاب کی شعاع
پڑنے سے ایک بلند آواز نکلتی تھی۔ شوق تحقیق میں لوگوں نے اس کو کھود ڈالا۔

اس وقت بے بند ہو گئی۔

امنوفیس رابع نے سارے ملک کو آفتاب کی پرستش کا حکم دیا۔ او
مبعود آمون کی پوجا جو آشوریوں کا دیوتا تھا بند کرادی۔ یہاں تک کہ اپنے
پایہ تخت طیبہ کو بھی اسی وجہ سے چھوڑ دیا کہ وہاں آمون کا معبد تھا۔ آفتاب
پرستی میں اس قدر غلو اس میں اپنی ماں کی تعلیم سے پیدا ہوا تھا جس کا نام تانی
تھا۔ اس کی بیوی کا نام نفرت اتن تھا جس کے شکم سے سات بیٹیاں پیدا
ہوئی تھیں۔ تل عمارہ میں خود بادشاہ اور اس کی کل بیٹیوں کی موتیں پتھر پر
بنی ہوئی ہیں جو اس کے سامنے مغلوبا شوریوں کی نعشوں کو اپنے گھوڑوں کی
ٹاپوں سے کچل رہی ہیں۔

اس بادشاہ اور اس کے ملکہ کی نعش معہ طلائی تخت اور بے شمار خزانہ
و فائن کے چوتھا سال ہو کہ نقصر سے برآمد ہوئی ہو۔

چونکہ اس کے کوئی بیٹا نہ تھا اس لئے اس کے مرنے کے بعد زمام سلطنت
امرا کی ایک جماعت کے ہاتھ میں رہی۔ آمون کی پرستش بند کر دینے سے
بعض بعض مقامات پر فتنے بھی برپا ہوئے جن کو اس خاندان کے آخری بادشاہ
حور مجب نے دبایا۔

(۱۹) طیبی

مدت حکومت ۱۷۴ سال۔ بادشاہوں میں سے صرف ۷ کے نام معلوم ہوئے ہیں

۱	رعمیس اول	۶
۲	سیتی اول	۵۱

۶۷	رعمیس ثانی	۳
۱۲	منفتح اول	۴
۲۱	سیتی ثانی	۵
۵	امن مس	۶
۷	منفتح ثانی	۷

رعمیس اول جو محب کے سپہ سالاروں میں سے تھا۔ بادشاہ ہو جانے کے بعد اس نے برقعہ فتح کیا۔

سیتی اول نے آرمینیا اور فلسطین پر فتوحات حاصل کیں۔ اسی نے ربیع پہلے کوشش کی کہ دریائے نیل کو قلعہ سے ملائے۔

رعمیس ثانی کو یونانی سینر و سٹرلس کہتے ہیں۔ اس کا لقب رعمیس کبر ہی۔ مصر کے بادشاہوں میں اس سے زیادہ پرشکوہ کوئی بادشاہ نہیں ہوا۔ مصریوں کے دل میں اس کی عظمت اور محبت جز عبادت تک پہنچ گئی تھی۔ اس نے شام اور برقعہ کو فتح کیا۔ اور کنعانیوں پر ایک لاکھ اسٹی ہزار فوج لے کر چڑھائی کی۔ ۱۴ سال تک ان سے لڑتا رہا۔ بالآخر مصاحت ہوئی اور چاندی کے پتروں پر صلح نامہ لکھا گیا جو اب لندن کے میوزیم میں محفوظ ہے۔ صلح کے بعد وہاں کے بادشاہ کی بیٹی سے شادی کی۔ جس سے تعلقات اس قدر خوشگوار ہو گئے کہ کنعانی معبود سوتیک (بعل) کی پرستش کی عام اجازت دے دی۔ اس نے کئی شہر آباد کیے۔ اور بہت سے ہیکل اور عبادت خانے تعمیر کرائے۔ پایہ تخت صان میں منتقل کیا۔ اس کی ممی جو لقصہ سے نکلی ہو مصری عجائب خانہ میں موجود

ہو۔ اس نے اپنی زندگی ہی میں اپنے بیٹے خامواس کو حکومت سپرد کر دی تھی لیکن وہ مر گیا۔ اس وجہ سے اپنے تیسرے بیٹے منفتح اول کو بادشاہ بنایا۔

منفتح اول نے بھی طیبہ۔ منف اور عرابہ میں جو اس وقت زیر زمین مدفون ہو بڑی بڑی عمارتیں بنوائیں۔ اس کے زمانہ میں ایشیائے کوچک اور لیبیا والوں نے بھری سمت میں حملے کیے اور سواصل پر قابض ہو گئے۔ مگر اس نے جا کر ان کو نکالا۔ اور مصریوں کو ان کے ظلم و ستم سے نجات دلانی۔

اہل تاریخ متفق ہیں کہ منفتح اول وہی **فرعون** ہے جس کے زمانہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی ہوئے اور بنی اسرائیل کو مصر سے نکال لائے جس کا بیچھا کرتے ہوئے یہ مع لشکر کے سمندر میں غرق ہوا۔ اس کا سن اُس وقت ۷۷ سال کا تھا۔

۱۹۰۲ء میں اس مدعی ربوبیت کی بھی نعش برآمد ہو گئی جو حیرہ کے اہل حقہ خا خدیوی میں موجود ہو اور حسب آیت قرآنی۔

اَلْيَوْمَ نُبَيِّنُكَ لِبَنِيكَ لَتَكُونَ لِمَنْ خَلَقَكَ آيَةً تَجْهَرُ بِهٖ بَدَنُكَ كَمَا كُنْتَ تَهْتَكُ بِهٖ اَنفُسَ الْبَشَرِ وَتَقُولُ اِنِّي اَنَا رَبُّكُمْ دیکھنے والوں کے لیے مایہ عبرت ہو۔

۱۷ فرعون موسیٰ کا عم جلال الدین سیوطی وغیرہ کے بیان کے مطابق چار پانچ سو سال تک مستر رہا ہو لیکن ان روایات کا کوئی جیسے نہیں ہو۔ مؤرخین معر قدیم اس کا زمانہ حکومت صرف ۱۲ سال بتاتے ہیں۔ ۶۵ سال کی عمر میں وہ تخت پر بیٹھا تھا اور اپنے باپ و عموں کے عہد میں اس کا اثر کیا کرتا تھا۔ اس لیے اس امر کا امکان تو ہے کہ حضرت موسیٰ کی پرورش اس نے کی ہو لیکن اغلب یہ ہو کہ ان کامرانی خود عموں کے اثر ہو۔ سورہ شوارہ کی ایک آیت ہے جس میں فرعون حضرت موسیٰ کو مخاطب کرتا ہے اس کی تائید نکلتی ہو۔ کیا ہم (ہاں گھرنے) نے اپنے اندر جو کچھ پالا ہے کہ تو بچہ تھا۔ اَلَمْ نَكْرِ بِكَ يَتٰمًا وَّ اٰلِدًا

اس کے بعد اس کا بیٹا سستی ثانی تحت نشیں ہوا۔ لیکن اکثر امرا اور فوج کے غرق ہو جانے سے مصر کی شوکت مضحل ہو گئی تھی اس وجہ سے ہمایہ سلطنت چلے کرنے لگیں۔ یہاں تک کہ ان کی چیرہ دستی کے سبب بہت سے مصری تباہ اور برباد ہو گئے اور اپنے گھر بار چھوڑ کر دوسرے ملکوں میں چلے گئے آخر میں منفتح ثانی کے زمانہ میں فنیقہ کے ایک امیر اریزرو نامی نے مصر پر غلبہ حاصل کر لیا۔

(۲۰) رعمیسی

مدت حکومت ۸۷ سال۔ عدد ملوک ۱۳

اریزرو کے غلبہ کے بعد رعمیس اکبر کی اولاد میں سے ایک شخص سیئتخت

قرآن کریم میں ہے۔

فَاخْرَجْنَاهُمْ مِنْ جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ وَكُنُوزٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ | ہم نے ذوعینوں کو باغوں چشموں خزانوں اور عزت کذا لکات وَاَوْرَشَا کَابَنِي إِسْرَءِیْلُ | دلی جگہوں سے نکالا یہی ہوا۔ اور ان کا وارث بنی اسرائیل کو بنا۔
 بظاہر اس سے خیال گزرتا ہے کہ بنی اسرائیل سمندر سے نکلے اور ذوعینوں کے غرق ہو جانے کے بعد پھر لٹا کہ مصر میں گئے اور ان کے باغات اور محلات وغیرہ کے وارث ہوئے۔ چنانچہ امام حسن بصری نے اس کی تفسیر میں کہا بھی ہے لیکن یہ صحیح نہیں۔ تاریخ ان کے مصر میں رہنے کی مطلقاً شہادت نہیں ملتی۔ اور خود قرآن کے طرز بیان سے بھی یہی غموم ہوتا ہے۔ سورہ طہ میں ہے۔

يَا بَنِي إِسْرَءِیْلُ قَدْ جَعَلْنَا لَكُم مِّنْ عَذَابِكُمْ دَوًّا عَذَابًا لَّكُمْ | اے بنی اسرائیل ہم نے تم کو تمہارے عذابوں سے نجات دی جانب السطور لایمئن۔ اور طہا میں کی جانب تم سے طے کا وعدہ کیا۔

چنانچہ ذوعینوں سے نجات پا کر یہ لوگ کوہ طور کی طرف آئے جہاں حضرت موسیٰ کو بنی اسرائیل کی ہدایت کیے الواح عطا کی گئیں۔ اس کے بعد ارض مقدس کی طرف بڑھے اور بوجہ نافرمانی کے تہ میں جھٹکے رہے۔ چاہیے۔ برس کے بعد وہاں کے شہر پر قبضہ پایا۔ اس لئے درحقیقت اُن جنات و عیون سے ارض مقدس ہی کہا جاتا

نامی اٹھاجس نے اہل حیمت مصریوں کی ایک جماعت کو لے کر اس کو نکالا اور اپنا تسلط قائم کیا۔ سولے اس پہلے بادشاہ کے اس خاندان کے جملہ بادشاہوں کا لقب رعیمیں رہا۔ سیتخت کے بعد رعیمیں ثالث ہوا جس نے مصر کے اندرونی انتظامات درست کیے۔ پھر ایشیائے کوچک پر حملہ کر کے فتح حاصل کی۔ اور یسایا پر بھی قابض ہوا جنگ سے واپسی پر اس کے بھائی ارماس نے جو غیر حاضری میں اس کا قائم مقام رہا تھا اس کی دعوت کا سامان کیا۔ جب وہ معہ اپنی بیوی کے قصر شاہی میں بیٹھا تو ارماس نے اس میں آگ لگوا دی تاکہ وہ جل جائے اور بادشاہت مجھے ملے۔ لیکن وہ بچ گیا۔ اور اس نے ارماس اور اس کے ساتھیوں کو جو اس سازش میں شریک تھے واجبی سزا دی۔

آلو کی غیظم الشان سرے اسی کی تعمیر کردہ ہو جس کی دیواروں پر اس کے حروب و فتوحات کی تصاویر بنی ہوئی ہیں۔ لقصر کے سہیل کی مرمت بھی اسی نے کرائی تھی۔ ۳۲ سال سلطنت کی۔ اس کا تابوت فرانسیسی لے گئے جو پیرس کے عجائب خانہ میں رکھا ہوا ہے۔

رعیمیں اچ کے تخت نشین ہوتے ہی ایشیائے کوچک کو چاک اور فتحی علم بجاوت

(بقیہ صفحہ ۲۸) اور چنے مراد ہیں جو فرعونوں کے قبائلیں تھے۔ جس کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے۔
 يَا قَوْمِ اَدْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ | لے میری قوم ارض مقدسہ میں داخل ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے (مقوم) میں لکھ دیا ہے۔
 اور تصریح اس آیت میں۔

وَاَوْزَعْنَا الْقَوْمَ الْاٰثِرِينَ كَاَنُودَيْسَ تَصْفُوْنَ | وارث بنایا ہم نے اس قوم کو جو کج و دربنائی جا رہی تھی
 مُشَارِقِ الْاَرْضِ وَمَخَارِبِهَا اَلَّتِي بَارَكْنَا فِيْهَا الْاٰلَاءِ | اس سرزمین کے مشرق و مغرب کا جس میں ہم نے برکت دے رکھی تھی

بلند کیا۔ ہزار شکل لے بیٹھا و ت فرو کی اور اس کی یادگار ایک پتھر پر نقوش کرائی جس پر اپنے معبود اور زورس کی بہت مدح لکھی۔ کرنک کے معبودوں کے ستونوں اور دیواروں پر جو نقوش ہیں وہ بھی اسی کے بنوائے ہوئے ہیں پانچواں رعمیس شاہی خاندان سے نہ تھا بلکہ غاصبانہ قابض ہو گیا تھا۔ اسی وجہ سے رعمیس سادس نے اس کے تمام کے تمام آثار محو کر دیئے۔ بیان کے قدیم شاہی گورستان کی دیواروں پر عجیب و غریب نقوش اور اشکال جو وقائع فلکی اور امور اعتقادی کے مرموز اشارات ہیں رعمیس سادس ہی کے بنوائے ہوئے ہیں۔

رعمیس ہفتم ہشتم۔ نهم اور دہم چاروں کے کچھ حالات نہیں ملے بجز اس کے کہ ان کے زمانوں میں مصر برابر رو بہ تنزّل رہا۔ رعمیس یازدہم نے اس کی شوکت پھر بڑھائی۔ خونو کے ہیکل پر اس کا جو کتبہ ہوا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شام اور نوبیا کو اس نے فتح کر لیا تھا۔

رعمیس دوازدہم نے بلا وجہ تک قبضہ بڑھایا۔ طیبہ کے ہیکل کی چھوٹی چھوٹی مورتیں اسی کے عہد میں رکھی گئی تھیں۔

رعمیس سیزدہم کم حوصلہ اور فائدہ نش تھا۔ اس کے عہد میں حر حور نے جو آموں کے معبد کے کاہنوں کا سرغنہ تھا مصر پر اپنا تسلط قائم کر لیا۔

(۲۱) کہتہ

مدت حکومت ۱۳ سال۔ عدد ملوک ۷

حر حور نے تخت پر قبضہ کرتے ہی رعس خاندان کے جملہ افراد کو ملک بدر کر دیا۔ اہل مصر کو رنج ہوا مگر اس کے رعب کی وجہ سے کچھ نہ کر سکے۔ لیکن اس کے بعد جب یسعی کاہن اس کا جانشین ہوا تو ملک میں فتنہ برپا ہوا جس کو وہ اپنی زندگی بھر رفع نہ کر سکا۔ اس کی موت کے بعد اس کا بیٹا مینوزم تخت پر آیا۔ اُس وقت شورش اور بڑھ گئی۔ مینوزم نے اپنے بیٹے منخیرع کو ایک فوج گراں مے کرطیبہ کی طرف روانہ کیا کہ بغاوت کو فرو کرے۔ وہ خود وہاں مستقر رئیس بن بیٹھا۔ اسی زمانہ میں مصر کے بالائی حصہ میں ایک شخص سمندس نامی نے جداگانہ حکومت قائم کر لی جس سے ابتری دن بدن بڑھتی گئی۔ اور بالائی اور نشیبی دونوں حصوں کی سلطنتیں سالہا سال تک ایک دوسرے سے برسہا برس پیکار رہیں۔ اس خلفشار کو دیکھ کر اشور کے بادشاہ نمرود نے فوج کشی کر دی اور کل مصر پر قبضہ کر لیا۔ وہیں اس نے وفات پائی اور عرابہ میں مدفون ہوا۔

اس کے بیٹے نے شہر بسطہ کو پایہ تخت قرار دیا اور وہیں معہ فوجوں کے سکونت گزین ہوا۔ مصر میں بابل و اشور کی تہذیب اسی خاندان کے ذریعہ سے پہنچی۔

(۲۲) بسطی (نمرودی)

مدت حکومت۔ ۱۷ سال۔ عدد ملوک ۹

۱	ششقی اول	۲۱
۲	اوسورکوں اول	۱۵
۳	تاکلوت اول	...
۴	اوسورکوں ثانی	...

.....	ششونق ثانی	۵
۱۳	تاکلوت ثانی	۶
.....	ششونق ثالث	۷
.....	بیامی میامون	۸
.....	ششونق رابع	۹

ششونق اول پسر نمرود جس کو توریت میں **شیثاق** کہا ہے بڑا جابر اور قاہر تھا۔ عرابی میں جب اپنے باپ کی قبر کی زیارت کو گیا اور وہاں دیکھا کہ خدام نے اس کے دفن کا مال و متاع لے لیا ہے تو ایک طرف سے ان کو قتل کر ڈالا۔ اور مصر میں سخت قوانین جاری کیے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے انتقال کے پانچویں سال فلسطین پر چڑھائی کی۔ اور بیت المقدس کو فتح کر کے مسجد اقصیٰ کے سائے خزانے اور ساز و سامان لوٹ لئے۔ سلیمان فی طلانی زرہیں قصر شاہی سے نکلوا لیں۔ پھر بنی اسرائیل کے شہروں پر فوجیں بھیجیں۔ انھوں نے بدون جنگ اطاعت اختیار کر لی۔

ان فتوحات کے بعد مصر میں آکر کرنک کے ہیکل کی چار دیواری پر اپنی مورت بنوائی۔ سر پر شاہی تاج۔ ہاتھ میں مصری تلوار۔ اور سامنے حضرت سلیمان کے بیٹے رجبعام کی تصویر جن کی گردن میں رستی پڑی ہوئی تھی۔

ششونق رابع کے زمانہ میں مصر میں طوائف الملوکی پھیل گئی۔ اور چھوٹی چھوٹی متعدد ریاستیں قائم ہو گئیں۔ آخر میں بنو باستیس نامی ایک رئیس نے اپنی قوت بڑھا کر سارے ملک پر قبضہ کر لیا۔

(۲۳) تانیسی

مدت حکومت ۸۹ سال - عدد ملوک ۴

- | | | |
|---|------------|----|
| ۱ | بنو باستیس | ۴۰ |
| ۲ | ادسورخو | ۹ |
| ۳ | بساموت | ۱۰ |
| ۴ | زت | ۳۰ |
- زت کے زمانہ میں سلطنت مصر کی قوت اس قدر کمزور ہو گئی کہ ایک معمول
انہی شخص نفیخت بادشاہ بن بیٹھا۔

(۲۴) صاوی

مدت حکومت عدد ملوک ۵

- | | | |
|---|--------------------------|-------|
| ۱ | نفیخت | |
| ۲ | بوخوریس (باکورس) وح کایع | ۷ |
| ۳ | استیفناٹس | ۷ |
| ۴ | تختسو | ۶ |
| ۵ | ونکا واول | ۸ |
- اس خاندان کے ساتھ ملوک برقہ مسلسل جنگ کرتے رہے۔ چنانچہ
بوخوریس کو انھوں نے زندہ آگ میں جلادیا تھا۔ آخر سباقون
بادشاہ برقہ نے ونکا واول پر غلبہ حاصل کر کے مصر کی سلطنت لے لی۔
- (۲۵) اشیونی (ملوک برقہ)

مدت حکومت ۵۳ سال - عدد بلوک ۵

۱	سباقون (شبا کا)	۱۲
۲	سیخون (شاباتاق)	۱۲
۳	طراق	۲۵
۴	اورداین	۱
۵	نوات میامون	۳

سباقون نے مصر پر قبضہ کرتے ہی نہروں اور پلوں کو درست کرایا۔ ہیکلوں اور معبدوں کی مرمتیں کیں۔ سرائے قتل کو قیداً مشقت میں تبدیل کر دیا۔ اس وجہ سے اہل مصر اس سے خوش ہو گئے۔ اور محبت کرنے لگے۔ تھوڑے دنوں کے بعد اس نے اشور پر فوج کشی کی تیاری کی۔ فلسطین کے حکمران حانون اسرائیلیوں کے سردار ہوشع اور یہوذا کے رئیس حزقیا کو بھی مخفی طور پر اپنے ساتھ متفق کر لیا۔ لیکن اس کی اطلاع اشور کے بادشاہ سلامنصر کو ہو گئی۔ اس نے چالاکی سے حانون کو قید کر لیا جس سے ان لوگوں کے منصوبے پورے نہ ہو سکے۔ جب اطمینان ہو گیا تو چھوڑ دیا۔

سلامنصر کی موت کے بعد اس کے بیٹے سمرجون کے تحت نشین ہوتے ہی ان لوگوں نے پھر اتفاق کر کے اشور پر چڑھائی کر دی۔ مگر شکست کھائی۔ حانون گرفتار ہو گیا اور سباقون بھاگ کر مصر پہنچا۔ وہاں اس ہزیمت سے اس کی ایسی ہوا خیزی ہو چکی تھی کہ مصریوں نے اطاعت سے انحراف کیا اور مقابلہ کے لئے آمادہ ہو گئے جس کی وجہ سے اس کو بربقہ جانا پڑا۔ اہل مصر نے

چوبیسویں خاندان کے بادشاہ استیقناتس کو تخت پر بٹھایا۔ اس نے شاہ اشور کی خدمت میں تحفہ و ہدایا بھیجے اور خوشخبری لکھی کہ ہم نے سباقون کو اس ملک سے نکال دیا۔

سباقون کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے بسیخون نے ایک جرار لشکر ترتیب دے کر مصر پر چڑھائی کی۔ اور فتح کر لیا۔ بارہ سال حکومت کرنے کے بعد اسی کے ایک ہم قوم طہراق نامی نے اس کو قتل کر کے تخت پر قبضہ کر لیا۔

اشور کے بادشاہ اشور اخی الدین نے طہراق پر فوج کشی کی۔ او مصر کو فتح کر کے منف اور طیبہ کے سیکلوں اور عبادت خانوں کو لوٹ لیا او وہ سارا ذخیرہ اپنے ملک میں بھیج دیا۔ طہراق بھاگ گیا۔ شاہ اشور نے جملہ عمال مصر کو بجال رکھا اور اپنا ایک نائب تنخاؤ نامی چھوڑ کر نینوے کو واپس چلا آیا۔ طہراق پھر ایک جمیعت لے کر ہونچا اور تنخاؤ کو نکال کر مصر پر قابض ہو گیا۔ اشور اخی الدین واپسی کے بعد ایک مزن مزن میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اس نے

اپنے آپ کو مجبور پا کر اپنے بیٹے اشور بانینبال کو بادشاہ بنا دیا۔ اس نے مصر پہنچ کر طہراق کو شکست دی اور ایک نائب چھوڑ کر نینوے واپس آیا۔

طہراق نے پھر قبضہ کر لیا۔ اشور بانینبال نے دوبارہ جا کر اس کو نکالا۔ اور ان مصری امراء کو بھی سزائیں دیں جو اس کے ساتھ ساز باز رکھتے تھے۔ لیکن اس سے کچھ نفع نہ ہوا۔ کیونکہ جوں ہی وہ اپنے ملک کو واپس ہوا طہراق پھر تخت پر آگیا۔ اس کے بعد اشوری فوجیں جاتی رہیں اور سلسلہ جنگ ہوتی رہی۔

ہلاق کے بعد اس کا جانشین اور دامین ہوا جو اس کا داماد تھا۔ اشوری اس کے ساتھ بھی لڑتے رہے۔ مجبور ہو کر وہ برقعہ بھاگ گیا۔ ادھر اندرونی اختلال کی وجہ سے اشوریوں نے بھی اپنی فوجیں مصر سے واپس بلا لیں۔ میدان خالی پا کر برقعہ کے ایک یس نوات میامون نے مصر پر قبضہ کر لیا جو تین سال کے بعد مر گیا۔ اس وقت مصریوں نے تمام اہل برقعہ کو نکال دیا۔ ابطح الف الملوکی کاؤ ہو۔ اور چھوٹی چھوٹی بارہ ریاستیں قائم ہو گئیں۔ ان میں سے ایک یس بساتیک نے یونانی بحری غارت گردوں کو اپنے ساتھ ملا کر ان کی مدد سے سائے مصر پر اپنی بادشاہت قائم کر لی۔ شہر صا کو پایہ تخت قرار دیا۔

(۲۶)، ص ۵۱

مدت حکومت ۱۳۸ سال۔ عدد ملوک ۶

۱	بسامتیک اول	۵۳
۲	نکاؤ ثانی	۱۴
۳	بسامتیک ثانی	۵
۴	فج ایرع (ایریس)	...
۵	احمس (امازیس ثانی)	۴۴
۶	بسامتیک ثالث	

بسامتیک کو چونکہ یونانیوں کی مدد سے سلطنت حاصل ہوئی تھی اس لئے ان کے ساتھ خاص رعایت ملحوظ رکھی۔ سوا حل بھر کی طرف بسنے کے لئے ان کو زمین عطا کی۔ فوج میں بھرتی کیا۔ اور بڑے بڑے مناصب دیئے۔

ان یونانیوں نے اپنی اولاد کو مصر میں تعلیم دلوانی شروع کی۔ زمانہ مابعد میں سولن۔ فیثاغورس۔ افلاطون اور اڈوکس وغیرہ بہت سے یونانی مشاہیر انھیں مصری درسگاہوں سے نکلے جو مصری علوم اور ان کے اصنام کو مع ان کے ناموں کے یونان میں لے گئے۔

اہل مصر ان یونانیوں سے جو ان کے ملک میں اجنبی تھے سخت ناراض تھے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ بادشاہ اس معاملہ میں ان کی کچھ نہیں سننا تو غصہ سے تقریباً ڈھائی لاکھ مصری سپاہی اپنے گھر بار اور اہل و عیال کو چھوڑ کر بڑے کی طرف ہجرت کر گئے۔ وہاں کے بادشاہ نے ان کو عزت کے ساتھ لیا اور بسنے کے لیے زمین دی۔

ان کے چلے جانے سے مصر ملکی افواج سے خالی ہو گیا اور صرف غیر ملکی یونانی سپاہی وہاں رہ گئے۔ اب بسا متیک نے اپنی غلطی محسوس کی اور اس کو بہت قلق ہوا۔

اس کے بیٹے نکاو کے عہد میں بحری بیڑہ میں اضافہ کیا گیا۔ اس نے شام پر حملہ کر کے یہود کے رئیس یوشیا کو قتل کیا۔ والی اشور تختہ ناصر کو جب اس حملہ کی اطلاع ملی تو اس نے فوراً پہنچ کر اس کو شکست دی جس کی وجہ سے وہ بھاگ مصر واپس گیا۔

اینسویں خاندان کے بادشاہ سیتی اول نے دریائے نیل کو قلعزم سے ملانے کا کام جو نامکمل چھوڑا تھا اس کو نکاو نے پورا کیا اور مقام تل بسط کے جنوب میں نیل سے ایک نہر کاٹ کر قلعزم میں لا کر گرا دی۔

وح ایرع نے اپنے عہد میں نجات نصیر کو شکست دی۔ اس سے اس کو دل میں تکبر پیدا ہو گیا۔ اہل مصر اس کی وجہ سے اس سے بیزار ہو گئے۔ اسی درمیان میں لیبیا اور یونان میں جنگ شروع ہوئی۔ اہل لیبیا نے اس سے امداد چاہی اس نے یونانی فوج کو یونانیوں کے مقابل میں بھیجا مصلحت کے خلاف سمجھا۔ اس لئے مصری فوج کو جانے کا حکم دیا۔ انہوں نے یہ خیال کر کے کہ یہ زراعت حقیر ہم کو ہلاکت کے لئے بھیجتا ہے جانے سے انکار کیا۔ اور بغاوت کر دی۔ وح ایرع نے ان کے سمجھانے کے لئے اپنے ایک معتد احمس کو بھیجا۔ فوج نے اسی کو بادشاہ بنا لیا جس پر وہ بھی راضی ہو گیا۔ ان کو ساتھ لے کر قصر شاہی پر حملہ کیا۔ یونانی فوج نے مدافعت کی جس کی تعداد تیس ہزار تھی۔ مگر شکست کھا گئی۔ وح ایرع گرفتار ہوا۔ احمس اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہتا تھا مگر فوج نے زندہ نہ چھوڑا۔

احمس نے اپنی دانائی اور حسن سیاست سے اندرونی انتظام ایسا درست کیا کہ ملک خوش حال ہو گیا۔ اس نے پرانے شاہی خاندان میں بسامتیک اول کی پوتی سے شادی کی۔ نیز یونانیوں کی دلہی کے لئے ان کے رئیس اگنیریلوس کی بیٹی سے بھی۔ اور دونوں فریقوں کو خوش رکھا۔

اس کا بیٹا بسامتیک ثالث جو بسامتیک اول کی پوتی کے شکم سے تھا چھ مہینے تخت پر بیٹھا تھا کہ ایرانی بادشاہ قمبیز نے مصر پر چڑھائی کی۔ فریقین کا مقابلہ فرمایا ہوا۔ قمبیز نے چالاکی سے فوج کے آگے اُن حیوانات کو رکھا تھا جن کو اہل مصر مقدس مانتے تھے۔ اس وجہ سے مصری تیر وغیرہ نہ چلا سکے۔ صرف یونانیوں

نے مقابلہ کیا مگر وہ بہت جلد شکست کھا گئے۔ بائٹیک گرفتار ہو کر قتل کیا گیا۔

(۲۷) فارسی

مدت حکومت ۱۲۹ سال۔ عدد ملوک ۷

۱	قمبیز	۵
۲	دارا اول	۳۶
۳	شیارش اول	۳۱
۴	ارتخشارش اول	۳۸
۵	شیارش ثانی	ایک ماہ ۵ روز
۶	سوغدیانس	۵۶
۷	دارا ثانی	۱۹ سال

قمبیز کے بہن پسر اسفندیاریہ جس نے ایرانی مورخوں کے بیان کے مطابق ہفت اقلیم کو مستر کر ڈالا تھا۔ ابوالقدار نے اسی کو کورش قرار دیا ہے جس کا ذکر توریت میں ہے۔ لیکن اکثر مورخ کورش اسفندیار کو لکھتے ہیں اور یہی قرین قیاس ہے کیونکہ قمبیز کا زمانہ کورش کے بعد پڑتا ہے۔

ملوک کی یہ فہرست جو ہم نے مصری تاریخوں سے نقل کی ہے تمام ایرانی تاریخوں کے خلاف ہے۔ حمزہ اصفہانی اور دوسرے معتبر مورخین عجم لکھتے ہیں کہ بہمن کی جانشین اس کی بیٹی ہمارے چہرہ زاد ہوئی جو اس کی بیوی بھی تھی اور بروقت وفات کے باردار تھی۔ اس کے شکم سے دارا اول جس کو داریوش عظم کہتے ہیں پیدا ہوا۔ اور تیس سال کی عمر میں تخت پر بیٹھا۔ اس کا بیٹا دارا ثانی تھا جس کے

عمد میں سکندر مقدونی نے ایران فتح کر لیا کے بھن کا عہد ۱۲۰ سال تھا۔ ہمارے چہرہ زاد کا ۳۰ دارے اول کا ۱۲- اور دارے ثانی کا ۱۹ سال۔ درحقیقت اس موقع پر مصری مورخوں نے ایرانی بادشاہوں اور ان کے بابل کے ناموں کے ناموں کو جو مصر کے ہم سرحد تھے یا ہم مخلوط کر دیا ہے۔
 قہیز نے جب مصر کو فتح کر لیا تو اس کے رعب شوکت کو دیکھ کر لبیا والوں نے بھی بلا جنگ طاعت قبول کر لی۔

اب قہیز نے ایک بحری فوج قرطاجنہ (تونس) فتح کرنے کے لئے روانہ کی جس میں فینیقی سپاہی تھے۔ ان لوگوں نے وہاں پہنچ کر بوجہ قربتوں اور رشتہ داریوں کے ان کے ساتھ لڑنا پسند نہ کیا۔

دوسری فوج جس کی تعداد پچاس ہزار تھی واح سیوہ (واح آمون) کی طرف بھیجی اور ان کو حکم دیا کہ جا کر مشتری کا ہیکل منہدم کر دیں۔ یہ لوگ بھول کر صحارے میں پڑ گئے۔ وہاں کی بادِ سموم سے بچنے کے لئے بحرِ رمل کی طرف بھاگے جس میں سب کے سب غرق ہو گئے۔

تیسری فوج خود لے کر بقرہ پر چڑھائی کی۔ لیکن راستہ نہ ملا اور بے آب گیاہ ریگستانوں میں جا پڑے۔ جہاں سب کے سب تباہ ہو گئے۔ صرف قہیز ایک مختصر جماعت کے ساتھ مشکل سے جانبر ہو سکا۔

ان پیہم ناکامیوں کا اس کے اوپر یہ اثر پڑا کہ جہاں وہ عادل۔ مدبر اور فرزاد تھا وہاں ظالم۔ مغلوب الغضب اور بد تدبیر ہو گیا۔ مصریوں کے دیوتاؤں کی لہانت کی۔ ان کے قدیمی گورستانوں کے ذخائر لوٹ لئے۔ عجمیوں کو زندہ گروانے لگا۔

اپنے وزیر فرسائپ کو ایران میں بھیج کر اپنے بھائی سمر دیس کو قتل کرایا۔ اپنی بہن کو جو اس کی بیوی بھی تھی جان سے مار ڈالا۔ اور اسی قسم کی دیگر حرکات اس سے سرزد ہونے لگیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ اس کا دماغ مغل ہو گیا ہے۔ اس کے بعد دارا اول تخت نشین ہوا۔ اس نے مصریوں کی دلجوئی کی۔ اور ان کے معبودوں اور عبادت خانوں کی جن کو قبیر نے نقصان پہنچایا تھا مرمت کرائی۔ جب فتح کے بعد میں داخل ہوا تو رمیس اکبر کے بت کی تعظیم کی اور کاہنوں سے کہا کہ میرا بھی ایک بت اس کے برابر نصب کر دو۔ اُنہوں نے انکار کیا اور بولے کہ نہ تم نے اُس قدر فتوحات کی ہیں نہ اُس کے برابر تمہارا درجہ ہے۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں ایسا ہی ہو۔ میں آرزو رکھتا ہوں کہ اس کے رُتبہ کو پہنچ جاؤں۔

دارا اگرچہ عادل اور مہربان تھا لیکن اہل مصر اجنبی حکومت سے بیزار تھے۔ چنانچہ بغاوت کر بیٹھے۔ اور ایک شخص خلیش نامی کو بادشاہ بنالیا۔ دارا چاہتا تھا کہ دوست کر تیار کرنے۔ ایک کو مصر پر بھیجے ایک کو یونان پر لیکن اس کا انتقال ہو گیا۔

اس کے بعد اس کا بیٹا شیارش اول شکرے کو مصر کی طرف آیا خلیش مقابلہ نہ کر سکا اور بھاگ گیا۔ پھر اس کا پتہ نہ چلا۔

شیارشسپت حوصلہ تھا۔ اس کے زمانہ میں کردوں نے بغاوت کی۔ یونانیوں نے ایرانی بیڑہ کو تباہ کر دیا۔ اور یہ کچھ نہ کر سکا۔ اس کے عہد میں ایرانی قوت کمزور ہو گئی۔

جب ارتخشار شہنشاہ تخت نشین ہوا اس وقت قدیمی مصری شاہی خاندان کے ایک شخص ارماتوس نے اس کے مصری نائب اٹمنس کو قتل کر ڈالا اور خود اپنے سر پر تاج رکھا۔ ایرانیوں نے آکر دوبارہ مصر فتح کیا۔

شہنشاہ ارتخشانی کو صرف ۴۵ دن حکومت کرتے گزرے تھے کہ اس کے بیٹے سوغدیانوس نے اس کو قتل کر کے تخت چاٹ لیا۔ لیکن باپ کے قاتل کے دستور کے مطابق چھ مہینے کے بعد دارا ثانی کے ہاتھوں سے وہ بھی مارا گیا۔ اس کے زمانہ میں ایران میں اختلال واقع ہو گیا۔ اس وجہ سے مصریوں نے موقع پا کر اپنی حکومت قائم کر لی اور ایک سردار امیرتیس کو بادشاہ بنایا۔

(۲۸) صاموی

اس خاندان میں صرف یہی ایک بادشاہ امیرتیس ہوا جو سات سال حکمران رہا۔ اس مدت میں اس نے مصر کے ان معبودوں اور معبودوں کی مورتیاں کرائی جو ایرانیوں کے عہد میں خراب ہو گئے تھے۔ اس کے بعد نفرتیس متغلب ہو گیا۔

(۲۹) مندسی

مدت حکومت ۲۱ سال۔ عدد ملوک ۴

۶	نفرتیس اول	۱
۱۳	اخوریس	۲
۱	بساتوتیس	۳
۴ ماہ	نفرتیس ثانی	۴

نفرتیں اول نے اسپارٹا کے بادشاہ کے ساتھ ایرانیوں سے جنگ کرنے کے لئے عہد نامہ کیا۔ اس نے فوجوں اور ساز سامان سے بھری ہوئیں کشتیاں روانہ کیں مگر ایرانیوں نے ان کو غرق کر دیا۔

انورس نے یونانی سپہ سالار تحارس کی ماتحتی میں ایک عظیم لشکر فوج تیار کی۔ ایرانی لشکر مقابلہ کے آیا مگر ناکام واپس گیا۔

اس کے عہد میں مصری علوم و فنون بہت ترقی پر تھے۔ خود یونانیوں نے بھی وہاں درس گاہیں قائم کی تھیں۔ اقلاطون وغیرہ حکما ریونان نے اسی زمانہ میں مصر آکر عین شمس، منف اور طیبہ کے کاسٹوں سے علوم حاصل کیے۔

(۳۰) سمندوی

۳۸ سال۔ حد ملوک ۳

۱ نکتانیوس اول ۱۸

۲ تماخو ۲

۳ نکتانیوس ثانی ۱۸

نکتانیوس اول کے زمانہ میں ایرانیوں نے پھر مصر پر حملہ کیا لیکن مصری فوجوں نے جن کی قیادت کارآزمودہ یونانی سپہ داروں کے ہاتھوں میں تھی شکست دے کر ان کو پسپا کر دیا۔

اس بادشاہ کے کتے کرنک اور خونسو کے ہیکلوں میں موجود ہیں۔

تماخو نے اٹھارہ ہزار مصریوں اور دس ہزار یونانیوں کا لشکر ترتیب دیا اور جنگی کشتیاں تیار کر کے امیر ابٹون پر جو قینقیہ میں حکمراں تھا چڑھائی کی۔

اہل ملک نے اس جنگ کو غیر مفید سمجھ کر اس کو معزول کر دیا۔ اور نکلتا تو شانی کو بادشاہ بنایا۔ اس کے زمانہ میں اوخوس شاہ ایران نے مصر کو فتح کر لیا۔

(۳۱) فارسی

مدت حکومت ۸ سال - عدد ولوک ۳

اوخوس ظالم و سفاک تھا۔ کسی نے زہر پے کر اس کو مار ڈالا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا اریس تخت پر آیا۔ دو سال حکمران رہا۔ اس کی جگہ دارا ثالث نے لی جو اس کا قریبی رشتہ دار تھا۔ اس کے زمانہ میں سکندر کا ظہور ہوا جس نے شام اور مصر کو فتح کر لیا۔ یونانی ۳۳۲ ق م سے ۳۰ ق م تک قابض رہے۔ دو خاندان حکمران ہوئے۔ مقدونی اور بطلمیوسی۔

(۳۲) مقدونی

۹ سال

سکندر مقدونیہ کے فرماں روا قلیبس کا بیٹا اور مشہور یونانی حکیم و سلاطین کا شاگرد تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد ۳۰ سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ ایرانیوں کے مقابلہ کے لئے ایک فوج گراں لے ہوئے دروینال سے اتر کر پیش قدمی کی۔ اثا طلیہ میں دریائے غرانیکوس پر مقابلہ ہوا۔ سخت جنگ کے بعد ایرانیوں نے ہزیمت اٹھائی۔ سکندر وہاں سے قبضہ کرتا ہوا مصر آیا۔ یہاں ہر شے کو اس نے بدستور رہنے دیا۔ نہ بند و بست ملکی میں کسی قسم کا تغیر کیا نہ معاملات دینی میں۔ اپنے ایک معتمد وینوقراطس سے ساحل بحر پر ایک شہر تعمیر کرایا جس کا نام اسکندریہ

۱۵ ایرانی تاریخوں میں دارائے ثالث کا وجود نہیں۔ سکندر دارائے ثانی کے عہد میں آیا تھا۔

رکھا۔ اس کے بعد مجد آمون کی زیارت کو گیا۔ اسی سفر میں طرابلس غلب پر بھی جنگ کے قبضہ کر لیا۔ جیٹ اپس آیا تو مصر میں اقلیو نیڈس کو اپنا نائب مقرر کر کے ایران کی طرف چلا۔ دارانے پوری قوت سے مقابلہ کیا۔ لیکن دریائے فرات کے ساحل پر شکست کھائی۔ اور اپنے امیروں کے ہاتھ سے مقتول ہوا۔ سکندر نے ایران اور پھر ہندوستان فتح کیا۔ واپسی میں بابل پر قبضہ کر کے چاہتا تھا کہ اسی کو اپنا پایہ تخت بنائے مگر موت نے نعت ندوی۔ اس کا جثہ مصر میں لا کر اس کے تعمیر کردہ شہر میں دفن کیا گیا۔

(۳۳) بطلمیوسی (بطالسمہ)

مدت حکومت ۲۹۳ سال۔ عدد ولوک ۱۴

۱	بطلمیوس اول (سوتر)	۳۹
۲	دوم (فیلادلفوس)	۴۰
۳	سوم (افرجیت اول)	۲۵
۴	چہارم (فیلوپاتور)	۱۷
۵	پنجیم (ایفان)	۲۴
۶	ششم (فیلومار)	۳۵
۷	ہفتم (افرجیت ثانی)	۲۹
۸	ہشتم (سوتر ثانی)	۱۷
۹	نہم	...
۱۰	دہم (سکندر ثانی)	۸

۱۱	بطليموس يازدهم (اوٹیس)	۲۹
۱۲	دوازدهم (دونیسیوس)	۵
۱۳	سیزدہم	۲
۱۴	ملکہ قلیو بطرا	۲۲

بطليموس اول سکندر کی طرف سے بابل میں نائب تھا۔ سکندر کی موت کے بعد جب مقدونیہ کی قوت خانگی نزاعوں سے مضطرب ہو گئی اُس وقت اس نے مصر میں آکر بالاستقلال اپنی حکومت قائم کر لی۔ اور اسکندریہ کو پایہ تخت بنایا۔ پھر تونس۔ اور مصری سرحد کے متصل بلاد عربیہ نیز جزیرہ قبرص اور جزائر بحر ابيض پر قابض ہوا۔ اسکندریہ میں جہازوں کی رہنمائی کے لیے ایک عظیم الشان منارہ تعمیر کرایا۔ اور ایک مدرسہ و کتب خانہ بھی قائم کیا۔ چنانچہ تھوڑے دنوں میں یہ شہر علوم و معارف اور ثروت و تجارت میں نامور ہو گیا۔

بطليموس ثانی نے جو بطليموس اول کا بیٹا تھا اپنے عہد میں تو ریت کا ترجمہ عبرانی سے یونانی میں کرایا جس کے لیے ستر ہجودی سلار جمع کیے گئے تھے۔ اسی حکم سے مائیشو کاہن نے مصر کی تاریخ لکھی تھی۔ اس نے نمرسوز کی بھی تجزیہ و ترمیم کی۔

بطليموس سوم نے نوبیا کو فتح کیا۔ پھر شام پر قبضہ کرتا ہوا دریائے فرات سے بھی آگے بڑھ گیا۔ اور ایرانیوں سے وہ تمام ذخیرے جو مصر کے ہیکلوں اور معبدوں سے قبضہ کے زمانہ میں گئے تھے واپس لایا اور ان کے مجاوروں کے حوالہ کر دیا۔ اس کے بیٹے بطليموس چہارم نے اوفو کا ہیکل جو لقمہ اور اصوان کے درمیان

واقع ہو تعمیر کرایا۔ یہ ظالم اور عیش پرست تھا۔ اس کا بیٹا بطلموس پنجم بھی لہو و لعب اور عیش و عشرت میں رہا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا کم سن لڑکا بطلموس ششم تخت نشین ہوا۔ اس کی ماں اس کی طرف سے سلطنت کا کام کرتی تھی۔ اسی زمانہ میں شامیوں نے آکر مصر پر تسلط کر لیا مگر چوتھے سال نکال دیئے گئے۔

بطلموس ہفتم ظالم اور بے تدبیر تھا۔ لیکن علم کا ذوق رکھتا تھا۔ بعض مورخین کا بیان ہے کہ اس نے ۲۴ کتابیں تصنیف کی تھیں جن میں سے بیشتر علم الحیوانات میں تھیں۔ دسویں بطلموس کے بعد اس خاندان میں کوئی شخص حکومت کے قابل نہ رہا۔ اس جہ سے یونانیوں نے اپنی قوم کے ایک میرا ولیٹس کو بادشاہ بنا لیا۔ یہ شخص موسیقی کا عاشق تھا اور سلطنت کے مہمات سے غافل۔ اس کے عہد میں حکومت میں اضطراب رہا۔

بارہویں بطلموس کی بیوی اس کی بہن قلیوبطراتی جو چاہتی تھی کہ حکومت خود اپنے ہاتھ میں لے۔ وزیرانے اس کو مصر سے نکال دیا۔ وہ شام میں چلی گئی۔ جولیس قیصر نے اس کی مدد کی اور مصر کو فتح کر کے اس کے بھائی کو دریائے نیل میں غرق کرادیا۔

قلیوبطراتی اب اپنے دوسرے بھائی بطلموس سیزوہم کے ساتھ شادی کی۔ مگر اس کو چھوڑ کر پھر قیصر مذکور کے پاس چلی گئی۔ وہاں سے دو سال کے بعد واپس آکر اس کو بھی زہر دے کر مار ڈالا اور خود حکمراں ہو گئی۔

اس زمانہ میں دوردی امیر انتونیوس اور اوکتافیوس بروٹس کے مابین جنگ میں مصروف تھے۔ قلیوبطراتی بروٹس کی بحری بیڑہ سے مدد کی۔ اس سے

پہلے اس کے شکم سے ایک بچہ پیدا ہو چکا تھا جس کا نام اس کے باپ قیصر کی نسبت سے قیصر ون رکھا گیا تھا۔ اور اسی کے نام سے یہ حکومت کرتی تھی۔ اس وجہ سے انتونینوس نے اس کو بروٹس کی امداد کا مجرم گردان کر محاکمہ کے لئے طرسوس میں طلب کیا۔

یہ ملکہ حیس اور عیثا رتھی۔ آراستہ و پیراستہ ہو کر ایسی زیب زینت سے ہاں پہنچی کہ انتونینوس فریفتہ ہو گیا۔ اور جو کچھ اس نے چاہا وہی لکھ دیا۔ پھر اس کے ساتھ شادی کر لی اور مصر چلا آیا۔ اور اپنی پہلی بیوی کو جو اس کے شریک کار و کتافیو کی بیٹی تھی چھوڑ دیا۔ قلیوبطر کو قیصر کی بیوی اور قیصر ون کی ماں ہونے کی وجہ سے شہنشاہ سلیم کا خطاب دیا۔ اس نے اس پر بھی بس نہ کیا اور اپنا لقب ایزیس (جدید معبود) رکھا۔

رومی مجلس نے واقعات سے اطلاع پا کر سترہ ق م میں مصر پر لشکر کشی کی۔ اور اوکتافیوس کو بیڑہ دے کر روانہ کیا۔ انتونینوس نے مقابلہ کے لئے پانچ سو جنگی جہاز تیار کیئے۔ ملکہ قلیوبطر ابھی ۶۰ کشتیوں کا بیڑہ لے کر اس کے ساتھ گئی۔ مگر اوکتافیوس کی قوت زبردست دیکھ کر نحفی طور پر اس کے ساتھ ساز باز کر لیا اور واپس چلی آئی۔ انتونینوس نے جیسا کہ جہازوں کو دیکھا کہ سمندر کی موجیں چیرتے ہوئے مصر کی سمت جا رہے ہیں تو وہ بھی پیچھے پیچھے اسکندریہ میں آیا۔ اس کی بیڑہ شکست کھا گیا۔ ملکہ نے یہ سمجھ کر کہ اب وہ اس کی حمایت سے قاصر ہو اپنے آپ کو نحفی کر لیا۔ اور خود کشی کی افواہ اڑا دی۔ اس کشتہ عشق کو اب زندگی کا کیا لطف تھا اس نے بھی خود کشی کر ڈالی۔ مرتے وقت اس فریب پر مطلع ہوا مگر

اب کیا ہو سکتا تھا۔
 قیلولہ پرانے اوکتافوس کو بھی اپنے دام تزد پر پھنسانا چاہا لیکن کامیاب نہ ہو سکی۔
 آخر موت کا فرمان اس کو سنا دیا گیا۔ جس میں اختیار دیا گیا تھا کہ وہ مرنے کے لئے
 جو صورت چاہے اختیار کرے۔ اس نے غیر کے ہاتھوں قتل ہونے کے بجائے یہی
 مناسب سمجھا کہ اپنے ہاتھ سے زہر کا پیالہ پی کر جان دے۔ جس سے ۱۵ اگست ۳۰
 ق م میں اس کا اور اس کے ساتھ مصر سے یونانی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

(۳۴) رومی

بدلت حکومت ۶۰۰ سال ۳۰ ق م سے ۶۴۰ء تک

رومی فاتح اوکتافوس نے جو قیصر اگسٹس کے لقب سے مشہور ہوا
 سکندر اعظم کی طرح اہل مصر کے دین رسوم اور امور حکومت میں کسی قسم کا تغیر نہیں کیا۔
 اس کے عہد سے ملک مصر رومی سلطنت کا ایک صوبہ ہو گیا اور دربار رومیوں کی طرف
 سے یہاں کے والی مقرر ہونے لگے۔ ان میں سے جن کے نام معلوم ہو سکے ذیل میں
 درج ہیں۔

۱	قورنیلیوس غالوس	
۲	بطرینیوس	۸
۳	طیباریوس	۳۲
۴	غاینوس	۴
۵	قیلودیوس	۱۴
۶	قارون	۱۴

۷	طیطوس	۷
۱۵	دومطیانوس	۸
۲۱	اذریانوس	۹
۱۳	قوموروس	۱۰
۲۱	دقلطیانوس	۱۱

قورنیلیوس نے پہلے آکر مصری حکومت کا نظام درست کیا۔ اور رعایا کی رفاہیت کی کوشش کی لیکن بعد میں متکبر ہو گیا۔ اور شاہانہ سطوت کے ساتھ مصریوں پر سختی کرنے لگا۔ اپنے بڑے بڑے بت ترشوا کر عام مناظر پر نصب کرائے۔ تھوڑے دنوں کے بعد کسی سیاسی جرم پر دوبارہ رومانی اس کو معزول کر دیا جس کی وجہ سے اس نے خودکشی کر لی۔

بطر نیوس نے اگسٹس کے حکم سے بلاد عرب پر فوج کشی کی۔ اول اول کچھ فتوحات ہوئیں لیکن آخر میں عرب کی جو کسی کی حکومت برداشت نہیں کر سکتے متواتر تاخت و تاراج سے بہت نقصان اٹھا کر واپس آنا پڑا۔ اس کی غیبت میں موقع پا کر ادھر سودانیوں نے اپنے سردار قنڈافہ کی معیت میں مصر پر چڑھائی کر کے اصوان اور اس کے توابع پر قبضہ کر لیا تھا۔ بڑی مشکلوں سے ان کو نکالا۔ قیصر اگسٹس کے عہد حکومت کے تیسویں سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی جس کے ۴۴ سال بعد اس نے وفات پائی۔

طیبار یوس نے اپنے زمانہ میں شام کا مشہور شہر طیباریہ آباد کرایا تھا۔ قلیودیوس کے زمانہ میں نصرانیت کے مشہور داعی شمعون قید کیے گئے تھے

جو رہا ہونے پر انطاکہ ہوتے ہوئے روما پہنچے۔ وہاں قیصر کی بیگم نے اس دین کو اختیار کر لیا۔

قارون (نیرون) نے اپنے زمانہ میں بولص اور بطرس اعیان سیت کو قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد طیطوس آیا۔ اس نے بیت المقدس پر چڑھائی کی اور یہودیوں کی ایک جماعت کو پکڑ کر قید کیا اور بیچ ڈالا۔

دو مٹیائونس نے بھی یہود پر سختیاں کیں۔ اور یانوس کے عہد میں حکیم بطیلموس تھا جس نے کتاب مجسطی لکھی۔ اور قورموروس کا ہم عصر جالینوس تھا۔ اس کے زمانہ میں مصر میں کثرت کے ساتھ نصرانیت کی اشاعت ہوئی۔ وقلطیا توکر نے عیسائیت کا نہایت سختی کے ساتھ مقابلہ کیا اور بہت سے مصریوں کو ذبح کر ڈالا۔ چنانچہ اہل مصر نے اپنا سن قطبی انھیں شہدار کی یادگار میں اسی زمانہ سے مقرر کیا ہے۔ یہی مصر کا آخری بت پرست حاکم تھا اس کے بعد سچی دُور شروع ہوا جس کی دلاۃ رومی نصارے رہے۔

رومیوں نے اہل مصر کو حکومت میں بہت کم حصہ دیا تھا اور ان کی ہر چیز زمین۔ باغ۔ مویشی۔ اثاثہ البیت یہاں تک کہ راستہ سے گزرنے والے زندوں اور قبرستان میں جانے والے مُردوں پر بھی محصول لگایا تھا جس کی وجہ سے وہ محتاج ہو گئے اور ان کی علمی۔ ادبی اور تاریخی شان مٹ گئی۔

اس کے علاوہ مصر میں دین سچی پہنچنے کے بعد جب باشندے اس کو اختیار کرنے لگے تو رومیوں نے جو اس وقت بت پرست تھے ان پر بہت سختیاں کیں۔ ۳۷۰ء میں قسطنطین اعظم نے اپنی تخت نشینی کے پہلے سال جب اس دین کو اختیار

کر لیا اور اسی کو سلطنت کا مذہب قرار دیا تو اہل مصر کو کسی قدر پناہ ملی۔ لیکن مسیحؑ میں قیصر تھیودوسیوس نے زمام حکومت ہاتھ میں لیتے ہی فرمان جاری کر دیا کہ سلطنت کے تمام باشندے عیسائی بنائے جائیں۔ اس حکم کی بنیاد پر مصری بت پرستوں کی عبادت گاہیں ڈھادی گئیں اور ان پر وہ مظالم کئے گئے جو ان کے پہلے مصری عیسائیوں پر بھی نہیں ہوئے تھے۔

اسی درمیان میں نصائے میں تفرقہ واقع ہو گیا۔ اور یعقوبی اور ملکی دو فریق ہو گئے۔

یعقوبیوں کا عقیدہ یہ تھا کہ مسیح کے اندر الوہیت اور بشریت دونوں مجتمع ہوئیں۔ پہلے وہ نفس لاہوتی تھے۔ تجدد میں ناسوتی ہوئے۔ پھر اپنی اصلی حالت پر عود کر گئے۔

ملکی کہتے تھے کہ ابن غیر مخلوق ہی وہ ازل سے باپ سے مولود اور اس کا جوہر اور نور ہو۔ وہی اُس انسان کے ساتھ جو مریم کے شکم سے پیدا ہوا متحد ہو کر ایک بن گیا جس کا نام مسیح رکھا گیا۔

یہ اختلاف چونکہ جوہری اور خود حقیقت مسیح کے متعلق تھا اس وجہ سے دونوں فرقوں میں سخت نزاع قائم ہوئی۔ اس کے فیصلہ کے لئے قیصر مرقیاؤس نے پایائے روم کے مشورہ سے مقام خلقدونیہ میں مسیحی علماء کا مجمع کیا۔ انھوں نے بحث و مناظرہ کے بعد یہ طے کیا کہ دیوستورس اسکندریہ کا بطریق جو یعقوبی عقیدہ کا بانی ہو غلطی پر ہو لہذا اپنے منصب سے معزول کیا جائے اور ہر قسم کی کہنوتی خدمات اس سے نکال لی جائیں۔ جو شخص اس کے عقیدہ کو اختیار کرے

واجب القتل ہو۔

اہل مصر تمام تر یعقوبی تھے۔ اور رومی سب کے سب ملکی۔ اس وجہ سے ان پر سختیاں کرنے لگے۔ لیکن وہ مقابلہ کے لیے پختگی کے ساتھ آمادہ ہو گئے۔ اور آخر کار بہت جھگڑوں کے بعد ایک یعقوبی بطریق کی کرسی انھوں نے قائم کر لی۔ مگر رومی حکام بوجہ تعصب مذہبی کے برابر ان پر ظلم و ستم توڑتے رہے۔ اس وجہ سے اہل مصر نہ صرف سیاسی بلکہ مذہبی حیثیت سے بھی رومیوں سے الگ و دان کی حکومت سے سخت بیزار ہو گئے۔ اور ان کی زبان۔ رسم اور لباس وغیرہ ہر چیز کو چھوڑ دیا۔ ۳۹۵ء میں رومی سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ مغربی حصہ کا پایہ تخت رومۃ الکبریٰ رہا اور مشرقی کا قسطنطنیہ قرار پایا جس کے ماتحت شام و مصر تھے۔ اس کی سرحدیں چونکہ ایران سے ملی ہوئی تھیں اس وجہ سے اکثر ان کے ساتھ لڑائیاں رہتی تھیں۔

۳۹۵ء میں جب ہرقل قسطنطنیہ کے تخت پر بیٹھا تو اس کی غفلت اور عیش پرستی کو دیکھ کر ایرانیوں نے ۳۹۵ء میں چڑھائی کر دی۔ اور شام اور فلسطین لیتے ہوئے مصر پر بڑھے۔ رومی سپہ سالار نیکیتاس مقابلہ سے عاجز رہا اور مصر سے چلا گیا۔ ایرانی وہاں قابض ہو گئے۔ انھوں نے اہل مصر کے مذہب میں سخت انداز نہیں کی اور ان کو آزاد چھوڑ دیا اس وجہ سے اس مشرقی دولت کے سایہ میں ان کو امن نصیب ہوا۔ اور انھوں نے اپنے ہر و لغز پر پیشوا بنیامین کو مصر کے بطریق کی کرسی پر لا کر بٹھایا۔ جس کی تمام ملک میں خوشی منائی گئی۔ لیکن یہ خوشی زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہی۔ کیونکہ ہرقل نے خواب غفلت سے

بیدار ہو کر ۶۲۲ء میں تیاری کر کے ایرانیوں پر حملہ کیا۔ اور ان کو شام و فلسطین سے نکال کر ۶۲۳ء میں مصر بھی واپس لے لیا۔ اور جو شش انتقام میں مصریوں پر سختیاں شروع کیں۔ بنیامین اس کے خوف سے وادی نظروں کی طرف بھاگ کر روپوش ہو گیا۔ اس کا بھائی میتا گرفتار ہوا۔ رومیوں نے اس کو مجبور کیا کہ غلقدونی عقیدہ کو تسلیم کرے۔ اس نے انکار کیا۔ اس پر مشعل سے اس کے چہرہ کو یہاں تک جلایا کہ اس کی پیشانی سے زمیں پر چربی ٹپکنے لگی۔ گردہ اپنے قول پر قائم رہا۔ رومیوں نے ایک ایک کر کے اس کے دانت اٹھاڑے۔ اس پر بھی وہ اپنے عقیدہ سے نہیں پھرا۔ پھر اس کو ریت کے پھیلے میں ڈال کر ساحل پر لے گئے اور تین بار کہا کہ غلقدونی عقیدہ کو مان لے تو جان بخشی کر دی جائے گی۔ جب اس نے نہیں مانا تو سمندریں غرق کر دیا گیا۔ اہل مصر ان سختیوں سے نالاں تھے۔ اور چاہتے تھے کہ کسی طرح رومی یہاں سے نکل جائیں۔

ہرقل نے ایک قبلی شہزادے کو قسطنطنیہ میں اپنے پاس کھ کر تربیت دیا تھا۔ جو بخلاف اپنی قوم کے ملکی فرقہ کا تھا اور یعقوبیوں کے تعصب کھتا تھا۔ قیصر نے مصریوں کی نہ سہی سہا کے لئے اس کو وہاں کا والی بنادیا کچھ دنوں کے بعد رومیوں کے مظالم دیکھ کر وہ بھی درپردہ یعقوبی اور اپنی قوم کا طرفدار ہو گیا جس کی وجہ سے اس میں اور زخمی فواج کے امیر قیس میں جو سخت تشعب ملکی تھا مخالفت ہو گئی تھی۔ اسی عہد میں ۶۲۹ء میں نامہ نبوی عظیم القبط کے نام حاطب بن ابی بلتہ لے کر مصر گئے تھے۔ وہ اسلام تو نہیں لایا مگر ایک خیر جس کا نام لال تھا اور نو نڈیاں مع دیگر تحفہ ہدایا کے بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھیجیں۔ ان میں سے ایک راہبہ قبطہ تھیں جن کے بطن سے آنحضرت کے بیٹے ابراہیم پیدا ہوئے۔ اس طرح پراگتہ پراگتہ اہل مصر کا رعبی کے ساتھ قائم

عہد اسلامی

۱۸۱۰ء مطابق ۱۲۳۹ء میں مصر پر اسلامی حملہ ہوا۔ اور دو سال کے اندر حضرت عمرو بن عاص نے مصر اور اس کے ساتھ برقہ اور طرابلس کو بھی فتح کر لیا۔ اس وقت سے آج تک یہ ملک مسلمانوں کے زیر نگیں ہے۔

مورخین نے عہد اسلامی کو بارہ ادوار میں تقسیم کیا ہے۔

۱	خلافت راشدہ	۱۸ء سے ۴۱ء تک	مطابق ۶۳۹ء سے ۶۶۱ء تک
۲	بنی امیہ	۴۱ء سے ۱۳۲ء	۶۶۱ء سے ۷۵۰ء
۳	عباسی بار اول	۱۳۲ء سے ۲۵۷ء	۷۵۰ء سے ۸۷۰ء
۴	طولونی	۲۵۷ء سے ۴۹۲ء	۸۷۰ء سے ۹۰۵ء
۵	عباسی بار دوم	۴۹۲ء سے ۳۲۳ء	۹۰۵ء سے ۹۳۲ء
۶	افشیدی	۳۲۳ء سے ۳۵۸ء	۹۳۲ء سے ۹۶۹ء
۷	فاطمی	۳۵۸ء سے ۵۶۷ء	۹۶۹ء سے ۱۱۷۱ء
۸	ایوبی	۵۶۷ء سے ۶۴۸ء	۱۱۷۱ء سے ۱۲۵۰ء
۹	مالیک بحری	۶۴۸ء سے ۷۸۲ء	۱۲۵۰ء سے ۱۳۸۲ء
۱۰	مالیک چرکسی (برجی)	۷۸۲ء سے ۹۲۳ء	۱۳۸۲ء سے ۱۵۱۷ء
۱۱	عثمانی	۹۲۳ء سے ۱۲۱۶ء	۱۵۱۷ء سے ۱۸۰۱ء
۱۲	خدیوی (محمد علی)	۱۲۱۶ء سے ۱۸۰۱ء	۱۸۰۱ء سے ۱۸۰۱ء

خلافت راشدہ

۱۰ھ سے ۴۰ھ تک

عمر بن عاصؓ

تاریخ الامت حصہ دوم میں ہم فتح مصر کی کیفیت مجملًا اور سیرۃ عمر بن عاصؓ میں مفصلاً لکھ چکے ہیں اس لیے اس موقع پر اس کو دہرانے کی ضرورت نہیں۔ خلافت راشدہ میں اس کے سب سے پہلے والی خود فاتح مصر حضرت عمر بن عاصؓ تھے۔ اُنہوں نے مصر کا انتظام اسلامی عدل و انصاف کے اصول پر کیا۔ ہر قسم کے ظلم و ستم جو زمانہ سابق سے وہاں کی رعایا پر ہوتے تھے مٹا دیئے۔ باشندوں کی مجموعی کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ فرمائی۔ دینی اُمور میں اُن کو پوری آزادی بخشی۔ جان۔ مال۔ جائیداد۔ اولاد اور عزت و حرمت وغیرہ ہر چیز کی حفاظت کا اطمینان دلایا۔ ان کے ہر دلعزیز پیشوا بنیامین کو جو تیرہ سال سے رومیوں کے ڈر سے مخفی تھا اماں نامہ لکھ کر بلوایا اور اسکندریہ میں بطریق کی کرسی عطا کی۔ نیز اس نے کینسہ کے متعلق جو جو درخواستیں کیں ان کو منظور فرمایا۔

ملکی نظم و نسق کے لیے جن جن کرکار کن اور لائق لوگوں کو رکھا۔ مقدمات کے فیصلوں کے لیے جا بجا قضاۃ مقرر کیئے۔ خراج کی تحصیل خود قبیلوں کے سپرد کی اور دفتر بھی انھیں کی زبان میں رہنے دیا۔

ان کی نگاہ میں یعقوبی۔ ملکی۔ یہودی۔ نصرانی۔ مشرک اور ستارہ پرست سب یکساں تھے اور ہر ایک کے ساتھ ہمدردی اور شفقت کا برتاؤ رکھتے تھے

جس کی وجہ سے اہل ملک ان کے احسان کے گرویدہ ہو گئے۔ اور ان کے انصاف حسن سلوک و مساوات کو دیکھ کر جو جو دین اسلام میں داخل ہوئے اور رفتہ رفتہ عربی اخلاق۔ عربی لباس بلکہ عربی زبان بھی اختیار کرنے لگے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زمانہ مابعد میں مصر اسلامی علوم اور تہذیب کا ایک بڑا مرکز بن گیا۔ اور زوال بغداد سے توحضارۃ اسلامی کا علمبردار وہی ہوا۔
عمر بن عاص نے خلیفہ ثانی کے حکم سے شہر فسطاط کو آباد کر کے دارالامارہ قرار دیا۔ اور ایک جامع بھی تعمیر کرائی جو آج تک ان کی یادگار ہے۔

نہرامیر المومنین

قبضہ مصر کے پہلے ہی سال عرب میں سخت قحط پڑا جو عام الرمادہ کے نام سے مشہور ہے اس لیے انھوں نے مصر سے عرب میں غلہ کی تجارت کے لیے ایک نہر دریائے نیل سے نکال کر قلزم میں ملا دی۔ یہ وہ نہر تھی جس کو سیسی اول (خاندان ۱۹) نے کھدوانا شروع کیا تھا اور نکاؤ (خاندان ۲۶) نے اس کی تکمیل کی تھی لیکن رومیوں کی غفلت سے خراب ہو گئی تھی۔ عمرو بن عاص نے فسطاط کے کنارہ سے

۱۰ ہیرڈوٹس مورخ نے لکھا ہے کہ مصر میں دو ہزار شہریں۔ اور ڈیوڈورس نے اپنے زمانہ میں اس کی مردم شماری ۷۰ لاکھ اور پوسیفوس نے ۷۵ لاکھ لکھی ہے۔ عہد اسلامی میں یہ تعداد دو کروڑ تک پہنچ گئی تھی لیکن خلفائے فاطمیہ اور ممالیک کے زمانوں میں اندرونی فتنوں۔ شورشوں۔ بلاؤں و وباؤں اور قحطوں اور سبب بڑھ کر بدظیموں کی وجہ سے گھٹ کر صرف تیس تیس لاکھ رہ گئی۔ خدیوی عہد سے پھر ترقی پر ہو۔ اب وہاں کی آبادی تقریباً ڈیڑھ کروڑ ہے جس میں سے کم و بیش ایک ملین غیر مسلم ہیں۔ اسی میں قبطی بھی شامل ہیں اور آفاقی بھی۔ اور باقی کل مسلمان۔

اس کو کھدوانا شروع کیا اور عین شمس اور وادی طیسات سے لاکر شہر قلزم کے متصل بحیرہ میں گرا دیا۔ اس کا طول ۸ میل تھا اور صرف چھ مہینے میں طیار ہو گئی تھی۔ پہلے ہی سال اس کے ذریعے سے ساٹھ ہزار ادب غلہ مصر سے عرب میں آیا۔ اُسی وقت سے تجارتی کشتیاں مصر سے عرب میں آنے لگیں۔ خلیفہ عمر بن عبد العزیز کے بعد والیوں کی غفلت سے اس کی مرمت نہ ہوئی جس کی وجہ اس میں یتاٹ گیا یہاں تک کہ بالکل بند ہو گئی۔ اس کے نشانات کہیں کہیں باقی تھے مگر ۱۸۹۷ء میں مصری حکومت نے ان کو بھی پاٹنے کا حکم دے دیا۔

منہر سوینر

عمر بن عاص نے یہ بھی ارادہ کیا تھا کہ بحیرہ روم و قلزم کو بھی ملادیں۔ فرما کے متصل ان دنوں میں صرف ۷ میل کا فاصلہ رہ جاتا ہے وہیں سے نہر نکالنی چاہتے تھے۔ لیکن حضرت عمر نے اس خیال سے منع کر دیا کہ رومی اس کے ذریعہ سے عرب پر حملہ کرنے لگیں گے۔ کیونکہ اس وقت بحری قوت عربوں کے پاس نہ تھی اور وہ پانی میں رومیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔

سمرزمین مصر

عمر بن عاص نے سمرزمین مصر کی کیفیت کے متعلق دربار خلافت میں ایک تحریر بھیجی تھی جو اب تک اہل ادب میں مشہور ہے۔ فرانسیسی ادیب سیواکٹاف اورلے نے تو اس کو دنیا کی زبانوں میں بلاغت کا ایک حیرت انگیز نمونہ قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ معمرہ عالم کے جملہ مدارس میں اس کو پڑھانا چاہیے تاکہ طلباء کو ہشیار کے حقائق بیان کرنے کا طریقہ معلوم ہو۔ گین اور بٹلر نے بھی اپنی اپنی تاریخوں میں

اس کے ترجمے درج کیے ہیں۔

یہ پورا خط النجوم الزاہرہ فی اخبار المصر والقاہرہ میں ثبت ہے ہم اس کو اردو میں نقل کرتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ ترجمہ میں اصل کی لطافت بہت دکھائی جاسکتی صرف مفہوم کا اظہار ہو سکتا ہے۔

”مصر کی زمین سیر مائل اور بارود درختوں سے ڈھکی ہوئی ہے۔ اس کا طول ایک ماہ اور عرض دس روز کی مسافت ہے۔ اس کے وسط میں سے وہ دریا گزرتا ہے جس کی خرام سحری فحش و جام اور روانی شام مبارک انجام ہے۔ اس کے فیضان میں مہربانہ کی طرح کبھی زیادتی ہو جاتی ہے اور کبھی کمی۔“

جس وقت چڑھتا ہے اور اس کی موجیں سر اٹھاتی ہیں اُس وقت تمام نہریں اور چشمے لبالب ہو جاتے ہیں۔ اور باشندوں کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ تک بھر کشتیوں کے گزرنے کی کوئی سبیل نہیں رہتی۔ پھر جب اس کا جوش پورا ہو چکتا ہے تو پلٹا کھاتا ہے اور تیزی کے ساتھ اتر کر اپنی حد پر آ جاتا ہے۔ اُس وقت کاشتکار اس کے ساحلوں کے فروں اور دامنوں کے نشیب میں نکل پڑتے ہیں۔ دلنے بوتے ہیں۔ اور خرمی کے آرزو مند ہوتے ہیں۔

جب دلنے بجے۔ اور کھیتیاں اُگیں۔ اور نیچے زمیں کی بنی اور اوپر بارش کی ترقی پرورش پاکران میں نشو و نما اور بالیدگی ہوئی تو ہرے بھرے کھیت لہلہانے لگتے ہیں اور زمین کی دولت اس کے شکم سے اس کی پشت پر آ جاتی ہے۔

امیر المومنین! میں اس زمین کا کیا حال لکھوں۔ ابھی گوہر سپید ہے۔ ابھی عسبر سیاہ اور ابھی زمرہ سبز۔ یہ قدرت الہی کے کرشمے ہیں جس نے اس میں یہ صلاحیت رکھ دی ہے۔

اور باشندوں کی معیشت کے لئے اس کو ایسا بنا دیا ہو۔

یہاں کا خراج پیداوار سے قبل وصول نہیں ہو سکتا۔ اور یہ بھی ضروری ہو کہ محاصل کا کم سے کم ایک ثلث یہاں کی نوروں اور پلوں کی تعمیر و ترمیم میں صرف کیا جائے۔ کیونکہ اس سے آبادی بڑھے گی اور ملک کی آمدنی میں اضافہ ہوگا۔

حضرت عمرؓ اس کو پڑھ کر شگفتہ ہوئے۔ اور فرمایا کہ ابن عاص نے تو گویا مصر کی زمیں میری آنکھوں کے سامنے رکھ دی

بند و بست اراضی

فراعنہ کے عہد میں مصر میں چار سالہ بند و بست کا دستور تھا۔ تشخیص لگان کے لئے وہ چند سالوں کی پیداوار کا اوسط نکال لیتے تھے۔ اور خراج نقد و جنس دونوں میں مہول کرتے تھے۔ بلکہ ان محاصل کے علاوہ فوج کے اخراجات کے لئے کثیر مقدار میں غلہ بھی لیتے تھے۔ لیکن مصر ایک ایسا ملک ہے جس کی زراعت کا مدار نیل کے فیضان پر ہے۔ اور اس میں اکثر تفاوت رہتا ہے جس سے پیداوار میں بڑا فرق پڑ جاتا ہے۔ اس لئے وہاں ہر سال آب نیل کی کمی یا زیادتی کے مطابق خراج کی تعیین قرین انصاف تھی۔ اگر بنا پر انہوں نے خلیفہ سے استصواب کر کے ان کے حکم کے مطابق مقام حلوان میں مقیاس نیل بنوایا جواب تک بھی باقی ہے۔ اسی پیمانہ سے پیداوار کا اندازہ لگا کر ہر سال تشخیص لگان کی جاتی۔ جس کے لئے ہر ہر گنہ سے فلاحوں کو بلاتے اور فصل اور پیداوار کا اندازہ پوچھ کر انھیں سے لگان کا تخمینہ لیتے۔ اسی حساب سے ہر گنہ کی تحصیل

بعض مورخ لکھتے ہیں کہ امتنا ثالث خاندان ۱۲ کے عہد میں جو مقیاس بنایا گیا تھا عمرو بن عاص نے اسی کی تجدید کی تھی۔

ہوتی۔ جہاں جہاں کنیسے اور حمام ہوتے ان کے اخراجات نیز مسلمانوں کی ضیافت کے صرفے منہا کر دیئے جاتے۔ کاشتکاروں ہی کی شرح لگان کی مقدار سے پیشہ وروں سے بھی خراج لیا جاتا۔ رومیوں کے عہد میں دوسرے محاصل جو رعایا سے وصول کئے جاتے تھے ایک قلم موقوف کر دیئے گئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہاجرہ کے قدیم رشتہ سے جو حضرت اسماعیلؑ اور عدنانی عربوں کی ماں تھیں مصریوں کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت فرمائی تھی۔ اس وجہ سے بند و بست ارضی میں خصوصیت کے ساتھ نرمی برتی گئی اور شرح لگان کم سے کم رکھی گئی۔ یعنی زیادہ سے زیادہ فی جریبا ایک ناریا تین اروب غلہ۔

مسلمانوں نے آنحضرتؐ کے جدید رشتہ کا بھی لحاظ رکھا۔ اور قریہ حفن کو جو توبل انصائیں ہو اور جہاں کی رہنے والی حضرت ماریہ قبطیہؑ سریرہ رسول تھیں خراج سے بری کر دیا۔

اس سالانہ بند و بست کی وجہ سے ہر سال کی وصولی کی کوئی رقم متعین نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ عدم پیداوار کی وجہ سے کبھی کبھی بہت سے پرگنوں اور دیہاتوں کا خراج معاف کر دینا پڑتا تھا۔ اس لئے رومیوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی وصولی میں کمی ناگزیر تھی۔ چنانچہ سال اول میں تمام ملک مصر سے ایک کروڑ ۲۰ لاکھ دینار وصول ہوئے بجا لیکہ سال ماضی میں مقوقس نے دو کروڑ دینار وصول کئے تھے۔ لیکن باوجود اس نرمی کے زمانہ مابعد میں کبھی اس قدر وصولی نہیں ہوئی۔ صرف حضرت عثمان کے عہد میں ایک سال عبداللہ بن سعد نے دو کروڑ دینار وصول کئے تھے۔ امیر معاویہ کے سلیقہ انتظام میں کس کو شک ہو مگر ان کے زمانہ میں بھی

تحصیل ۹۰ لاکھ سے نہیں بڑھی۔ ان کے بعد بنی اُمیہ اور بنی عباس تو چالیس بلکہ تیس ہی لاکھ وصول کرتے رہے۔ خلفاء فاطمیہ نے اپنے عہد میں شرح لگان بھی نسبت سابق کے دگنی کر دی تھی مگر پھر بھی ۳۴ لاکھ سے زائد نہ وصول کر سکے۔

عبداللہ بن سعد

۳۲ھ میں حضرت عثمان خلیفہ ہوئے۔ انہوں نے عبداللہ بن سعد اپنے رضاعی بھائی کو افریقہ کا امیر حرب مقرر کیا۔ اور عمرو بن عاص کو بدستور والی مصر رہنے دیا۔ اسی درمیان میں اسکندریہ کے رومی جن کی تعداد ڈھائی لاکھ تھی اور جو مسلمانوں سے عہد نامہ کر چکے تھے قیصر کے اشارہ اور بعض قبیلہ رئیسوں کے مشورہ سے بغاوت پر آمادہ ہوئے۔ قیصر قسطنطین پہر قتل نے قسطنطینہ سے ایک عظیم الشان جنگ بیڑہ ان کی امداد کے لیے بھیجا جس کا امیر منویل خصی تھا۔ یہ ساری جمیعت اسکندریہ سے نکل کر آگے بڑھی۔ عمرو بن عاص تبر پاتے ہی روانہ ہوئے۔ مقام فقیوس میں مقابلہ ہوا۔ بروبحر دونوں میں جنگ ہوئی۔ رومیوں نے شکست کھائی۔ عمرو بن عاص نے تعاقب کیا اور سرعت کے ساتھ پہنچ کر اسکندریہ میں گھس گئے۔ وہاں کشتوں کے پستے لگا دیئے۔ منویل بھی مارا گیا۔ اور رومی مغلوب ہو گئے۔ حضرت عثمان نے چاہا کہ انہیں کو امیر حرب مقرر کریں اور ابن سعد کو ان کی جگہ مصر کا والی بنادیں۔ اس پر وہ راضی نہیں ہوئے۔ اس مخالفت کی بنیاد پر ان کو معزول کر دیا اور ابن سعد کو امارت حربی کے ساتھ ولایت مصر کا بھی فرمان لکھ دیا۔

ابن سعد نے چالیس ہزار فوج طیار کی اور شمالی افریقہ۔ تیونس۔ الجزائر۔ مراقش اور طنجہ تک فتح کر لیا۔ ۳۳ھ میں اہل نوبیانہ نے عہد شکنی کی۔ ان کے ساتھ جنگ

کی۔ اور نقلہ میں ان کی جمعیت کو محصور کر لیا۔ مجبور ہو کر ان کے سردار اقلیدروس نے صلح کی درخواست کی جس کو منظور کیا۔

قتلہ سبائی

۳۳ھ میں جب حضرت عثمان اور ان کے دایوں کے متعلق سبائی جماعت نے ہر طرف شکایات پھیلائیں اس وقت انہوں نے تمام صوبوں کے دایوں کو مشورہ کے لئے حج کے موقع پر طلب کیا۔ ابن سعد بھی گئے۔ اور اپنی جگہ عقبہ بن عامر کو چھوڑ گئے۔ محمد بن ابی حذیفہ نے جو مصر میں حضرت عثمان کے مخالفوں میں سے تھے سبائیوں کی ایک جمعیت فراہم کر کے عقبہ کو وہاں سے نکال دیا۔ اس کی اطلاع جب حضرت عثمان کو پہنچی تو انہوں نے سعد بن وقاص فاتح قادیسیہ کو ان کے سمجھانے کے لئے بھیجا مگر انہوں نے ان کی بات نہ مانی بلکہ امانت کی۔ جب عبداللہ بن سعد اُس آئے تو ان کو مصر میں داخل نہیں ہونے دیا۔ چنانچہ مجبوراً وہ عسقلان کو چلے گئے۔

اس کے بعد سبائی جماعت کے لوگ مصر۔ کوفہ اور بصرہ سے مدینہ پہنچے اور خلیفہ ثالث کو قتل کر ڈالا۔ اس قتل کی خبر جب مصر میں پہنچی تو شیعہ عثمان نے ایک جھنڈا کھڑا کیا کہ ان کے خون کا بدلہ لیا جائے۔ یہ علم معاویہ بن خدیج کے ہاتھ میں تھا جس کے ساتھ خارجہ بن حذافہ۔ مسلمہ بن مخلد اور بُسر بن ارطاة وغیرہ تھے۔ یہ لوگ اپنی جمعیت کو لے کر صید کی طرف بڑھے۔ ابن ابی حذیفہ نے ان کے مقابلہ میں ایک لشکر بھیجا جس نے جا کر شکست دی۔ معاویہ بن خدیج برقہ کی طرف نکل گئے۔ پھر اسکندریہ کی جانب آئے۔ ابن ابی حذیفہ نے دوبارہ فوج بھیجی ۳۴ھ میں فریقین کا مقابلہ مقام خربتائیں ہوا جس میں شیعہ عثمان غالب رہے۔ وہیں

اُنھوں نے اپنا مرکز بنالیا۔

قیس بن سعد

ادھر حضرت عثمان کے قتل کے بعد حضرت علی کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی۔ اُنھوں نے حضرت سعد بن عبادہ رئیس الانصار کے بیٹے قیس کو جو نہایت شجاع اور فرزانہ تھے مصر کا والی مقرر کیا جس نے جا کر اہل مصر کو قابو میں کر لیا۔ لیکن اہل خرمہ اطاعت پر راضی نہ ہوئے کیونکہ وہ نہ صرف قیس کی امارت بلکہ حضرت علی کی خلافت کو بھی بوجہ حضرت عثمان کا قصاص نہ لینے کے ناجائز سمجھتے تھے۔ قیس نے ان کو نہیں چھیڑا۔ اور کہلا بھیجا کہ میں تم کو بیعت پر مجبور نہیں کرتا نہ تمھارے و خلیفے بند کروں گا بشرطیکہ امن کے ساتھ رہو۔

جب امیر معاویہ حضرت عثمان کے خون کے مطالبہ کے لئے کھڑے ہوئے اُس وقت ان کو مصر میں قیس کی موجودگی سے خطرہ محسوس ہوا کہ ایک طرف سے اگر عراقی فوجیں آگئیں اور دوسری طرف سے مصری توہم بیچ میں پڑ جائیں گے۔ اُس جہ سے بہت کوشش کی قیس کو اپنا طرف دار بنالیں۔ جب اس میں ناکامی ہوئی تو شامیوں سے کہنا شروع کیا کہ قیس کو بُرا نہ کہو وہ درپردہ ہمارا حامی ہے۔ اس کے خطوط ہمارے پاس آتے رہتے ہیں۔ تم دیکھتے نہیں کہ اس نے اہل خرمہ کے ساتھ نہ کوئی سختی کی نہ ان کے عطیے روکے۔ یہ خبر محمد بن ابوبکر اور محمد بن جعفر بن ابی طالب وغیرہ نے شام سے حضرت علی کو لکھ بھیجی۔ اُنھوں نے اپنے دونوں بیٹوں اور عبداللہ بن جعفر کو بلا کر یہ بات سُنانی اور کہا کہ میرا گمان قیس کی طرف ایسا ہرگز نہیں ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ اگرچہ نہ ہو لیکن پھر بھی اس شک کی حالت میں ان کو معزول

کر دینا چاہیے۔

اسی درمیان میں قیس کا خط موصول ہوا جس میں انھوں نے اہل مصر کی بیعت اور خربتا والوں کی کیفیت لکھی تھی اور یہ بھی ظاہر کر دیا تھا کہ میں نے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا ہے۔ عبداللہ بن جعفر نے کہا کہ قیس کے اس فعل سے طرف داری کا شبہ ہوتا ہو لہذا حکم دیجئے کہ ان کے ساتھ جنگ کریں۔ حضرت علی نے یہی لکھا۔ اس پر قیس نے جواب دیا کہ اہل خربتا کی تعداد دس ہزار ہے جن میں سے زیادہ تر اعیان اشراف مصر ہیں۔ میں نے جس طریقہ پر ان کو رکھ چھوڑا ہے یہی مناسب ہے۔ جنگ کی صورت میں ایک فتنہ عام برپا ہو جائے گا۔ کیونکہ ایک تو خود وہ لوگ اس نیتان کے شیریں دوسرے معاویہ ان کی امداد کریں گے۔

حضرت علی نے یہ عذر قبول نہیں کیا۔ اور قیس کو معزول کر کے محمد بن ابوبکر کو جو ان کے ربیب تھے ولایت مصر کا فرمان بھیجا۔ انھوں نے جا کر اہل خربتا کو لکھا کہ تم لوگ بیعت کرو ورنہ مصر سے نکل جاؤ۔ وہ مقابلہ کے لئے تیار ہوئے۔ اسی اشارہ میں جنگ صغیر شروع ہو گئی۔ جس کے نتیجہ کے انتظار میں دونوں فریق خاموش بیٹھے۔

اہل خربتا کو جب صغیر سے حضرت علی کی واپسی اور تحکیم کا حال معلوم ہوا تو وہ مقابلہ کے لئے نکل آئے۔ اور محمد بن ابوبکر کو شکست پر شکست دینے لگے۔ حضرت علی نے اشد کج و دالی جزیرہ تھے مصر کی ولایت پر روانہ کیا۔ لیکن راستہ میں قلعہ میں پہونچکر وہ انتقال کر گئے۔ بعض مورخ لکھتے ہیں کہ امیر معاویہ کے اشارہ سے شہر قلعہ کے مقابلے میں شہریت میں زہر پلا دیا تھا۔ لیکن یہ الزام بھی دیا ہی بے ثبوت ہے جیسا امام حسن کو ان کی بیوی جعدہ سے زہر دلوانے کا۔

امیر معاویہ نے عمرو بن عاص کو مصر کا امیر مقرر کر کے چھ ہزار فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ اور اہل خرمنا کو لکھا کہ دل میں ہر اس شخص کو لانا میں امداد بھیجتا ہوں۔ عمرو بن عاص نے پہنچ کر محمد بن ابوبکر کو کھلا بھیجا کہ بہتر یہ ہو کہ مصر سے چلے جاؤ۔ ہم نہیں چاہتے کہ ہمارے ہاتھ سے تم کو کوئی صدمہ پہنچے۔ لیکن وہ فوج لے کر مقابلہ میں آئے اور مارے گئے۔

۱۰ داخلہ عمرو بن عاص بار دوم

عمرو بن عاص پورے بارہ سال کے بعد ۳۳ھ میں پھر اپنے آباد کردہ شہر فسطاط میں داخل ہوئے۔ مصریوں کو جو شورشوں اور جنگوں کی وجہ سے مصیبت میں تھے خوشی اور طمانیت حاصل ہو گئی۔

عمرو بن عاص نے مفساد کی اصلاح کی۔ اور سارے انتظامات از سر نو درست کیے۔ فوجوں کو مرتب کر کے شریک بن سہمی کی قیادت میں بربک کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ انھوں نے ان کو مغلوب کیا اور مصالحت کر کے چلے آ گئے۔ بربک نے پھر عمد شکنی کی۔ عمرو بن عاص نے عقبہ بن نافع کو بھیجا۔ انھوں نے جا کر شکست دی۔ پھر موہجہ کی طرف بڑھے اور فتح کر کے اس وقت واپس آئے جب عمرو بن عاص سکرانہ موت میں تھے۔

بنی امیہ

۳۳۱ھ سے ۳۳۲ھ تک

عمرو بن عاص نے ۳۳۳ھ میں عید الفطر کی شب کو فسطاط میں فات پائی۔ تمام مصر میں ان کا ماتم ہوا۔

بعض یورپین مورخوں نے اسکندریہ کے کتب خانہ جلانے کا الزام ان کے اوپر لگایا ہے۔ لیکن جو وقت یہ مسئلہ بباطح بحث پر آیا تو خود یورپ کے محقق مورخوں مثلاً گین۔ بٹلر۔ سیدیو اور گستاؤلیبیان وغیرہ نے اس الزام کو غلط قرار دیا۔ اور اس کے تسلیم کرنے سے قطعی انکار کیا۔ کیونکہ یہ کتب خانہ قیصر جولیس کے زمانہ میں ۳۹۰ء میں جل چکا تھا۔ پھر جو کتابیں جمع کی گئیں وہ اسقف توفیل کے حکم سے ۳۹۱ء میں جلادی گئیں۔ اسلامی فتح کے وقت اس کا وجود ہی نہیں ثابت ہے۔ مولانا شبلی مرحوم نے بھی اس الزام کی مدلل تردید لکھی ہے۔

عمر بن عاص کی جگہ پر امیر معاویہ نے ان کے بیٹے عبداللہ کو مقرر کیا۔ پھر بعض مصلحتوں کی بنا پر اپنے بھائی عقبہ بن ابی سفیان کو وہاں کا والی بنا کر بھیج دیا۔ ۴۴ء میں وہ انتقال کر گئے۔ ان کی جگہ عقبہ بن عامر کو ملی جن میں ہر قسم کے صفات تھے مگر سیاست اور تدبیر نہ تھی۔ اس وجہ سے چند مہینوں کے بعد معزول ہوئے۔ ان کے بعد مسلمہ بن مخلد کو ولایت کا فرمان ملا۔ مسجدوں میں منائے ربیعہ پہلے انھوں نے ہی بنوائے۔

۴۳ء میں رومیوں نے بحری فوج مقام برنس میں اُتار دی۔ مسلمہ نے مدافعت کی۔ اس جنگ میں عمرو بن عاص کے غلام وروان جو نامور مجاہد تھے بہت سے مسلمانوں کے ساتھ شہید ہو گئے۔

۴۵ء میں امیر معاویہ نے وفات پائی اور یزید خلیفہ ہوا۔ اس نے عقبہ بن عامر کو افریقہ کا امیر حرب مقرر کیا۔ اور مسلمہ کو بدستور مصر کا والی بنے دیا۔ انھوں نے اہل مصر سے یزید کی خلافت کی بیعت لی۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص نے انکار کیا۔

مسلمہ نے کہا کہ جماعت کا ساتھ اگر چھوڑ دے تو گھر میں آگ لگا دوں گا اس لئے راضی ہو گئے۔

۲۵ رجب ۶۴ھ میں مسلمہ نے انتقال کیا۔ پندرہ سال مصر کے والی ہے اور ان کے زمانہ میں امنیت اور رفاہیت رہی۔ ان کی جگہ پر سعید بن یزید فلسطینی آیا۔ پہلے مصریوں نے اس کے بعض احکام سے سرتابی کی لیکن پھر اس کے عدل و احسان کو دیکھ کر اطاعت کرنے لگے۔

۶۴ھ میں جب مکہ میں عبداللہ بن زبیر خلیفہ ہو گئے تو انہوں نے سعید کو برطرف کر کے اپنے خاص معتمد عبدالرحمن بن عقبہ کو بھیجا۔ اس نے مصر پہنچ کر ان کی خلافت کی بیعت لی اور بنی امیہ کے حامیوں کو وہاں سے نکال دیا۔

مرج راہط کی جنگ کے بعد جس میں بنی امیہ نے فتح پائی تھی مروان اپنی فوج پر لے ہوئے مصر کی طرف گیا۔ عبدالرحمن نے مقابلہ میں شکست کھائی اور چلا گیا۔

مروان وہاں دو مہینہ رہا۔ اور اپنے بیٹے عبدالعزیز کو والی بنا کر واپسی کا ارادہ کیا۔ اس نے عمر لڑکے نے کہا کہ میں اس ملک میں اکیلا کس طرح رہوں گا جہاں نہ میرا کوئی بھائی ہو نہ عزیز۔ مروان نے کہا کہ سلوک و احسان کرو گے تو سب تمہارا بھائی ہو جائیں گے چلتے وقت اس کو تقویٰ۔ عدل۔ نماز باجماعت اور عہد کی پابندی عجلت سے احتراز اور عقلماری کی مشاورت کی وصیتیں کر کے رخصت ہوا۔

۶۵ھ میں مروان کی وفات کے بعد اس کا بیٹا عبدالملک سریر خلافت پر متمکن ہوا۔ اس کے حکم سے عبدالعزیز نے فسطاط کا بڑا اہل بنوایا اور جامع عمرو بن العاص کی جو منہدم ہو گئی تھی مرمت کی۔ اب تک قبطی کاہنوں پر سے سکرری لگانا معاف

تھا۔ اس نے ان سے بھی وصول کرنا شروع کیا۔

عبدالعزیز بیس سال تک مصر کا والی رہا۔ سخی۔ حلیم۔ دانشمند اور خوش خلق تھا۔ سب لوگ اس سے خوش رہے۔ ۸۷ھ میں انتقال کر گیا۔ اس کی جگہ پر عبدالملک نے اپنے بیٹے عبداللہ کو بھیجا۔

اسی سال عبدالملک بھی گزر گیا۔ اور ولید خلیفہ ہوا۔ اس نے عبداللہ کو برقرار رکھا۔ مصر کا دفتر اب تک قطعی زبان اور قبیلوں کے ہاتھ میں تھا۔ سر دفتر جس کا نام اتنا شش تھا اعتماد کے کافی وجہ نہ تھے۔ اس لیے عبداللہ نے حمص کے ایک کاتب ابن یربوع فراری سے سارا دفتر عربی میں منتقل کرا لیا۔ جو آج تک چلا جاتا ہو۔

۸۸ھ میں عبداللہ دمشق میں چلا آیا۔ اس کا قائم مقام عبدالرحمن بن عزم ہوا جس کے زمانہ میں اہل مصر شدت اور اوپر سے قحط کی مصیبت میں مبتلا ہے۔ ۸۹ھ میں قرۃ بن شریک والی ہوا۔ یہ نہایت سخت گیر تھا۔ اور مصریوں کے اعتقادات و معابد کی تحقیر کیا کرتا تھا جس کی وجہ سے وہ آزرہ رہتے تھے۔ ۹۰ھ میں فسطاط میں انتقال کر گیا۔ اس کی جگہ پر عبدالملک بن رفاعہ آیا۔ اسی سنہ میں ولید نے وفات پائی اور سلیمان بن عبدالملک خلیفہ ہوا۔ اس کے حکم سے ابن رفاعہ نے مقام روضہ میں مقیاس الینیل بنوایا۔ اس زمانہ میں خراج مصر پر اسامہ بن یزید تھا جو نہایت ظالم تھا۔ اس نے دریائے نیل کے ہر وارد و صادر پر دہنل دینا محصول لگا رکھا تھا۔

بیان کیا گیا ہو کہ ایک تنگ دست عورت اپنے بیٹے کو ساتھ لیے ہوئے

نیل سے گزرنا چاہتی تھی۔ اس کے لیے روئے درکار تھا جو اس وقت تک نہیں مل سکتا تھا جب تک کہ دونوں کے دس سئیاں روانہ کر دیئے جائیں۔ اس نے کسی نہ کسی طرح یہ رقم ادا کی اور دونوں کشتی میں بیٹھے۔ وسط دریا میں لڑکا پانی لینے کے لیے ایک طرف جھکا تھا کہ اس کو مگر شیب کی آنکھوں کے سامنے سے بھینچ سبے گیا۔ وہ مصیبت وہ عورت روتی ہوئی کنائے پہنچی۔ وہاں اس سے روئے مانگا گیا جو اس کے پاس نہ تھا کیونکہ وہ لڑکے کی جیب میں گیا۔ ہر چند اس نے گریہ زاری کی اور کشتی کے مسافروں نے بھی کہا لیکن اس وقت تک نہیں چھوڑی گئی جب تک پنازیورینج کر دس سئیاں ادا نہ کر دیا۔

اسامہ کی ان سختیوں سے لوگ اس کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہو گئے تھے کہ اسی درمیان میں ۹۹ھ میں سلیمان کا انتقال ہو گیا اور عمر بن عبدالعزیز تخت خلافت پر آ گئے۔ انھوں نے فوراً ایوب بن شہر جلیل کو مصر کا امیر بنا کر روانہ کیا اور حکم دیا کہ اسامہ کے گلے میں طوق باندھیں ہتکڑی اور پاؤں میں بیڑی ڈال کر میرے پاس بھیج دینا۔ اس نے ایسا ہی کیا جس سے وہ راستہ ہی میں مر گیا۔ ایوب نیک نیت متقی۔ عادل اور عاقل امیر تھا۔ مگر مصری سپہا رہبان بن شہر جج کے مزاج میں سختی تھی۔ وہ ان لوگوں سے بھی جزیہ طلب کرتا تھا جو مسلمان ہو جاتے تھے۔ اس پر عمر بن عبدالعزیز نے اس کو تہدیدی فرمان بھیجا۔ پھر کوٹے بھی لگوائے۔

۱۰۰ھ میں یزید بن عبدالملک کی خلافت شروع ہوئی۔ اس نے کچھ دنوں ایوب ہی کو بحال رکھا پھر اس کی جگہ بشر بن صفوان کو مقرر کیا۔ تھوڑے

عصہ کے بعد اس کو افریقہ کی طرف بھیج دیا اور حنظلہ بن صفوان کو امارت بخشی۔ اس نے خلیفہ مذکور کے حکم سے مصر کے باقی ماندہ بتوں اور مورتوں کو توڑ دیا۔

۱۲۴ھ میں حنظلہ کے بجائے خلیفہ کا بھائی محمد بن عبد الملک آیا۔ ۱۲۵ھ میں جب ہشام خلیفہ ہوا تو اس نے محمد مذکور کو واپس بلا لیا اور حُر بن یوسف کو امارت دی۔ اس کے عہد میں ۱۲۶ھ میں قبطیوں نے بغاوت کی جس کی وجہ سے اس کو استعفا دینا پڑا۔ اس کی جگہ حفص بن ولید امیر ہوا۔ لیکن ایک سال بھی نہ رہنے پایا تھا کہ عبد الملک بن رفاعہ دوبارہ اپنی امارت کا فرمان خلافت سے لے کر پہنچا۔ اور اسی سال مر گیا۔ اس کی جگہ اس کے بھائی ولید بن رفاعہ کو ملی۔ اس نے ۹ سال تک نہایت خوبی کے ساتھ کام کیا۔ اور ۱۲۸ھ میں گزر گیا۔ اُس وقت عبد الرحمن بن خالد قحی والی ہوا۔ دوسرے سال وہ بھی انتقال کر گیا اب دوبارہ حنظلہ بن صفوان آیا۔ اور چھ سال تک ہا۔ اس کے ظلم سے لوگ تنگ تھے۔ خلیفہ سے بھی شکایت کی۔ اس نے اس کو پھر افریقہ بھیج دیا اور حفص بن ولید کو جو پہلے بھی امیر رہ چکا تھا والی بنا دیا۔

۱۲۵ھ میں ولید بن یزید کی خلافت کا آغاز ہوا۔ اس نے حفص کو برطرف کر کے علی بن عطار کو مقرر کیا۔ مگر اس کی بد تدبیری کی وجہ سے ملک میں ابتر بنی پھیلی اس وجہ سے حفص دوبارہ امیر ہوا۔

۱۲۷ھ میں جب بنی امیہ کا آخری خلیفہ مروان تخت پر آیا تو اس نے حفص کے بجائے عتہ امیہ نجیبی کو بھیجا۔ اہل مصر راضی نہیں ہوئے اور انھوں نے کہا کہ ہم کو حفص کے بدلہ میں کسی امیر کی ضرورت نہیں ہو اگر خلیفہ مجبور کرے گا تو ہم

اس کی بیعت توڑ دیں گے۔ اس لیے وہ واپس چلا گیا۔ دوسرے سال خلیفہ نے حوثرہ بن سہل کو والی بنا کر بھیجا۔ مصریوں نے چاہا کہ اس کو روکیں مگر اس کے ساتھ فوج زیادہ تھی۔ ۳۱ھ میں حوثرہ کی جگہ معفرہ بن عبد اللہ آیا۔ چند مہینے بھی نہیں گزے تھے کہ وہ بھی معزول کر دیا گیا اور عبد الملک بن موسیٰ جو حسانج پر متعین تھا کل مصر کا والی قرار پایا۔

مصر میں بنی امیہ کا سب سے آخری نائب یہی تھا۔ کیونکہ اس کے بعد کو فہ میں عباسی خلافت قائم ہو گئی اور بنی امیہ کا آخری خلیفہ مروان بھاگ کر مصر آیا جس کے تعاقب میں صلح بن علی فوجیں لے ہوئے پہنچا۔ اور مقام بوسیر میں گرفتار کر کے ۲۷ھ جادی الثانی ۳۲ھ کو قتل کر ڈالا۔

دولت عباسیہ اولیٰ

۳۲ھ سے ۲۵۷ھ تک

اولین خلیفہ عباسی سفاح نے اپنے چچا صالح بن علی کو جس نے مروان کو قتل کیا تھا مصر کی ولایت دی۔ اس نے مصریوں سے بیعت لی اور بنی امیہ کے حامیوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کیا۔ اسی سال دربار خلافت سے اس کے پاس فلسطین کی امارت کا فرمان پہنچا۔ وہ ابو عون بن عبد الملک بن یزید جر جانی کو اپنی جگہ پر مصر میں چھوڑ کر فلسطین کو چلا گیا۔

۳۶ھ میں سفاح کا انتقال ہو گیا اور ابو جعفر منصور خلیفہ ہوا۔ اس کے حکم سے ابو عون نے وہ نہر جو عمر بن عاص نے نکالی تھی بند کر دی۔ منصور چونکہ نہایت

متلون طبع تھا اس وجہ سے ذرا سے وہم پر بھی دایوں کو نکال دیتا تھا چنانچہ پہلے سات سال میں یکے بعد دیگرے چھ دایوں کو مقرر اور معزول کیا۔ ۱۴۴ھ میں یزید بن حاتم مہلبی کو بھیجا یہ آٹھ سال مصر کا امیر رہا۔ اس کے عہد میں مصر میں مخفی طور پر لوگ اہل بیت کی امامت کی دعوت کرنے لگے۔ منصور نے ذی حجہ ۱۴۵ھ میں ابراہیم بن عبد اللہ نفس زکینہ کے بھائی کا جنھوں نے بصرہ میں خروج کیا تھا سرکٹوا کر مصر میں بھیجا۔ خطبار نے اس کو منبروں پر رکھ کر لوگوں کو بغاوت کا نتیجہ دکھلایا۔

اس سال نبی حسن کے خروج کی وجہ سے حجاز میں اضطراب تھا اس وجہ سے یزید نے مصریوں کو کوچ میں آنے سے روک دیا۔ ۱۴۶ھ میں سب سے پہلے اسی برقعہ کو مصر کے ساتھ ملحق کیا۔

۱۵۲ھ میں یزید نے وفات پائی جس کے بعد منصور نے پھر یکے بعد دیگرے دایوں کا عزل و نصب شروع کیا۔ اس وجہ سے مصر میں کوئی پائدار انتظام نہ قائم ہو سکا۔ اور دن بدن حالت خراب ہوتی گئی۔ کیونکہ جو والی آتا وہ اس یقین کے ساتھ آتا کہ بہت جلد معزول کر دیا جائے گا۔ اس لیے مصالح ملک کی بہ نسبت اپنے ذاتی مصالح کا زیادہ خیال رکھتا۔ انتظامی ابتری کی وجہ سے رعایا خستہ حال ہو گئی اور پیداوار کی کمی اور حکام کی سخی کی وجہ سے بہت سے باشندے ہجرت کر گئے۔

۱۵۸ھ میں منصور کے بعد مہدی خلیفہ ہوا۔ اس کے عہد میں بھی یہی صورت قائم رہی۔ بلکہ ایک ایک سال میں دو دو اور تین تین الی بدلتے رہے۔ جس سے ملکی نظام ایسا درہم و برہم ہو گیا کہ چوری۔ رہزنی اور بد امنی عام ہو گئی۔ اس وجہ

ذی حجہ ۹۲ھ میں اس نے ابو صالح یحییٰ بن داؤد کو جو بڑا امیبلا و رعبا شخص تھا مصر کی دلایت پر بھیجا۔ اس کی سخت گیری کی وجہ سے امن قائم ہوا۔ اس نے اعلان کر دیا تھا کہ کوئی شخص اس کو نہ اپنے مکان کا دروازہ بند رکھے نہ دکان کا۔ جو مال چوری جائے گا وہ میں ادا کروں گا۔

دو سال کے بعد وہ بھی الگ کر دیا گیا۔ اور سوارہ متمیمی آیا۔ دوسرے سال صالح بن علی کا بیٹا ابراہیم بھیجا گیا۔ اس کے زمانہ میں وحیہ بن مصعب جو بھائی بنی امیہ میں سے تھا بالائی مصر میں اپنی خلافت کا دعویٰ لے کر کھڑا ہوا۔ ابراہیم نے اس کی طرف کچھ توجہ نہ کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سائے سوا علی علاقہ پر قابض ہو گیا۔ مہدی کو جب یہ اطلاع پہونچی تو اس نے نہایت تحقیر کے ساتھ ابراہیم کو نالائق قرار دے کر برطرف کیا۔ اور موسیٰ بن مصعب کو بھیجا۔ اس نے آتے ہی ارضی کی لگان دگنی کر دی اور دکانوں اور مویشیوں پر بھی محصول لگا دیا۔ اس سے اہل مصر اس کے خلاف ہو گئے۔ اور جس وقت وہ ان کو لے کر وحیہ کے مقابل میں گیا اس وقت اس کو موت کے منہ میں تنہا چھوڑ کر واپس چلے آئے۔ وحیہ کی شوکت اب بہت بڑھ گئی۔ یہاں تک کہ امراء اس کے مقابلہ میں جاتے ہوئے ڈرتے تھے۔ آخر میں ۹۹ھ میں فضل بن صالح نے آکر اس کو شکست دی۔ اور اس کا سر کاٹ کر مہدی کے پاس بھیجا۔

اسی سال مہدی گزر گیا اور ہادی تخت پر آیا۔ اس نے فضل کو واپس بلا کر علی بن سلیمان کو امارت پر بھیجا۔ دوسرے سال ہادی کے بعد ہارون الرشید خلیفہ ہوا۔ اس نے ابن سلیمان کو بدستور رہنے دیا۔

ابن سلیمان نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں سختی سے کام لیا۔ نصاب نے فسطاط اور حیزہ میں بعض جدید کینے جو تیار کیے تھے ان کو گرانے کا حکم دیا۔ انہوں نے پچاس ہزار دینار پیش کیے کہ باز رہے لیکن نہیں قبول کیا۔ اس کے عدل کی وجہ سے مصر میں پھر خوشحالی ہو گئی۔ اہل مصر نے چاہا کہ اسی کو خلیفہ بنالیں یہ خبر سن کر ہارون نے سلاطین اس کو معزول کر دیا۔ اور موسیٰ بن عیسیٰ علوی کو امارت کا فرمان دے کر بھیجا۔ اس نے عیسائیوں سے رشوت لے کر کنیسوں کے تعمیر کی پھر اجازت دے دی۔ ہارون نے سلاطین مصر کی ولایت جعفر بن یحییٰ برکی کے سپرد کی۔ اس نے اپنی طرف سے عمران بن مہران کو بھیجا جو نہایت حقیر صورت تھا۔ جس وقت مصر میں پہنچا موسیٰ کے دربار میں جا کر صرف پائیس میں بیٹھ گیا۔ جب محفل اٹھ گئی تو موسیٰ نے اس سے پوچھا کہ کوئی کام ہو؟ بولا کہ ہاں اور وہ فرمان اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس نے جب پڑھا تو کہا کہ امیر عمران بن مہران کب تشریف لائیں گے؟ جواب دیا کہ وہ میں ہی ہوں۔ موسیٰ نے کہا کہ اللہ کی لعنت کم بخت فرعون پر جو اسی مصر کی سلطنت پر خدائی کا دعویٰ رکھتا تھا۔

ابن مہران نے عدل و تقویٰ کے ساتھ امارت کی۔ اس کے زمانہ میں مصر کی جس قدر وصولی تھی بیاق ہوتی رہی۔ یہ ان تمام تحفوں اور ہدیوں کو بھی جو لوگ دیتے تھے ان کی لگان میں مہر کر دیتا تھا۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ یہ صرف امیر خراج تھا۔ ولایت مصر سلمہ بن یحییٰ کے ہاتھ میں تھی جس کی معزولی کے بعد محمد بن زہیر آیا۔ وہ ایک سال بھی نہ رہنے پایا تھا کہ داؤد بن یزید مقرر ہوا۔ وہ بھی الگ کیا گیا اور دوبارہ موسیٰ بن عیسیٰ

میجھا گیا۔ چذمینوں کے بعد ابراہیم بن صالح کو امارت کا فرماں ملا جو ہمدی کے زمانہ میں والی رہ چکا تھا۔ پھر ولایت عجد العبد بن مسیب کے سپرد کی گئی۔ اس نے محصل میں اس قدر اضافہ کر دیا کہ رعایا ادا نہ کر سکی اور خوف کے یا شہدے مقابلہ کر بھیجے جس میں بہت سے سرکاری آدمی مارے گئے۔ خلیفہ نے ہرثمہ بن اعین کو فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ اس نے یہ بغاوت فرو کی۔

اسی طرح سلسلہ اور ولایت تبدیل ہوتے رہے اور انتظام کوئی مستقل صورت اختیار نہ کر سکا۔ جس کی وجہ سے فساد بڑھا اور خو ریزی ہونے لگی۔ خاص کر اہل خوف سے تو بلا فوجی قوت کے خراج کی وصولی نہیں ہوتی تھی۔ ہارون کے آخری زمانہ میں خصیب بن عبد الحمید امیر خراج تھا جس کے نام سے قبضہ مینہ خصیب باد ہو۔

ہارون کی وفات کے بعد جب امین اور مامون میں نزاع برپا ہوئی اُس وقت مصر میں سری بن الحکم مامون کی حمایت کے لیے کھڑا ہو گیا اس نے ۲۲ جمادی الثانی ۱۹۶ھ میں خلع امین اور خلافت مامون کی بیعت لی۔ مامون نے خلیفہ ہونے کے بعد اسی کو وہاں کا والی کر دیا۔

سنتھہ میں سری نے فسطاط میں وفات پائی۔ اسی سال اور اسی مقام میں امام شافعی نے بھی جو وہاں سکونت گزیں ہو گئے تھے انتقال کیا۔

سری کے بعد مصری فوج نے اس کے بیٹے محمد کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ مرکز خلافت سے دور ہونے کی وجہ سے مصری وہاں کے احکام کی زیادہ پروا بھی نہیں کرتے تھے۔ اور ملک میں اس قدر ابتری تھی کہ کوئی نظام درست نہ تھا۔ اسی

درمیان میں اسکندریہ پر اہل اسپین آکر قابض ہو گئے۔ پانچ سال کے بعد مامون نے عبداللہ بن طاہر کو فوج دے کر بھیجا۔ اس نے محمد کو شکست دی۔ اہل اسپین کو نکالا اور تمام ملک میں امن و امان قائم کیا۔

۳۱۳ھ میں مامون نے اس کو واپس بلا لیا۔ اور مصر و شام کی ولایت لینے بھائی معتمد کو دی۔ اس نے عیسویں ولید کو اپنا نائب بنا کر مصر میں بھیج دیا۔ اہل خوف نے مقابلہ کیا اور اس کو قتل کر ڈالا۔ اس کی جگہ عیسیٰ جلودی مقرر ہوا۔ اس نے بھی شکست کھائی۔ اس وجہ سے معتمد خود چار ہزار ترکوں کی فوج لے کر آیا خوف کے رئیسوں کو جو بغاوت کے بانی تھے قتل کیا۔ اور عیسیٰ جلودی کو برطرف کر کے عیسیٰ بن منصور کو مقرر کیا۔ اس کے پاس ایک ترکی فوج چھوڑ کر جس کا امیر افشین حید بن کاؤس تھا خود شام کی طرف چلا گیا۔ اہل خوف پھر مقابلہ کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اور سلسلہ وار جنگ جاری رہی جس سے ملک کا سارا نظام ابتر ہو گیا۔ اس وجہ سے ۳۱۴ھ میں مامون رومیوں کی جنگ سے واپس ہوتے ہوئے خود مصر میں آیا۔ اس نے تمام حالات اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ والی مصر عیسیٰ بن منصور کو ان خرابیوں کا ذمہ دار قرار دے کر برطرف کیا۔ اور گیدر صفدی کو معتمد کے نائب کی حیثیت سے والی بنایا۔ اسی نے مقیاس و ضلع کی مرمت کرائی اور وہاں خلیفہ کے حکم سے ایک جامع بنوائی۔

۳۱۵ھ میں مامون کے بعد معتمد خلیفہ ہوا۔ اس کے آٹھ سال کے عہد میں پانچ

۱۵ معتمد کو مورنین نے دمشق کا لقب یا ہر کیونکہ آٹھ کا عد واس کے مقوم میں آیا ہے۔ وہ آٹھواں عباسی

خلیفہ ہے۔ اس کی ولادت شعبان میں ہوئی جو قمری سال کا آٹھواں مہینہ ہے۔ ۳۱۵ھ میں (بقیہ صفحہ ۷۸)

والی مصر میں تبدیل ہوئے۔ آخری ابو جعفر اشناس تھا۔ معتمد کے بعد واثق کے عہد میں اشناس مر گیا۔ اس کی جگہ علی بن یحییٰ ارمنی آیا۔ وہ بھی معزول ہوا اور یحییٰ بن منصور کو دوبارہ ولایت کا فٹن دیا گیا۔

متوکل کے عہد میں ۲۳۲ھ میں جبکہ مصر کا والی حاتم بن ہرثمہ تھا اہل نوبیہ نے فوج کشی کی۔ اور کثیر تعداد میں جنگی ہاتھی لے کر آئے۔ حاتم نے گھوڑوں کی گردنوں میں گھنٹیاں بندھوائیں جس کی آواز سے وہ بھاگے اور تھوڑی دیر میں ہنسی شکست کھا گئے۔ رئیس نوبہ نے مصاحت کی درخواست کی جس کے لئے وہ خلیفہ کے پاس بھیج دیا گیا۔

انتظامی اہتری کی وجہ سے سواحل مصر پر رومیوں کے حملے ہونے لگے۔ متوکل نے حکم دیا کہ دمیاط، فرما اور تانیس تینوں مقامات پر قلعے تعمیر کئے جائیں تاکہ ان کے حملوں سے ملک کی حفاظت ہو سکے۔ ابھی یہ قلعے تعمیر بھی نہیں ہو چکے تھے کہ رومیوں نے تین سو جنگی کشتیوں کے ذریعہ سے تینوں مقامات پر فوجیں اتار دیں۔ تمام مال و متاع اور عورتوں بچوں کو لوٹ لے گئے اور مسجدوں میں آگ لگا دی۔ والی مصر عبسہ بن اسحاق نے جملہ امرا اور افواج کو محفل عید کی شرکت کے لئے فسطاط میں بلا رکھا تھا اس وجہ سے ان کا مقابلہ کرنے والا بھی کوئی نہ تھا۔ متوکل کے بعد معتز اور نیز مستعین کے عہد میں بھی یزید بن عبداللہ مصر

کا والی رہا۔ معتز نے ۲۵۳ھ میں اس کو معزول کر کے مرزاحم بن خاقان کو بھیجا جس نے

خلیفہ ہوا جبکہ اس کی عمر ۳۸ سال، بیٹنے کی سنی۔ ۸ سال۔ ۸ ماہ۔ ۸ روز حکومت کی۔ ۸ لڑائیوں میں شہید ہوا۔ ۸ ربیع الاول کو ۸۸ سال کی عمر میں فات پائی۔ بیٹے ۸ بیٹیاں اور ۸ کرد دینار اور ۸ لاکھ درہم چھوٹے۔

چراگا ہوں اور پھلی کے شکار پر بھی محصول لگا دیا اور مساجد میں بسم اللہ یا بھرمیٹھا جو شافعیہ کا مذہب ہی بند کرادیا۔ لوگ اس کے خلاف بغاوت کے لئے تیار ہوئے مگر وہ مر گیا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے احمد کو مصر کی ولایت دی گئی لیکن اس نے قبول نہ کی۔ اس لئے ترکی امیر بائگلیاک کو سپرد کی گئی۔ اس نے اپنی طرف سے احمد بن طولون کو وہاں کا امیر بجیش اور احمد بن مدبر کو امیر خراج مقرر کر کے بھیجا۔

اس بنی مان میں مرکز خلافت کی کمزوری کی وجہ سے مصر میں ایک علوی نے جو ابن صوفی کے نام سے مشہور تھا علم امامت بلند کیا اور اقلیم استنباط پر قابض ہو گیا۔ ابن طولون نے اس کو شکست دی جس سے وہ الواحات کی طرف بھاگ گیا۔

دولتِ طولونیہ

۲۵۷ھ سے ۲۹۲ھ تک

طولون ایک ترکی غلام تھا جس کو نوح بن اسد سامانی نے مامون کے پاس ۲۵۷ھ میں ہدیہ تارو میں بھیجا تھا۔ مامون نے اس کو دانا اور توانا دیکھ کر خدمت میں داخل کر لیا۔ اور اپنے ساتھ بغداد لایا۔

۲۶۲ھ میں سامر میں طولون کا بیٹا احمد پیدا ہوا۔ اس نے قرآن حفظ کیا اور علوم و آداب کی تکمیل کی۔ جب اس کا سن بیس سال کو پہنچا اور اس کا باپ گزر گیا اُس وقت یہ امیر بائگلیاک کی فوج میں داخل کر دیا گیا۔ ۲۵۷ھ میں جب امیر مذکور کو مصر کی ولایت ملی تو اس نے احمد بن طولون کی لیاقت اور صلاحیت

دیکھ کر اپنی طرف سے اس کو وہاں کی فوج کا امیر بنا کر بھیجا اور اپنے خاص کاتب احمد بن محمد واسطی کو ساتھ کر دیا۔ خراج پر احمد بن مدبر کو مقرر کیا۔

ابن طولون متقی اور انصاف دوست تھا اور ابن مدبر ظالم اور بے تدبیر نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں میں عداوت ہو گئی اور ایک دوسرے کے خلاف بساط سیاست پر شطرنج بازی کرنے لگے۔ اسی درمیان میں ۶۵۵ھ میں ممسدمی سریر خلافت پر آگیا اور اس نے بابلباک کو قتل کر کے مصر کی امارت امیر ماجور کو دے دی جس کی لڑکی ابن طولون کے نکاح میں تھی۔ اس نے ابن طولون کو مصر کے سائے اختیار سے پھر دے دیئے۔ ابن طولون نے چاہا کہ ابن مدبر کو برطرف کرے لیکن اس کا بھائی دربا خلافت میں زیر خزانہ تھا اس لئے صبر کیا۔

ابن مدبر نے دیکھا کہ اب یہ اپنے حریف کا مقابلہ نہیں کر سکتا اس وجہ سے اپنا تباہ ملک شام میں کرالیا۔ اور ابن طولون کے ساتھ رابطہ مودت پیدا کرنے کے لئے اپنی بیٹی اس کے بیٹے تمارویہ کے ساتھ بیاہ دی اور جو کچھ ملکیت مصر میں رکھا تھا اس میں سے بھیمہ کر کے شام میں چلا گیا۔ شقیق خادم بھی جو اس کا دست راست اور ابن طولون کا مخالف تھا مر گیا۔

حکومت مصر

ابا بن طولون کے لئے راستہ صاف تھا۔ ملک مصر کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور چاہا کہ ان تمام ناروا محاصل کو موقوف کر دے جو رعایا پر لگائے گئے ہیں۔ امین خراج عبد اللہ بن دسومہ کو بلا کر اپنا خیال ظاہر کیا۔ وہ ایک طماع اور نیا دہ شخص تھا۔ اس نے حساب لگا کر بتلایا کہ اس سے سالانہ ایک لاکھ دینار کا خسارہ ہوگا۔

اور شیب فراز سمجھا کر باز رکھنے کی کوشش کی۔ ابن طولون نے کہا کہ اچھا سوچوں گا۔ رات کو اپنے ایک متوفی طرسوسی دوست کو جو بڑا متقی تھا خواب میں دیکھا کہ وہ آیا ہے اور کہتا ہے کہ جو رائے تم کو دی گئی وہ صحیح نہیں ہے۔ اگر تم اللہ کے خوف سے اس ناجائز آمدنی کو چھوڑ دے گے تو وہ اس کے عوض میں تم کو بڑے بڑے خزانے دے گا۔ صبح کو بیدار ہوتے ہی اس نے فوراً ان محاصل کے انصار کے احکام نافذ کر دیے۔ ابن سومہ پھر پہنچا اور سمجھانے لگا۔ ابن طولون نے رات کا خواب اس سے بیان کیا۔ اس نے کہا کہ تعجب ہے کہ ایک مردہ کے قول پر آپ عمل کرتے ہیں اور ایک زندہ ناصح کی بات نہیں سنتے۔ بولا کہ اب تو جو ہونا تھا ہو گیا۔

وفیتہ غیبی

ایسا اتفاق کہ دوسرے دن وہ اپنے خدام کے ساتھ صحرا میں نکلا ان میں سے کسی کے گھوڑے کا پاؤں زمیں کے اندر گھس گیا۔ دیکھا گیا تو اندر تہ خانہ تھا جس میں اس قدر خزانہ برآمد ہوا جس کی قیمت دس لاکھ دینار تھی۔ اس کی خبر تمام عالم اسلامی میں پھیل گئی۔ ابن طولون نے خلیفہ سے دریافت کیا کہ یہ رقم کس مصرف میں لگائی جائے۔ اس نے لکھا کہ وجوہ خیر میں۔ چنانچہ ایک حصہ غر بار اور فقراء میں تقسیم کر دیا۔ بقیہ سے ایک قلعہ اور ایک مارستان بنوایا۔ اور راستوں کی مرمت کی۔

فسطاط میں یہ مارستان مصر کا سب سے پہلا شاہ خانہ تھا۔ اس کے ساتھ اطباء کے لئے مکانات بھی تھے بہت سی دکانیں بھی تعمیر کرائی گئیں تاکہ ان کے کراہے سے صرفہ چلے۔ نیز نجاس کی ساری آمدنی اس پر وقف کی گئی۔ ابن طولون اکثر خود اطباء اور ان کے معالجات کو دیکھنے اور مریضوں کی عیادت کو یہاں آیا کرتا

تھا ایک بار کسی مجنون نے اس پر ایسا حملہ کیا کہ ہلاکت سے بال بال بچا لیکن پھر بھی آنا ترک نہ کیا۔
 روضہ کا مقیاس خراب ہو گیا تھا۔ دسٹس ہزار دینار لگا کر اس کو چھٹی طرح پختہ
 کر دیا۔ ملک میں متعدد پبل بنوائے۔ اسکندریہ کی نہر جس میں ریتاٹ گیا تھا صاف کرائی
 اور اس میں جابجا حوض اور سقائے بنوائے۔ اور منارہ کو بھی از سر نو تعمیر کرایا۔
 سترہویں امیر ماجور نے وفات پائی۔ اُس وقت سے یہ مصر کا خود مختار حکمران
 ہو گیا۔ اہل مصر اس کے حسن انتظام اور پسندیدہ اخلاق سے بہت خوش تھے۔

جامع طولونی

خود مختاری کے بعد اپنی قوت بڑھانی شروع کی۔ فوج کی تعداد اس قدر بڑھ گئی
 کہ فسطاط میں گنجائش نہ رہی۔ اس وجہ سے اسی کے متصل ایک جدا چھاؤنی قلعے کے
 نام سے آباد کی۔ جل مقلم پر تنور فرعون کے قریب یشکر نامی ایک ٹیکر تھا جس کی
 بابت مشہور تھا کہ وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام مناجات کے لیے آیا کرتے تھے
 اسی کو جامع مسجد کے لیے پسند کیا۔ بنیاد کھودتے وقت وہاں بھی ایک فینہ ملا جو
 اُس سے بھی زیادہ تھا جو صحرا میں ملا تھا۔

دو سال کی کوشش سے ۶۶۳ھ میں یہ جامع تیار ہوئی جس کے آثار اب تک
 باقی ہیں۔ افتتاح کے دن امراء اور ارکان دولت کے علاوہ علماء اور فقہاء بھی
 بلائے گئے۔ مگر وہ اُس وقت تک مسجد میں داخل نہیں ہوئے جب تک کہ اُن کو تغییر
 نہ دلایا گیا کہ اس میں اس خزانہ کی ایک پائی بھی صرف نہیں کی گئی جو اتفاقاً ملا جو
 اور جو مسلمانوں کی کمائی کا نہیں ہو۔

اسی جامع میں علامہ محمد بن ربیع نے حدیث کا درس شروع کیا۔ اہل طولون

اور اس کے بیٹے بھی معمولی طلباء کی طرح آکر شریک ہوتے تھے۔

واقعہ عمری

ابن صفی علوی جس کی بابت ہم لکھ چکے ہیں کہ الواحات کی طرف بھاگ گیا تھا پھر وہاں سے ایک فوج لے کر اشمونین کی طرف آیا۔ ابن طولون نے مدافعت کیے لئے لشکر بھیجا۔ لیکن اس سے پہلے ابو عبد الرحمن نے جو حضرت عمر کی اولاد میں سے تھے ایک جماعت کے ساتھ اس کو وہاں سے مار کر بھگا دیا۔ اس نے اصوان میں جا کر لوٹ مار شروع کی۔ ابن طولون نے اس طرف فوج بھیجی جس کے خوف سے وہ قلزم کی طرف آیا اور بھاگ کر مکہ پہنچا۔ دہلی مکہ نے گرفتار کر کے مصر بھیج دیا۔ ابن طولون نے کچھ دنوں قید رکھا پھر چھوڑ دیا۔ وہ مدینہ چلا آیا اور وہیں مر گیا۔

ادھر عمری کی جمعیت بڑھ گئی۔ اور کثرت سے لوگ ان کے تابع ہو گئے۔ ابن طولون نے شبہ بنگلی کی ماتحتی میں لشکر بھیجا۔ عمری نے اس سے کہا کہ غالباً ابن طولون کو میرا حال معلوم نہیں ہوا۔ میں بغاوت یا فساد کے لئے نہیں کھڑا ہوا ہوں۔ نہ مجھ سے کسی مسلمان یا ذمی کو اذیت پہنچی ہے۔ میرا مقصد صرف اہل نوبیا کے ساتھ جہاد ہے جو مسلمانوں پر حملے کرتے رہتے ہیں۔ لہذا امیر کو تم میرا حال لکھ دو اگر وہ تم کو واپس بلا لے تو چلے جانا ورنہ پھر مغزور سمجھے جاؤ گے۔ اس نے یہ منظور نہ کیا اور جنگ کی۔ آخر کار شکست کھائی۔ جب لوگوں نے ابن طولون سے یہ حقیقت بیان کی تو وہ شبہ بنگلی پر بہت برہم ہوا۔ اور کہا کہ مجھے کیوں نہ لکھا۔ تمھارے اسی غنا کی وجہ سے عمری نے فتح پائی۔

اسی درمیان میں عمری کے دو غلام ان کا سر لے ہوئے آئے۔ ابن طولون

نے پوچھا کہ تم نے اپنے آقا کو کیوں قتل کر ڈالا۔ بولے کہ آپ کی خوشنودی کے لیے اس نے کہا کہ اس جرم کے ارتکاب پر تم قتل کے مستحق ہو۔ چنانچہ ان سے قصاص لیا اور سر کو غسل دے کر احترام کے ساتھ دفن کرایا۔

اس واقعہ کے دو سے سال محمد بن فاراب فرغی اہل برقہ کو ساتھ لے کر باغی ہو گیا۔ ابن طولون نے اپنے غلام لونو کی ماتحتی میں فوج بھیجی جس نے اس کی بغاوت فرو کی۔

موفق کی عداوت

اس زمانہ میں معتد خلیفہ تھا اور اس کا بھائی موفق سپہ سالار جو سیاہ و سفید کا مالک تھا۔ اس کے پاس خبریں پہنچیں کہ ابن طولون نے شام نہ شان شوکت پیدا کر لی ہے۔ موفق نے اس کو معزولی کی دھمکی دی۔ ابن طولون کی طرف سے بھی جواب سخت گیا۔ اُس نے موسیٰ بن بغا کی سرکردگی میں فوج روانہ کی۔

ابن طولون مقابلہ کی تیاری کرنے لگا۔ اور ایک قلعہ بنا نا شروع کیا جس میں علاؤ علمہ اور مزدوروں کے تمام فوج اور امرار اور خود وہ بھی دن رات کام کرتا تھا۔

بغدادی فوج مقام رقبہ میں پہنچ کر رسد کی کمی سے رُک گئی۔ دس مہینہ تک

وہیں پڑی رہی اور آخر کار وظائف نہ ملنے کی وجہ سے واپس چلی گئی۔ جس دن

خبر مصر میں پہنچی اُسی دن ابن طولون نے قلعہ کی تعمیر بند کر دی جس کو جو کچھ پیشگی

دے دیا تھا سب معاف کر دیا۔ اور اس شکر یہ میں کہ اللہ تعالیٰ نے بلا جنگ نجات

دے دی بہت کچھ صدقہ اور خیرات تقسیم کیا۔

شام کی ولایت

سواحلِ شام پر رومیوں کے سلسلہ وار حملے ہوتے تھے۔ خلیفہ کے پاس مدافعت کی طاقت نہ تھی۔ اس لیے مجبوراً ۲۶۳ھ میں ابن طولون کو طرسوس کی ولایت کا فرمان بھیج کر ان کے مقابلہ کے لیے مامور فرمایا۔ اس نے جا کر سرحد کو محفوظ کیا۔ اور سارے ملک شام پر قابض ہو گیا۔ اب اس کی سلطنت برقہ سے ساحلِ قرات تک پہنچ گئی۔ اور خلیفہ عباسی کے پاس صرف عراق۔ جزیرہ اور ابوازین صوبے رہ گئے۔

موفق اس زمانہ میں حبشیوں کی جنگ میں مصروف تھا۔ ابن طولون نے موقع کو غنیمت سمجھ کر جہاں تک ہو سکا اپنی قوت بڑھائی۔ اس کو یہ بھی معلوم تھا کہ خلیفہ موفق کے استبداد سے تنگ ہو۔ اس لیے تحفے اور ہدیے بھیج کر درخواست کی کہ آپ مصر میں آجائیے۔ وہ سامرا سے روانہ بھی ہوا لیکن موفق کو خبر لگ گئی اور اس نے روک لیا۔

اب موفق ابن طولون کے اور زیادہ خلاف ہو گیا۔ اور خلیفہ سے اس پر لعنت بھیجنے کا حکم لکھوایا۔ اس نے بادلِ ناخواستہ لکھا۔ کیونکہ وہ ابن طولون کا طرفدار تھا۔ عباس کی بغاوت

ابن طولون جب وقتِ شام کی طرف گیا تھا مصر میں اپنے بیٹے عباس کو اپنی جگہ چھوڑ گیا تھا۔ جب واپس آیا تو معلوم ہوا کہ عباس بغاوت کی تیاری میں جو خزانہ کی کل رقم جو بیس لاکھ دینار تھی اپنے قبضہ میں کر لی ہو مزید پانچ تین لاکھ دینار قرض بھی لیے ہیں۔ اور جنگ کے ارادہ سے برقہ میں جا کر فوجیں مرتب کر رہا ہو ابن طولون نے اس کو سمجھانے کی بہت کوشش کی۔ جب وہ راہ پر نہ آیا تو فوج بھیجی۔ وہ اپنے

سانچوں کے مشورہ سے افریقہ کی طرف چلا گیا۔ وہاں غالبہ اور ان کے عمال سے لڑائیاں کیں۔ آخر میں ہزیمتیں اٹھا کر اور مال و متاع اور فوج کو تباہ کر کے برقیہ میں آیا۔ وہاں کے والی نے گرفتار کر کے بھیج دیا۔ ابن طولون نے اس کے مشیروں کو سخت سزائیں دیں۔ اور اس کو سو کوٹے لگوائے۔ مگر رقت اور شفقت سے آنسو خورس کی آنکھوں سے جاری تھے۔ پھر قید کر دیا۔

وفات

۲۰ ذیقعدہ شب یکشنبہ کو سنہ ۶۲۰ھ میں احمد بن طولون نے وفات پائی۔ شجاعت اور عدل میں مشہور تھا۔ نہایت متواضع۔ مردم شناس۔ علم دوست اور فیاض۔ دسترخوان عام تھا۔ شکریہ اور نذر کے علاوہ روزانہ صدقے اور خیرات دیتا۔ او ہر ہفتہ میں تین ہزار دینار بیواؤں۔ مسکینوں اور یتیموں کو تقسیم کراتا۔ ایک بار متولی صدقات ابراہیم نے کہا کہ بعض وقت ارباب استحقاق کا پہچانا بہت دشوار ہوتا ہے۔ کیونکہ برقع کے نیچے سے خانی ہاتھ نکلتے ہیں جن کی کلائیوں میں مزرکش آستین اور مصح کنگن اور انگلیوں میں طلائی انگلیٹیاں ہوتی ہیں۔ ابن طولون نے جواب دیا کہ جو ہاتھ پھیلائے اُس کو دو۔

حافظ قرآن اور خوش آواز تھا۔ تلاوت ہڑے ذوق سے کرتا تھا۔

۷۱ بیٹے اور ۳ بیٹیاں چھوڑیں۔

خمارویہ

ابن طولون کے بعد اس کا بیٹا خمارویہ تخت نشین ہوا۔ سب لوگوں نے بیعت

کی مگر دمشق کے والی نے انکار کیا۔ مصری فوجوں نے جا کر اس کو شکست دی وہ
شینزر کی طرف بھاگ گیا۔

خارویہ نے سب سے پہلے اسکندریہ کے بطریق کو قید خانہ سے رہا کیا جس کو
ابن طولون نے ایک موعودہ رقم ادا نہ کرنے کی وجہ سے مجبوس کیا تھا۔ اس کی وجہ
سے مصری عیسائی اس سے بہت خوش ہو گئے۔

خلیفہ کے ساتھ اس کے تعلقات اچھے تھے۔ تخت پر آتے ہی اس کے لئے
بنیٰ نجر اشرفیوں سے لدے ہوئے۔ دنل غلام۔ دو صندوق زیور۔ ۷ اس
اسپ معہ طلائی ساز۔ ۷۳ شتر جن کے جھول زر بفت کے تھے۔ سواری کے
پانچ خچر اور ایک رافہ بنیٰ سواروں کے ساتھ جن کی قبائیں ریشمی اور کمریں مصع
بجواہر تھیں بھیجا۔

مزید تقریب کے لئے اپنی بیٹی قطر الندی خلیفہ معتمد کے ساتھ بیاہ دی۔
اس کو حمیز میں اس قدر ساز و سامان دیا جس کی تیاری میں نظیر نہیں ملتی۔ اس کے
میٹھے کے لئے سونے کا ایک تخت بنوایا تھا جس کے چاروں گوشوں پر مصع ستون
تھے۔ ان پر جالی دار طلائی قبہ تھا جس کے ہر ہر طبقہ میں ایک ایک منول موتی سونے
کے تار میں لٹکتا تھا۔ جوڑوں کی قیمت کا اندازہ کچھ اس سے ہو سکتا ہو کہ صرف ایک
ہزار ازار بند ایسے دیئے تھے جن کا صرفہ بارہ ہزار دینار تھا۔ رخصتی کے وقت مصر
بغداد تک ہر ہر منزل پر اپنے محل کے مشابہ ایک ایک قصر تعمیر کر کے آلات و فرش
وغیرہ سے آراستہ کر دیا تھا۔ عروس کو نرم رفتار سے لاتے تھے اور قصر میں اتار
دیتے تھے۔ اس طرح مصر سے بغداد تک گویا وہ برابر اپنے باپ ہی کے گھر میں قیام

کرتی چلی آئی۔ آغاز محرم ۲۸۲ھ میں بڑی شان کے ساتھ بغداد میں اس کا داخلہ ہوا۔
خمارویہ کو درختوں اور جانوروں کا بڑا شوق تھا۔ اس نے قصر شاہی کو بڑھا
ایک بڑا میدان اس کے اندر داخل کر لیا۔ جس میں قسم قسم کے درختوں کے تختے۔
رنگ برنگ کے پھولوں کے چمن لگائے اور طرح طرح کے خوشنما اور خوش آواز پرند
منگا کر ان میں رکھے۔

اسی طرح ایک بڑے احاطہ میں ہر قسم کے جنگلی جانور خاص کر درندے فراہم کیے۔
شیریں اور چیتوں سے اس کو ایسی دلچسپی تھی کہ دربار میں بھی ہمیشہ اپنے سامنے
بندھوئے رکھتا تھا۔ ان میں سے بعض بعض اس قدر مانوس ہو گئے تھے کہ کھلے ہوئے
اس کے پیچھے پیچھے گھومتے تھے۔

محل کی دیواروں کو لاجورد محلول اور طلا اور مختلف قسم کی چوبیس تصویروں سے
آراستہ کیا تھا۔ اور اپنے سونے کے لئے ایک حوض بنوایا تھا جس میں پارہ بھر دیا تھا۔
اس کے دونوں کناروں پر ریشم کی ڈوریاں چاندی کے کڑوں میں بندھیں ہوئی
تھیں جن کے اوپر چرمی گدآہوا سے بھر کر ڈال دیا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ اس کو
کم خوابی کی شکایت تھی۔ طبیب نے بتلایا کہ چوبی سے نیند آجائے گی۔ اس نے کہا کہ
میری طبیعت گوارا نہیں کر سکتی کہ کوئی بدن پر ہاتھ رکھے۔ اس وجہ سے یہ صورت
اختیار کی۔ کیونکہ پارہ برابر حرکت میں رہتا تھا جس سے نیند آجاتی تھی۔

خمارویہ ۲۸۳ھ میں مقتول ہوا۔ وجہ یہ ہوئی کہ اس کے ایک خاص خادم اور محل کی
کسی کنیر میں اس قسم کے تعلقات کا انکشاف ہوا جس سے یہ ان پر سخت برہم ہوا۔ انھوں نے
اپنی جان کے خوف سے سازش کر کے رات کو سوتے میں ذبح کر ڈالا۔

جمیش بن خمارویہ

خمارویہ کے بعد اس کے بیٹے ابوالعسا کر جمیش کے ہاتھ پر مارت کی ہجرت ہوئی مگر اس کی کم سنی کی وجہ سے حاکم شام طعج بن جفن نے بیعت سے انکار کیا۔ مصری فوجیں بھی اس کے ہم خیال ہو گئیں۔ اور ہنگامہ برپا کر کے اس کو قتل کر دیا۔ محل بھی لوٹ لیا اور شہر میں آگ لگادی۔ پھر ہارون کو تخت پر بٹھایا۔

ہارون بن خمارویہ

ہارون کو چونکہ امراء فوج نے بادشاہ بنایا تھا اس لئے وہ اس کو اپنا چاہتا سمجھتے تھے۔ اور اس کے حکموں کی زیادہ پروا نہیں کرتے تھے۔

خلیفہ معتقد نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر لشکر کشی کی۔ جب شہر امیدہ میں پہنچا تو وہاں کے عامل محمد بن احمد نے اطاعت قبول کر لی ہارون کو خطرہ ہوا۔ اس نے خلیفہ کو لکھا کہ میں فرماں بردار ہوں اور ولایت طرسوس بطور نذر پیش کرتا ہوں۔ معتقد نے خوشی سے قبول کیا اور طرسوس کو قبضہ میں لایا۔ پھر قسطنطنیہ اور عوام بھی اس سے نکال لیا اور اس کی ولایت شام اور مصر پر محدود کر دی۔ وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ سالانہ چار لاکھ دینار خزانہ خلافت میں بھیجا کرے۔

معتقد کے بعد مکتفی خلیفہ ہوا۔ اس نے ۲۹۲ھ میں محمد بن سلیمان کے ساتھ ایک فوج بھیجی کہ شام و مصر پر قبضہ کرے۔ محمد نے جاکر شام پر تسلط قائم کیا پھر مصر کی طرف بڑھا۔ یہاں فوجیں متحد نہ تھیں۔ اس وجہ سے ہارون مقابلہ میں ناکام رہا۔ اور

بھفرسنہ مذکور میں قتل کیا گیا۔

اس کے بعد بعض امیروں نے اس کے چچا شیمان بن احمد کو امیر بنایا لیکن عوام نے بیعت نہیں کی۔ اب مصر طوٹنی قبضہ سے جو ۳۷ سال ۷ ماہ اور ۲۰ یوم رہا نکل کر پھر عباسی خلافت کے ماتحت آ گیا۔

دولتِ عباسیہ ثانیہ

۲۹۲ھ سے ۳۲۳ھ تک

مکتفی نے عیسیٰ فوشری کو مصر کا امیر بنایا تین سال کے بعد مقتدر خلیفہ ہوا۔ اس نے بھی عیسیٰ مذکور کو اپنے عمدہ پرتقام رکھا۔ ۲۹۷ھ میں عیسیٰ نے انتقال کیا۔ اس کی جگہ پر تکین خزری مقرر ہوا۔ اس کے زمانہ میں عبید اللہ فاطمی ہمدی کی طرف سے جباس بن یوسف نے اگر برتہ پر قبضہ کر لیا۔ اور ایک لاکھ سے زیادہ ہوا۔ یسے ہوئے محرم ۳۰۲ھ میں اسکندریہ کی طرف بڑھا۔ تکین کی امداد کے لیے بغداد سے فوجیں گئیں۔ سخت ہولناک جنگ ہوئی جس میں فریقین کے بے شمار آدمی مارے گئے۔ آخر کار جباسہ کامیاب نہ ہو سکا اور واپس چلا گیا۔

خلیفہ بغداد نے اس کے بعد تکین کی جگہ پر زکار رومی کو مقرر کیا۔ اس کے عہد میں ۷ صفر ۳۰۷ھ میں فاطمی خلیفہ نے ابوالقاسم کی ماتحتی میں پھر ایک لشکر گراں بھیجا۔ زکا اس اشائیں مر گیا۔ اس نے مقابلہ پر تکین خزری مامور ہوا۔ بغداد سے تین لاکھ فوج لے کر مونس خادم بھی پہنچ گیا تھا۔ مقام الفیوم اور اسکندریہ میں سخت لڑائیاں ہوئیں اور ابوالقاسم بھی بے نیل مرام پلٹ گیا۔

دوسرے سال تکین نے وفات پائی۔ اس کا بیٹا محمد بلا حکم خلافت کے والی بن بیٹھا۔

مقتدر کی وفات کے بعد ۳۲۳ھ میں قاہرہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی۔ اس نے محمد بن طغج کو مصر کی ولایت دی۔ مگر وہ اس وقت نہ جاسکا۔ اس وجہ سے احمد بن کثیر بھیجا گیا۔

۳۲۳ھ میں راضی باللہ نے پھر ابن طغج کو فرمان دیا۔ وہ مصر کی طرف آیا۔ احمد نے مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھائی اور بھاگ کر خلیفہ فاطمی کے پاس چلا گیا۔ محمد بن طغج نے مصر کی ولایت اپنے ہاتھ میں لی۔ اس کے عہد میں فاطمی فوج نے آکر اسکندریہ لے لیا۔

دولت عباسیہ اس وقت ایسی کمزور ہو گئی تھی کہ قریباً تمام اور عرب کے ایک حصہ پر قابض ہوئے تھے۔ سامانیوں کی ریاستیں خراسان میں مستقل ہو چکی تھیں۔ آل بویہ فارس پر متغلب تھے۔ حمدانی جزیرہ اور دیار بکر پر یہ دیکھ کر ابن طغج نے بھی مصر میں اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔

دولت اشہدی

۳۲۳ھ سے ۳۵۰ھ تک

ابوبکر محمد بن طغج ملوک فرغانہ کی نسل سے تھا۔ معتمد کے زمانہ میں جب تکوں کی آمد شروع ہوئی تو ان کی زبان فی خلیفہ کو معلوم ہوا کہ ترکستان میں ایک رئیس جغت نامی نہایت قوی اور بہادر ہے۔ معتمد نے اس کو طلب کیا۔ اور جب وہ پہونچا

تو نہایت اکرام کے ساتھ رکھا۔ اور جاگیر عطا کی۔

جفت سامرا میں آیا۔ وہیں اس کی اولاد پیدا ہوئی۔ ^{۲۳۷}سنتھ میں جس دن متوکل مار گیا۔ اس کا بھی انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا طغ بن طوئک نے غلام لولو کے پاس آ گیا جو اس وقت جزیرہ میں تھا۔ خمارو یہ نے اس کو پسند کر کے اپنے حشم کا سرخیل بنایا اور طبریہ کی امارت بخشی۔ اس کے قتل ہو جانے کے بعد طغ کو خلیفہ مکتفی نے اپنے پاس بلا لیا۔ اور خلعت و انعام سے سرفراز فرما کر درباریوں میں داخل کیا۔

اس زمانہ میں عباس بن حسین وزیر تھا۔ طغ کے ساتھ اس کو عداوت ہو گئی۔ اور اس نے اس کو معہ اس کے بیٹے محمد کے قید کر دیا۔ طغ قید خانہ ہی میں مر گیا۔ لیکن محمد کو رہائی ملی جس نے اپنے بھائی علیہ اللہ کی مدد سے ^{۲۹۶}سنتھ میں وزیر عباس سے اپنے باپ کا بدلہ لیا اور بھاگ کر باد یہ شام میں تکین خوری کے پاس چلا گیا۔ وہاں بعض معرکوں میں شہرت حاصل کی۔ ^{۲۹۷}سنتھ میں قافلہ حجاج کو راہزنوں کے حملہ سے بچایا۔ خلیفہ مقتدر نے اس پر خوش ہو کر خلعت بھیجا۔ ^{۳۱۶}سنتھ میں تکین سے ناموافق ہو جانے کے باعث رملہ میں گیا۔ مقتدر نے جب ^{۳۱۷}سنتھ میں رملہ کی امارت کا فرمان اس کے نام لکھ دیا۔

^{۳۲۱}سنتھ میں قاہر نے اس کو مصر کی ولایت دی مگر وہ جانہ سکا۔ دو بارہ ^{۳۲۲}سنتھ میں راضی باللہ نے فرمان بھیجا۔ اس وقت وہاں پہونچا اور امارت پر قبضہ کرنے کے بعد اپنے استقلال کا اعلان کر دیا۔ خلیفہ نے بھی مجبوراً اس کے استقلال کو تسلیم کیا۔ اور ^{۳۲۳}سنتھ میں اس کو اخشیہ کا لقب دیا جس کے معنی فرغانی زبان میں شاہنشاہ کے ہیں۔

استقلال کے بعد اس نے شام پر بھی قبضہ کر لیا۔ بغداد کے امیر الامراء محمد بن رائق نے ۳۲۲ھ میں اس پر فوج کشی کی۔ پہلے شام میں جا کر اس کے حال بدر کو شکست دی پھر مصر کی طرف بڑھا۔ فرما میں فریقین کا مقابلہ ہوا۔ بعض امیروں نے بیچ میں پڑ کر اس طرح صلح کرادی کہ اخشید مصر سے رملہ تک قابض ہے اور دمشق سے دست بردار ہو جائے جس کا سالانہ دس ہزار خراج اس کو ملتا ہے گا۔ دونوں فریق اس پر راضی ہو گئے۔

۳۲۳ھ میں امی نے انتقال کیا اور اس کا بھائی مستقی خلیفہ ہوا۔ اس نے بھی اخشید کی امارت کو سابقہ قرار داد کے مطابق بحال رکھا۔ جب ناصر الدولہ بن حمدان دالی موصل نے امیر الامراء کو حاصل کرنے کے خیال سے ابن رائق کو قتل کر ڈالا اُس وقت اخشید نے پھر دمشق پر قبضہ کر لیا۔

۳۲۳ھ میں ناصر الدولہ کے بھائی سیف الدولہ نے حلب پر چڑھائی کی۔ جوہ اخشید کے زیر حکومت تھا۔ اخشید نے اپنے غلام کا فور کے ساتھ فوج بھیجی۔ مگر سیف الدولہ نے شکست دے دی اور حلب کے بعد حمص پر بھی قبضہ کر لیا اور دمشق کی طرف بڑھا۔ قنسرین میں طرفین نے صف آرائی کی۔ لیکن جنگ میں کوئی ایک دوسرے پر غالب نہ آسکا۔ آخر کار اس بات پر مصاکحت ہوئی کہ دمشق تک اخشیدی حکومت ہے اور حمص حلب وغیرہ پر حمدانی قابض ہوں۔

۳۲۴ھ میں ۱۱ سال ۳ ماہ حکومت کرنے کے بعد محمد بن طغج اخشید نے وفات پائی۔ مدبر اور شجاع تھا۔ اور لشکر کا شدیدائی۔ کم و بیش چار لاکھ فوج مرتب کی تھی۔

انوجور بن خشید

خشید کے بعد اس کا بیٹا انوجور تخت نشین ہوا۔ چونکہ کم سن تھا اس وجہ سے مہمات سلطنت غلام کافور کے ہاتھ میں تھے۔ جو فرزانہ اور منظم تھا۔

سیف الدولہ نے خشید کی موت کی اطلاع پاتے ہی دمشق پر آکر قبضہ کر لیا۔ کافور نے جا کر اس کو نکالا۔ اور بدرِ خشیدی کو وہاں کا حکم دار مقرر کرنے واپس آیا۔ ۳۳۵ھ میں شاہ توبیانے مصر پر حملہ کیا۔ کافور نے ایسی شکست دی کہ اصوائی بھاگ کر ۱۵ میل پر جا کر دم لیا۔

۳۳۹ھ میں انوجور نے انتقال کیا۔

علی بن خشید

انوجور کی جگہ اس کا بھائی علی بادشاہ ہوا۔ اس کے عہد میں مصر میں سخت قحط پڑا۔ اور اندرونی نزاعات کی وجہ سے فوجی طاقت گھٹ گئی۔ ۳۵۵ھ میں مر گیا۔

کافورِ خشیدی

یہ ایک حبشی غلام تھا جس کو خشید نے ۳۱۲ھ میں کسی مصری رئیس سے خریدا تھا۔ چونکہ بعض معروکوں میں اس نے شہرت حاصل کی اس وجہ سے خشید کی اولاد کا اتالیق ہو گیا۔ علی کے مرنے کے بعد اس کے ہاتھ پر مارت کی بیعت ہوئی۔ خلیفہ مطیع کا عہد تھا اس نے بھی تسلیم کر لیا۔ اس کی عظمت و شان اس قدر بڑھ گئی کہ مصر کے علاوہ

حجاز اور شام میں خطبوں میں اس کا نام بھی خلیفہ کے نام کے ساتھ لیا جانے لگا۔
دو سال چار ماہ حکومت کر کے بعد اجادی الاول ۳۵۰ھ میں گزر گیا۔
اس کی کنیت ابوالمک سہمی اور چہرہ سخت مشکیں۔ غالباً یہ مصر ع کسی فارسی شاعر
نے اسی کے نام کی مناسبت سے موزوں کیا ہو۔

برعکس نہند نام زنگی کا فور
لیکن باوجود جشی ہونے کے نہایت رعب اڑتا تھا۔ اور اہل علم و صلاح کی
توقیر کرتا تھا۔

ابو جعفر مسلم بن عبد اللہ بن طاہر علوی کا بیان ہے کہ ایک بار کا فور کے ساتھ
ہم چند آدمی سوار ہو کر کسیر کو نکلے۔ راستہ میں کوڑا اس کے ہاتھ سے گر گیا۔ میں نے
فور اتر کر اٹھالیا اور اس کو فے دیا۔ کہنے لگا ”اللہ اکبر“ اس رتبہ پر پہنچنے کی مجھے
کبھی امید نہیں ہو سکتی تھی۔ میں تو ایک خرید غلام ہوں۔ یہ کہتے ہوئے اس کی
آنکھیں بھرا آئیں۔

واپسی کے بعد جب میں گھرا آیا تو اس نے شکریہ میں اپنے غلاموں کے ہاتھ
میرے پاس گھوٹے اور خچر مال و متاع سے لدے ہوئے بھیجے۔ جن کی قیمت پندرہ
ہزار دینار سے کم نہ تھی۔

مصر میں کسی واعظ نے اپنے وعظ میں کہا کہ دنیا کی خواری دیکھو کہ اللہ تعالیٰ
نے کیسے کیسے لوگوں کو اس کا مالک بنا رکھا ہو۔ بغداد میں معز الدولہ دلیلی ہو وہ
مشغول اور مصر میں کا فور اخشیدی ہو وہ خصی۔ یہ بات کا فور تک پہنچی۔ ہنسنا
اور کہا کہ اس واعظ سے میں ایک بار سختی سے پیش آیا تھا اسی وجہ سے اس نے ایسا کہا۔

پھر بلا کر اس کو ایک تم حمے دی۔ اس کے بعد سے وہ اپنے وعظ میں کہا کرتا تھا کہ عام کی اولاد میں سے صرف تین شخص کامل ٹکے۔ لہمان حکیم۔ حضرت بلال مودن رسول اللہ۔ اور کافور خشییدی خلد اللہ ملک و سلطانہ۔

سیف الدولہ والی موصل کا مزاج خاص عربی کا مشہور شاعر مقبلی آخر میں اُس کے دیار سے خفا ہو کر کافور ہی کے دربار میں چلا آیا تھا۔ اور اس کی مدح نیز ہجو میں متعدد قصیدے لکھے جو اس کے دیوان میں ہیں۔

احمد بن علی

کافور کے بعد خشیید کا پوتا احمد امیر بنایا گیا جس کا سن صرف ۱۱ سال کا تھا۔ شامیون نے اس کی امارت تسلیم نہیں کی۔ اور حسن خشییدی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ قرامطہ کا اس زمانہ میں زور تھا انھوں نے حسن کو شکست دے کر شام پر قبضہ کر لیا۔ حسن اپنی فوجیں لے کر بھاگا ہوا مصر آیا کہ احمد سے امارت چھین لے۔ یہ بابی خلفشار دیکھ کر بعض اراکین دولت نے خلیفہ فاطمی معز لدین اللہ کو قبضہ مصر کی دعوت دی جو اسی تاک میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اپنے غلام جو ہر صقلی کے ساتھ ایک فوج بھیجی جس نے ۳۵۵ھ میں آکر بلا مقابلہ مصر کو لے لیا۔

دولت فاطمیہ

۳۵۵ھ سے ۵۶۷ھ تک

۲۶۹ھ سے شمالی غری افریقہ میں فاطمی دعوت کا آغاز ہوا۔ اور فاس کے متصل

کتاہ میں ابو محمد عبید اللہ نے اپنی مدویت کا اعلان کیا۔ جس کا دعویٰ یہ تھا کہ وہ امام جعفر صادق کے بیٹے اسماعیل کی اولاد میں ہے۔ اور فاطمی علوی ہونے کی وجہ امامت کا اہلی حقدار ہے۔ اور اسے اور غالبہ کی جماعتوں نے اس کا ساتھ دیا جن کی مدد سے رفتہ رفتہ اس نے غلبہ حاصل کرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ سترہویں قیرون (مرکز افریقہ) کو بھی فتح کر لیا۔

سترہویں صدی میں جب اس کی قوت بڑھ گئی اس نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا۔ ہمدی کی نگاہیں مصر کے زرخیز خطہ پر لگی ہوئی تھیں جس کو وہ اپنا مرکز بنانا چاہتا تھا۔ لیکن اس کو لینے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ اس وجہ سے قیرون کے متصل ہمدیہ آباد کر کے فتح مصر تک اسی کو اپنا عارضی دار الخلافہ قرار دیا۔ سترہویں صدی کے آخر میں عباسی کی قیادت میں مصر پر فوج بھیجی لیکن امیر مصر تکیں خزری نے جس کی امداد کے لئے خلیفہ بغداد نے فوجیں بھیج دی تھیں اس کو شکست دے دی۔ سترہویں صدی میں پھر ابوالقاسم کی ماتحتی میں لشکر بھیجا مگر وہ بھی شکست کھا کر واپس گیا۔

سترہویں صدی میں عبید اللہ ہمدی نے انتقال کیا اور اس کا بیٹا ابوالقاسم محمد قائم بالله خلیفہ ہوا۔ یہ اپنے باپ سے بھی زیادہ مصر کا آرزو مند تھا۔ اسی سال بغداد میں رضی باللہ کے ماتحتی پر خلافت کی بیعت ہوئی جس نے محمد بن طنج کو مصر کا والی بنا کر بھیجا۔

سولہویں صدی کا دعویٰ ابوالقاسم نے دیکھ کر عبدالرحمن ناصر امیر اندلس نے بھی جو سترہویں صدی میں تخت نشین ہوا اپنی خلافت کا دعویٰ کر دیا۔ جس سے دنیا کے اسلام میں تین خلافتیں ہو گئیں جو ایک دوسری کی حریف تھیں۔ اور وہ اسلامی خلافت جس سے سارے عالم کا نظام قائم ہوتا ان قریشی خانوادوں کی دنیاوی منافست اور باہمی رقابت میں باز بچہ طفلان بن گئی جس سے اہمیت کا شیرازہ بکھر گیا۔

اس نے وہاں جا کر احمد کی غلغلو کو نکال دیا۔ وہ بھاگ کر قائم بامر اللہ کے پاس پہنچا اور فتح مصر کے لئے اس کو آمادہ کیا۔ اس نے ایک لشکر گراں بھیجا۔ ابن طنج نے ہر چند مداخلت کے لئے غریبہ دو پر قلعے اور مورچے بنوائے لیکن فاطمی لشکر نے آکر اسکندریہ کو فتح کر لیا۔

(۱) معز لدین اللہ
۳۵۸ھ سے ۳۶۵ھ تک

۳۵۸ھ میں دولت اخشیدی کے خاتمہ پر قائم بامر اللہ کا بیٹا ابومحمّد معز لدین اللہ کے لقب سے ہمدیہ میں خلیفہ تھا جو برق سے مراکش تک اور مالطہ۔ ساردینیہ۔ صقلیہ نیز اکثر جزائر بحر متوسط پر قابض ہو چکا تھا۔ اس نے موقع دیکھ کر اپنے غلام جوہر کو جس نے فاس اور سلطانیہ وغیرہ کی فتوحات سے بڑی عظمت حاصل کر لی تھی ایک لاکھ سوار اور بے شمار مال و متاع اور ساز و سامان دے کر فتح مصر کے لئے روانہ کیا۔

مصر اس زمانہ میں سخت قحط میں مبتلا تھا جس میں تقریباً چھ لاکھ آدمی مر گئے تھے۔ اور کوئی طاقت بھی وہاں موجود نہ تھی۔ علاوہ بریں خود بہت سے امراء مصر فاطمی قبضہ کے خواہاں تھے اس لئے کوئی مداخلت نہیں ہوئی اور جوہر آکر قابض ہو گیا۔ ۳۵۸ھ شعبان ۱۲ شعبان ۳۵۸ھ کو امراء۔ وزراء اور علماء و قضاة نے فسطاط کے دروازہ پر اس کا استقبال کیا۔ جمعہ کے دن اس نے جامع عمرو بن عاص میں خلیفہ فاطمی کے نام کا خطہ پڑھا۔ عباسی سیاہ شعار کو اٹھا کر فاطمی سفید شعار مقرر کیا اور اذان میں

۱۵ عباسیوں کا سیاہ سیاہ تھا۔ فاطمیوں کا سفید اور بنی امیہ کا سبز۔

”حی علی خیر العمل“ پکارتے کا حکم دیا۔

اس کے بعد بغداد کے نقشہ پر قاہرہ کی داغ بیل ڈالی۔ وسط میں خلیفہ کے لئے دو عظیم الشان قصر بنوائے اور جامع ازہر تعمیر کرائی۔

جب مصر پر تسلط ہو گیا تو جعفر بن فلاح کتامی کو فوج دے کر شام کی طرف بھیجا۔ اس نے وہاں قبضہ کر کے سب سے فاطمی خلافت کی سمیت لی۔ جو لوگ مخالف تھے ان کو گرفتار کر کے مصر بھیج دیا۔

ان فتوحات کے بعد جوہر نے مصر میں آنے کی دعوت دی۔ وہ ۵۵ھ صفر ۳۳۲ھ میں ہمدیہ سے روانہ ہوا۔ راستہ میں قیام و شکار و سیر و تفریح کرتا ہوا ۴ شعبان کو اسکندریہ میں داخل ہوا جہاں جلیلہ طبقات کے لوگ اس کے استقبال کے لئے

۱۵ اس شہر کی تاسیس کے دن جوہر نے بخوی کو ایک بلند مقام پر کھڑا کیا۔ اور داغ بیل پر ہر طرف رسیاں بندھوا کر ان میں گھنٹیاں لٹکادیں۔ تاکہ جب وہ نیک ساعت آئے جو بخوی نے تجویز کی ہو اُس وقت وہ رستی بلائے اور بنیادیں ڈال دی جائیں۔ اتفاق سے رستی میں ڈٹا ہوا کوئی کوا اُچھ گیا اور گھنٹیاں بچ گئیں جس سے بنیادیں ڈال دی گئیں۔ بخوی یہ دیکھ کر چلایا کہ القاہر القاہر یعنی مریم ستارہ سامنے ہو۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ اسی نام سے یہ شہر مشہور ہو گیا۔

۱۶ اس جامع میں علوم و فنون کا درس بھی شروع ہوا۔ عزیز کے عہد میں اس میں علمی کتابوں کا بھی ایک ذخیرہ جمع کیا گیا۔ اس مدرسے زمانہ ابعد میں بہت ترقی کی۔ اور اسلامی علوم اور عربی زبان کی گزشتہ خدمت انجام دی۔ سلاطین اور امراء نے اس پر بڑے بڑے اوقاف کیے۔ آج تک یہ جامع قائم ہو۔ اور دنیا کی سب سے قدیم اور غالباً سب سے بڑی یونیورسٹی ہو۔ اس کے طلباء کی تعداد کم و بیش پندرہ بیس ہزار تھی جو جس میں ہر ملک اور ہر قوم کے مسلمان ہوتے ہیں۔ اساتذہ پانچ اور چھ سو کے درمیان ہیں جن میں سے کسی کی تنخواہ چھ گنہ مصری سے کم نہیں۔ اور شیخ ازہر کی تنخواہ تو اس قدر ہو کہ کسی ملک کے وزیر اعظم کی بھی نہ ہوگی۔

حاضر تھے۔ مجمع کے سامنے ایک طویل تقریر کی جس میں یہ کہا کہ مصر کے قبضہ سے زیادتی مال یا توسیع ملک ہم کو مقصود نہیں ہو بلکہ اقامتِ حق اور جہاد فی سبیل اللہ پر نظر ہو۔

قاضی مصر ابو طاهر ذہلی کہتے ہیں کہ میں اس جلسہ میں معزز کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے پوچھا کہ تم نے مجھ سے بہتر کوئی خلیفہ دیکھا ہی؟ میں نے کہا کہ ہجرِ آپ کے کسی خلیفہ کا دیکھنا مجھے نصیب ہی نہیں ہوا۔ بولا کہ حج کو تو گئے ہو گے اور مدینہ میں ابو بکرؓ عمرؓ کی قبرس تو دیکھی ہوں گی؟ یہ سُن کر میں حیران ہو گیا کہ کیا جواب دوں۔ نظر اٹھائی تو سامنے اس کا بیٹا کھڑا ہوا تھا۔ میں نے کہا کہ وہاں رسول اللہؐ کی زیارت میں شخصین کا مجھے خیال نہ رہا جس طرح کہ اس وقت آپؐ کی گفتگو میں نبی محمدؐ کو سلام نہ کر سکا۔ یہ کہہ کر فوراً اٹھا اور اس کو سلام کیا۔ اس میں وہ سلسلہ کلام جاتا رہا۔

معزز اسکندریہ سے حیرہ میں آیا جہاں جوہر نے معہ فوج کے سلامی ادا کی۔ ۵ رمضان کو قاہرہ میں داخل ہوا اور قہر کبیر میں ایک عام جشن کیا جس میں لوگوں نے جمع ہو کر خوشی منائی اور اس کو مبارکباد دی۔ اس وقت سے قاہرہ کو دار الحکامہ قرار دیا۔

قہر کبیر کا ایک حصہ گورستان کے لئے مخصوص کر کے اس میں اپنے آبا و اجداد کو دفن کرایا جن کی نعشوں کے تابوت اپنے ساتھ لایا تھا۔ اس کے بعد سے خاندانِ خلافت کے جملہ اموات اسی میں دفن ہوتے رہے اور یہ قبرستان تربتہ زعفران کے نام سے مشہور ہوا۔

مصر میں سب سے پہلا مقدمہ جو اس کے سامنے پیش ہوا یہ تھا کہ کافور خشیدی

کی سیوی نے ایک یہودی پر دعویٰ کیا کہ میں نے موتی کی ایک قبا جو سونے کے تاروں سے بُنی ہوئی تھی اس کے پاس امانت رکھی تھی۔ اب یہ انکار کرتا ہے میرے خانہ تلاشی کا حکم دیا۔ یہودی نے دیگ میں رکھ کر زیر زمین دفن کر دیا تھا۔ سرکاری سپاہیوں نے برآمد کر لیا۔ مل جانے کے بعد اس عورت نے وہ قبا بطور زندے کے خلیفہ کے سامنے پیش کی۔ لیکن اس نے ایک بیوہ کا مال لینا گوارا نہ کیا۔ تمام حاضرین نے اس کے اس فعل کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا۔

۳۶۳ء میں قرامطہ نے حسن بن احمد کی قیادت میں مصر پر چڑھائی کی۔ معرز نے ان کو لکھا کہ تم ہماری ہی امامت کی دعوت کو تو لے کر کھڑے ہوئے تھے اب جب اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کو پورا کر دیا۔ اور اہل بیت کو خلافت دے دی تو بجائے حمایت کے مخالفت پر کیوں آمادہ ہو گئے۔ مگر قرامطہ نے اس کی بات نہ سنی اور جنگ کے بے بڑے۔ حسن کا خیال یہ تھا کہ اس جدید طاقت کو جس نے ابھی تک سوخ نہیں حاصل کیا ہونکال کر اپنی بادشاہت قائم کرے۔ معرزان کی کثرت اور قوت سے سخت متروہ ہوا۔ آخر وزیروں نے یہ تدبیر کی کہ خُتَّان بن جراح عربی رئیس کو جو شام کے ایک حصہ کا امیر تھا اور قرامطیوں کے ساتھ ایک قومی جمعیت لے کر آیا تھا ایک لاکھ دینار دے کر توڑ لیا۔ چنانچہ مقابلہ کے دن اس نے میدان چھوڑ دیا۔ حسن کی فوج یہ دیکھ کر بدول ہو گئی۔ اور شکست کھا کر بھاگی۔ ابو محمد براہیم ان کے تعاقب میں بھیجا گیا جس نے بہتوں کو قتل کیا اور تقریباً ڈیڑھ ہزار کو یکڑ لایا جن کی گردنیں ماری گئیں۔

مصر میں خلافت فاطمیہ کے قیام سے جو قوی اور تازہ دم تھی عباسی خلفاء کا

رتبہ گھٹ گیا۔ اور چونکہ وہ مقابلہ سے عاجز رہے اس وجہ سے ان کے نسب پر طعن کرنے لگے تاکہ عوام میں ان کو نامقبول بنادیں۔ علماء و اعیانِ سادات کے دستخط سے ایک محضر تیار کرایا کہ یہ فاطمی نہیں ہیں مگر اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اس لیے کہ یہ خلافتِ محضِ نسب پر نہیں بلکہ طاقت پر قائم ہوئی تھی۔ چنانچہ جس وقت معز قاہرہ میں داخل ہوا اس وقت سب گروہ سادات عبد اللہ بن طباطبائے اس سے اس کے نسب کی بابت سوال کیا۔ بولا کہ میں اس کا جواب مجلسِ عام میں دوں گا۔ جب مجلس منعقد ہوئی اور جملہ سادات و اشراف جمع ہوئے اس وقت معز نے اپنی تلوار کھینچ لی اور کہا کہ یہ میرا نسب ہے۔ پھر سب کے آگے اشرافیوں کے توڑے ڈال پھینے۔ اللہ کہا کہ لو۔ یہ میرا حسب ہے۔ سب یکزبیاں ہو کر بول اٹھے کہ ہم خادم اور غلام ہیں۔ معز نے ۱۱ ربیع الثانی یوم جمعہ ۳۶۵ھ کو انتقال کیا۔ ۴۵ سال کی عمر تھی۔ اسی دن اس کے بیٹے نزار بن معدا یو منصور کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی اور اس کا لقب عزیز بدین اللہ رکھا گیا۔

(۲) عزیز بدین اللہ

۳۶۵ھ سے ۳۸۶ھ تک

اس کی ولادت ۴۲۴ھ کو مدینہ میں ہوئی تھی۔ ۲۱ سال کی عمر میں غطفہ ہوا۔ اس کے عہد میں فاطمی خلافت کا رقبہ اور بھی وسیع ہوا اور مکہ تک پہنچ گیا۔ اس نے کل فوج امیر جوہر کے ہاتھ میں دے دی اور کل سلطنت یعقوب بن یوسف کے جس کو اپنا وزیر مقرر کیا تھا اور خود عیش و عشرت میں مشغول ہوا۔ یعقوب منتظم مدبر اور ذی علم تھا۔ اس نے تمام دواوین اور دفاتر باقاعدہ

مرتب کیے۔ اور ملک کا سارا انتظام درست کر دیا۔ علماء و فضلا کا سرپرست تھا اور علوم و فنون کا مربی۔ فقہ اور قرأت میں کتابیں بھی تصنیف کی تھیں جن کو ہر جمعہ کے دن پیش کر خود سناتا۔ ۳۲۳ھ میں وفات پائی۔ خلافت فاطمی میں سب سے پہلا وزیر بھی تھا۔ ۳۶۲ھ میں معز کے عہد میں ہفتگیں شہابی نے جو معز الدولہ احمد بن بویہ کا غلام تھا اور بغداد سے شام میں آکر حصہ پر قابض تھا دمشق میں جا کر ریاض خادم کو جو فاطمیہ کی طرف سے حکم دار تھا نکال دیا۔ ۳۶۵ھ میں عزیز نے خلیفہ ہونے کے بعد جوہر کو اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ مگر ہفتگیں نے قراصلہ کو ساتھ لے کر اس کو شکست دے دی۔ وہ بھاگ کر عسقلان کے قلعہ میں پناہ گیر ہوا اور محصور ہو گیا۔ آخر میں مجبور ہو کر جو کچھ مال و متاع تھا سب ہفتگیں کے حوالہ کر کے جان بچا کر مصر آیا۔ عزیز اب خود فوج لے کر گیا اور سخت جنگوں کے بعد غلبہ حاصل کیا۔ ہفتگیں روپوش ہو گیا۔ عزیز نے اعلان کر دیا کہ جو اس کو گرفتار کرے گا اس کو ایک لاکھ دینار انعام دیا جائے گا۔ ہفتگیں اپنے ایک دوست مفرج بن غضل طائی کے گھر میں تھا۔ اس نے لالچ میں آکر اطلاع کر دی اور گرفتار کر کے انعام حاصل کر لیا۔ مگر عزیز نے بہادر ہی کی وجہ سے ہفتگیں کی قدردانی کی اور اس کو اپنے ساتھ مصر لایا اور عزت کے ساتھ رکھا۔ وہیں ۳۸۵ھ میں اس نے وفات پائی۔

یعقوب کے بعد اس نے دو وزیر رکھے۔ ایک عیسائی جس کا نام تھا عیسیٰ بن نسطورسن دوسرا یہودی جس کو مشیا کہتے تھے۔ ان دونوں نے اپنی اپنی قوموں کی حمایت شروع کی اور مسلمانوں پر ظلم کرنے لگے۔ آخر میں شکایات ہوئیں جن سے معزول کیے گئے۔ عیسیٰ سے تین لاکھ دینار تادان بھی وصول کیا گیا۔

۲۸ رمضان ۳۸۶ھ میں عزیز نے وفات پائی۔ کریم الطبع اور شجاع تھا شعرا و ادب سے دلچسپی رکھتا تھا۔ جامع ازہر میں اس کے عہد میں جملہ علوم و فنون کی تقریباً دو لاکھ کتابیں جمع کی گئیں۔

(۳) حاکم باہر اللہ
۳۸۶ھ سے ۴۱۱ھ تک

عزیز کے بعد اس کا بیٹا ابو علی منصور حاکم باہر اللہ کے لقب سے خلیفہ بنایا گیا۔ اس کا سن ساڑھے گیارہ سال تھا۔ اس وجہ سے ارجوان خادم مدبر دولت قرار پایا۔ اس نے اکثر صوبوں کی امارتوں پر خدام خاص کو بھیج دیا۔ تین سال کے بعد جب وہ مقتول ہو گیا اس وقت حاکم نے عنان حکومت خود اپنے ہاتھ میں لی۔ مورخین لکھتے ہیں کہ اس کی عقل میں فتور تھا جو آخر دم تک باچا پنچہ اس کے اکثر احکام و اعمال سے دماغی خلل صاف ظاہر ہوتا ہے۔

۳۹۱ھ میں دن کو کار بار کرنے کی ممانعت کر دی اور حکم دیا کہ رات کو دکانیں کھلیں۔ لوگ اس کے مطابق عمل کرنے لگے۔ خود راتوں کو سڑکوں پر اور گلیوں میں گھوم گھوم کر دیکھتا تھا۔ ایک بار دن کو نکلا۔ دیکھا کہ ایک بڈھے نے دکان کھول رکھی ہے۔ باز پرس کی۔ اس نے جواب دیا کہ جب دن کو کار بار ہوتا تھا اس وقت بھی تو بعض لوگ کبھی کبھی ضرورت کے موقع پر راتوں کو جاگتے تھے۔ یہ اسی قسم کی دن کی بیداری ہے۔ یہ سن کر مسکرایا اور چلا گیا۔

علم کی اشاعت کے لئے بہت سے مدارس قائم کیے جن میں علماء و فقہاء کو تعلیم کے لئے مقرر کیا۔ پھر کچھ زمانہ کے بعد ان کو قتل کر دیا اور مدرسے بند کرائیے۔

عورتوں کے متعلق فرمان شائع کیا کہ نہ وہ باہر نکلیں نہ کھڑکیوں سے جھانکیں نہ حماموں میں جائیں۔ اس میں ایسی سختی کی کہ جب کبھی ان کو حماموں میں دیکھا اور واہہ چنوا دیا۔ اور وہ معیجوں کے اسی میں تڑپ تڑپ کے مر گئیں۔

شراب مطلقاً اٹھا دی۔ اور اس کے ظروف تڑوا دیئے۔ شہر کے تمام کتوں کو مار ڈالنے کا حکم دیا۔ کار آمد گائے اور بیل کو بجز قربانی کے ذبح کرنا ممنوع قرار دیا۔ مچھلی کا شکار روک دیا۔ اور ان پھلوں اور ترکاریوں کی خرید و فروخت بند کرادی جو امیر معاویہ یا خلیفہ متوکل عباسی کو پسند تھیں اس بنا پر کہ یہ دونوں اہل بیت کے دشمن تھے۔ قاہرہ کے دربانوں کو حکم دیا کہ نہ شہر میں گدھا آنے پائے نہ باب القاہر سے کوئی آدمی داخل ہو۔

شہر میں احتساب کے لئے خود گشت لگاتا جس کو اپنے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے دیکھتا اپنے جیشی غلام مسعود نامی کو حکم دیتا کہ برسر بازار اس کے ساتھ فاحشہ کبریٰ کا ارتکاب کرے۔ اسی مسعود کے متعلق شعراء مصر نے بعض ظریفانہ اشعار اور قطعات لکھے ہیں۔

عیسائیوں نے اس کے زمانہ میں بہت عروج پالیا تھا اور مسلمانوں پر ظلم کرنے لگے تھے۔ جیسا کہ کان میں ان کی شکایتیں پہنچیں تو ان کے سرغنوں اور رئیسوں کو قتل کر ڈالا۔ اور کینسے گروا دیئے۔ یہاں تک کہ بیت المقدس کا کینیڈہ قلمبہ بھی منہدم کرادیا۔ بعض مورخوں کا بیان ہے کہ عیسائیوں کے قتل اور کینیسوں کے ہدم کا سبب یہ تھا کہ اس زمانہ میں رومیوں نے شام پر حملے کر کے مسلمانوں کو تاخت و تاراج کیا تھا اور مسجدیں توڑ ڈالی تھیں۔ اس کے انتقام میں حاکم نے ان کے ہم مذہبوں پر سختیاں کیں۔

۳۹۵ عیسٰی صحابہ کرام کے نام پر گالیاں لکھوا کر مساجد مقابر اور شوارع عام پر لگوائیں۔ اور ہر ہر صوبہ میں بھیجیں۔ لیکن لوگوں کی مخالفت کی وجہ سے دو برس کے بعد اس کو بند کیا۔ بلکہ اعلان شائع کیا کہ جو اس کا مرتکب ہو گا اس کو سزا دی جائے گی۔ اس کے زمانہ میں ایک شخص ضرار نامی ظاہر ہوا جس نے ایک جدید شریعت نکالی جس میں نہ نماز تھی نہ روزہ نہ زکوٰۃ۔ حج کے بدلے یمن میں مقام طاب کی زیارت کافی تھی۔ اور بہن بیٹی۔ ماں وغیرہ کسی کے ساتھ نکاح حرام نہ تھا۔ ضرار کے ایک شاگرد حمزہ بن احمد نے جس کا لقب ہادی تھا اس کی تبلیغ شروع کی۔ حاکم بھی اس کی نصرت و حمایت کرنے لگا۔ اس کے بعد غیب انی کا بھی دعویٰ کیا اور کہا کہ حضرت موسیٰؑ کی طرح اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی ہم کلام ہوتا ہو۔ چنانچہ روزانہ صبح کو جبل مقطم پر مناجات کے لئے جاتا تھا۔

اسی زمانہ میں کسی باطنی نے اس کو ایک کتاب لکھ کر دی جس میں یہ بیان تھا کہ روح الہی حضرت آدم میں آئی۔ ان سے حضرت علیؑ میں منتقل ہوئی۔ اب اس کا ظہور حاکم میں ہوا۔ اس بنیاد پر اس نے ”خدائی“ کا دعویٰ کر دیا۔ اور مساجد میں حکم بھیجا کہ جس وقت خطبہ میں میرا نام لیا جائے سب لوگ سجدہ میں گر جائیں نیز رہتوں اور سڑکوں پر سے گزرتا تو لوگوں سے سجدہ کراتا۔ اپنے لقب حاکم بامر اللہ کو بدل کر حاکم بامرہ کر دیا تھا۔ جمال کی ایک جماعت نے اس عقیدہ کو تسلیم ہی کر لیا۔ چنانچہ آج بھی جبل دروز کے باشندے اس کی خدائی کے قائل ہیں۔

اہل مصر ان بے دینیوں کی وجہ سے اس کے دشمن ہو گئے۔ یہاں تک کہ اس کا مذاق اڑانے لگے۔ اس نے غضب ناک ہو کر غلاموں کو حکم دیا کہ شہر میں آگ

لگا دیں۔ اُنھوں نے آتش زنی اور قتل و نہب شروع کیا۔ باشندوں نے مصحف لے لے کر مسجدوں میں پناہ لی اور اللہ تعالیٰ سے استغاثہ کیا۔ آخر ایک ثلث شہر حجاز کے بعد تیسرے دن یہ عذاب ان کے اوپر سے رفع ہوا۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ اس نے یہ بھی چاہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نقش کو مدینہ سے قاہرہ میں منتقل کرانے تاکہ اس کا پایہ تخت مقبول نام اور زیارت گاہ خاص و عام بن جائے۔ اس کام کے لیے اپنے ایک میرا پوا الفتوح کو مدینہ میں بھیجا۔ لیکن ہاں سخت مخالفت ہوئی اور اتفاق سے اسی روز ایک خوفناک آندھی بھی آئی جس کو لوگوں نے اسی ناپاک ارادہ کی نحوست قرار دیا۔ اس وجہ سے ابو الفتوح خوف زدہ ہو کر واپس چلا آیا۔ اور حاکم کو اس کے انجام سے ڈرا کر باز رکھا۔

۳۱۳ھ میں حجر اسود پر اس کو توڑنے کے لیے جس مصری نے وار کئے تھے وہ بھی اسی کا درباری تھا۔ اس کے کچھ ریزے ٹوٹ کر گرے تھے جس کے آثار اب تک نمایاں ہیں۔

حاکم کے زمانہ میں ایک شخص اپور کوہ نے جو اپنے آپ کو نبی امیہ میں سے کہتا تھا علم بغاوت بلند کیا۔ اس کے ساتھ بڑی جمعیت ہو گئی جس نے حاکم کی فوج کو بار بار شکستیں دیں۔ الفقوم کے ناچہ پر قبضہ بھی کر لیا۔ ہمزین فضل بن صالح نے سخت لڑائیوں کے بعد اس کو گرفتار کیا حاکم نے تشہیر کا حکم دیا۔ اور اس کے پیچھے ایک بندر کھڑا کر دیا جو اس کے سر پر تپانچے مارا جاتا تھا۔ اس سیم ضربات سے تشہیر کے بعد وہ ہلاک ہو گیا۔

فضل پر ازراہِ قدرتِ دانی بڑی مہربانی کا اظہار کیا۔ وہ بیمار ہوا تو اس کی عیادت کو

گیا مگر جب شفا پائی تو قتل کر ڈالا۔

اواخر سوال المسئہ میں حاکم مفقود ہو گیا۔ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ عام بیان یہ ہو کہ اس نے اپنی بہن پر ہمت لگا کر اس کے قتل کا ارادہ کیا تھا مگر اس نے پتہ پا کر پیش قدمی کی اور اپنے غلاموں سے اس کو قتل کر دیا۔ لیکن صحیح یہ ہو کہ جی جن میں سے ایک شخص نے اس کے لحدانہ افعال دیکھ کر غیرت دینی کے جوش میں جہلِ معظم پر جہاں وہ مناجات کے لئے جایا کرتا تھا پہنچ کر اس کو مارا اور وہیں پوند زمین پر دیا۔ حاکم کی یادگار جامعِ حاکمی ہو جس کی بنیاد عزیز نے ڈالی تھی مگر تکمیل اس نے کرائی۔ حاکم میں باوجود اس شائبہ جنون کے علمی ذوق بھی تھا۔ چنانچہ اس نے بغداد کے بیت الحکمتہ کے مقابلہ پر اپنے قصر کے متصل دار الحکمتہ کے نام سے ایک عمارت بنوائی تھی جس میں ہر علم و فن کی کتابیں جمع کی تھیں تاکہ لوگ آکر مطالعہ کریں اور جس کتاب کی چاہیں نقل لیں۔ ناقلیں کو جملہ سامان کتابت خود دار الحکمتہ سے دیا جاتا تھا۔ اس عمارت کا ایک حصہ اہل علم کے مناظرہ کے لئے مخصوص تھا جس میں خود حاکم بھی شریک ہوتا۔ اور جس کی تقریر یا قابلیت اس کو پسند آتی اُس کو خلعتِ انعام دیتے۔ حاکم کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ مگر بحثوں میں نوبت جنگ و جدال تک پہنچنے لگی۔ نیز اہل بدعت اس کو اپنے خیالات کی اشاعت کا ذریعہ بنانے لگے۔ اس وجہ سے چھٹی صدی ہجری میں افضل بن امیر الجیوش نے اس کو بند کر دیا۔ مگر تھوڑے دنوں کے بعد ابن بطاخی نے وزارت کے منصب پر پہنچ کر پھر اجازت دے دی سلطان صلاح الدین نے اپنے عہد میں اس کو مدرسہ شافعیہ بنا دیا۔ اس میں کتابوں کی تعداد ایک لاکھ سے کم نہ تھی۔

(۴) ظاہر لیا عزاز دین احمد

۴۱۱ھ سے ۴۲۷ھ تک

حاکم کے مفقود ہونے کے بعد امارت فوج نے کئی دن تک خلاف معمول جب اس کو نہ دیکھا تو پانچویں روز اس کی بہن مست الملوک کے پاس پہنچے۔ اور کیفیت دریافت کی۔ اس نے جواب دیا کہ خلیفہ کا رقبہ مجھے ملا ہی کہ پرسوں دربار کریں گے۔ یہ سن کر لوگ اُپس گئے۔

اس کے بعد مست الملوک نے خادم ابن دو اس کے ہاتھ ان لوگوں کے پاس بڑی بڑی رقیں پہنچا دیں۔ اور تیسرے دن حاکم کے بیٹے ابو الحسن علی کو جس کی عمر ۱۹ سال تھی شاہی لباس پہنا کر دربار میں بٹھایا۔ ابن دو اس نے اس وقت حاکم کی موت کا اعلان کیا اور ابو الحسن کے ہاتھ بیعت کی۔ ان امر نے بھی جن کے پاس اشرافیوں کے توڑے پہنچ چکے تھے اس کی تقلید کی۔ پھر بیعت عام ہوئی۔ اور ہر ہر صوبہ میں اعلان بھیج دیا گیا۔ ابو القاسم علی بن احمد وزیر مقرر ہوا۔

ظاہر اگرچہ انصاف دوست تھا لیکن عیش پرست اور ضعیف لرٹے۔ اس وجہ سے امرائے اس پر قابو پا لیا۔ سوائے چند مخصوص ارکان دولت کے کوئی اس سے مل نہیں سکتا تھا۔ اس استبداد سے مخلوق پر مظالم ہونے لگے۔ اور ملک میں ابتری پھیل گئی۔ اوپر سے قحط اور وبا کی بلائیں نازل ہوئیں۔ اور گرانی اور قلاشی کی وجہ سے چوری اور رہزنی عام ہو گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ رعایا کا ایک حصہ تباہ و برباد ہو گیا۔

زراعت کی ترقی کے لئے ۴۱۷ھ میں خلیفہ کی طرف سے فشو عام تمام ملک میں شائع کیا گیا کہ کوئی گائے یا بیل جو کار آمد ہو ورنہ نہ کیا جائے۔

اس کے زمانہ میں عیسائیوں پر سے وہ تمام قیود اٹھا دیئے گئے جو حاکم نے لگائے تھے۔ نیز کینیسوں کی تعمیر کی بھی ان کو اجازت دے دی گئی۔ وسط رمضان ۴۲۷ھ میں ظاہر نے وفات پائی۔

(۵) مستنصر باللہ

۴۲۷ھ سے ۴۸۷ھ تک

ظاہر کے بعد اس کا بیٹا ابوالوہید محمد بن کاسن سات سال کا تھا مستنصر باللہ کا لقب دے کر خلیفہ بنایا گیا۔ یہ ایک حبشی کینیز کے شکم سے تھا جس کو ظاہر نے ایک بیوی تاجو ابوسعید سہل بن ہارون تیسری سے خرید لیا تھا۔ بیعت کے بعد اس کی ماں نے اپنے قدیم مالک ابوسعید کو بلا کر مستشار دولت اور سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا۔ مستنصر کی مدت خلافت جملہ خلفاء اور سلاطین اسلام سے زیادہ رہی یعنی ساٹھ سال۔ اور اس میں حوادث اور انقلابات بھی بہت پیش آئے۔

قیصر روم نے اس زمانہ میں اسلامی حدود پر سپہم حملے کر کے حلب پر قبضہ کر لیا۔ اور شام پر بھی نفوذ جمانے لگا۔ مستنصر نے سلسلہ میں اس کے ساتھ مصالحت کر لی جس سے وہ حلب چھوڑ کر چلا گیا۔ اور اس دیار میں امن قائم ہوا۔

۴۲۸ھ میں مصر میں ایک شخص سکیک نامی نے دعویٰ کیا کہ وہ حاکم بامر اللہ ہے۔ جو لوگ حاکم میں خدائی قوت مانتے اور اس کی رجعت کے قائل تھے انھوں نے اس کا ساتھ دیا جس کی ایک ظاہری وجہ بھی تھی کہ اس کی شکل حاکم سے بہت ملتی جلتی تھی۔ اس نے اپنے اعدا و انصار کو لے کر دن دھاڑے قصر خلافت پر دھاوا کیا۔ آخر میں بڑی خوں ریزی کے بعد گرفتار ہوا اور سوئی پر چڑھایا گیا۔

خلیفہ کی والدہ نے اس درمیان میں وزارت میں تبدیلی کی اور زمام حکومت احمد بن علی عنبری کے ہاتھ میں دی۔ پھر اس سے لے کر صدقہ علیاحی کے سپرد کی لیکن وہ قتل کیا گیا اور حسین جرجانی اس کی جگہ پر مقرر ہوا۔ وہ بھی مقبوض ہو کر نکالا گیا۔

آخر میں قاضی یازوری نے مستصر کی رضامندی حاصل کی اور وزیر اعظم ہوا۔
معز الدولہ

اسی اثنائیں حلب میں اضطراب رونما ہوا۔ وہاں ۳۳۶ھ میں خلیفہ نے معز الدولہ کو والی بنا کر بھیجا تھا۔ اس نے استقلال کا دعویٰ کر دیا۔ خلافت سے متعدد فوجیں گئیں لیکن ہزیمت اٹھاتی رہیں۔ معز الدولہ نے مصالحت کے لئے خلیفہ کے پاس اپنی ایک بیوی کو بھیجا۔ جس کے رعب حسن اس نے وہ سب کچھ لکھ دیا جو وہ لکھوانا چاہتا تھا۔ اور حلب کا مستقل فرماں روا اس کو تسلیم کر لیا۔

افریقہ

مغربی قیروان کا والی معز بن بادیس وزیر یازوری کی سختیوں سے تنگ آکر فاطمی خلافت سے باغی ہو گیا۔ اور اس نے اپنے صوبہ میں عباسی خلبہ رائج کر دیا۔ قائم باہر المد خلیفہ بغداد نے یہ سن کر اس کے پاس امارت کا فرمان اور خلعت بھیجا۔ اس وقت ملک مصر میں دو عربی قبیلے زایج اور بنی رباح باہم برسرِ پیکار تھے۔ وزیر نے ان دونوں کو متفق کر کے معز بن بادیس کے مقابلہ میں بھیجا اور وعدہ کیا کہ اگر تم فتحیاب ہو جاؤ گے تو برقعہ اور طرابلس تم کو دے دیا جائے گا۔ گو ان قبائل کی تعداد تین ہزار سے زیادہ نہ تھی مگر انھوں نے جا کر تیس ہزار قیروانی فوجوں کو

شکست دی۔ معز پھر دوسری فوج لایا۔ اور سلسلہ وار چھ سال تک جنگ جاری رہی۔ مستنصر کو امن مل گیا۔ اس نے ۴۴۱ھ میں قاہرہ میں بڑی بڑی عمارتیں تعمیر کرائیں۔ جامع عمرو بن عاص کی مرمت کی اور اس میں جدید منبر اور منارے بنوائے۔

۴۴۲ھ میں خلیفہ معز کی دونوں بیٹیوں راشدہ اور عبیدہ نے انتقال کیا جن کی موت کا خلفار فاطمیہ کو مدت سے انتظار تھا۔ ان میں سے پہلی نے ۲ لاکھ دینار کی ثروت اور دوسری نے بھی اسی کے قریب دولت چھوڑی جو مستنصر کے لئے غنیمت بار دہ تھی۔

مشرق

۴۴۳ھ میں مشرق سے دو مختلف خبریں مصر میں موصول ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ خلیفہ عباسی نے ایک منشور شائع کیا جو جس میں خلفار فاطمیہ کے نسب کو صحیح بنانا ہے۔ دوسری یہ کہ امیر عین علی بن محمد صالحی نے عباسی خطبہ اٹھا کر اپنے یہاں فاطمی خطبہ جاری کر دیا۔ مستنصر کو ایک خبر سے اگر رنج ہوا تو دوسری سے خوشی۔ اس لئے خاموش رہا۔

۴۴۴ھ میں مصر میں سخت قحط پڑا۔ اسی کے ساتھ طاعون پھیلنا جو شام بلکہ ہندو تک پہنچ گیا۔ اور لاکھوں آدمی ہلاک ہوئے۔ رادھرو میوں سے جنگ چھڑ گئی۔ اس لئے مصریوں پر نہایت سختی گزر گئی۔ بلی اور کتے تک کھانے پڑے۔ وہ بھی پانچ پانچ اور دس دس دیناریں میسر ہوتے تھے۔ وزیر کی کوششوں سے رفتہ رفتہ دوسرے صوبوں سے رسد آنے لگی جس سے یہ مصیبت کم ہوئی۔

باسیری

سنہ ۲۵۰ھ میں خلیفہ عباسی قائم بامر اللہ کے میک فوجی امیر باسیری نے غلبہ اور قوت حاصل کر کے بغداد میں فاطمی خلیفہ کا خطبہ پڑھا۔ اور سیاہ عباسی ظلم کو گرا کر سفید فاطمی جھنڈا نصب کیا۔ اسی کی تقلید واسطہ۔ کوخہ اور دیگر شہروں میں بھی کی گئی۔ خلیفہ عباسی نے بھاگ کر عربی امیر قریش بن بدران عقیلی کے پاس پناہ لی اور سلطان طغرل بک سلجوقی کو لکھا کہ اگر اس فتنہ کو رفع کرے۔ اس نے پہنچ کر ۲۶ ذیقعدہ ۳۵۰ھ کو بغداد میں پھر عباسی خطبہ جاری کیا۔

باسیری کی مدد کے لئے مستنصر نے ۵ لاکھ دینار۔ سارو سامان۔ ذخائر و اسلحہ مع ایک فوج گراں کے بھیجے تھے۔ لیکن طغرل کی خبر پا کر مزید امداد سے دست کشی کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلجوقی فوجوں نے شکست کھائی کہ اس کا سر کاٹ لیا۔ درنہ سارا مشرق فاطمی خلافت میں آچکا تھا۔

قصۂ حلب

حلب میں گومرالدولہ مستنصر رئیس ہو گیا تھا لیکن اس کا استقلال قائم نہ رہا۔ کیونکہ عربی قبائل متفق ہو کر اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے متواتر حملوں سے تنگ آ کر اس نے مستنصر کو لکھا کہ حلب عباسیوں کے حوالہ کر دیا جائے اور مجھے اس کی بجائے کسی ایسی امارت پر بھیجا جائے جو ان عربوں کی دسترس سے باہر ہو۔ مستنصر نے اس کی درخواست منظور کر کے بیروت کی ولایت کا فرمان بھیج دیا۔ اور حلب پر اپنے ایک سپہ سالار مکین الدولہ کو مقرر کیا۔ اس نے وہاں جا کر عربوں سے مصالحت کی اور امن قائم کیا۔ لیکن بنی کلاب کا رئیس محمود مخالف رہا۔ اس نے

مکین الدولہ کو محصور کر لیا۔ مکین الدولہ نے مستنصر سے مدد مانگی۔ اس نے ناصر الدولہ حمدانی کو بھیجا۔ محمود نے اس کو بھی شکست دی اور حلب پر قبضہ کر لیا۔ مستنصر نے یہی مناسب سمجھا کہ محمود کو حلب کا امیر تسلیم کرے۔ چنانچہ امیر الامراء کا خطاب مع غلوت فرمان ولایت کے اس کے پاس بھیج دیا۔ اور ناصر الدولہ کو شکست کی تلافی کے لئے دمشق کا والی کر دیا۔ مگر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد برطرف کر کے اس کی جگہ بدر جالی کو بھیجا۔

وزارت

مصر میں وزیر یازوری نے نصاریٰ پر تشدد کیا جس سے ایک شور شرعام برپا ہو گئی۔ خلیفہ نے اس کو موقوف کر کے ابو الفرج باہلی کو بلایا۔ دو مہینہ کے بعد عبدالمدین بھی مقرر ہوا۔ پھر سلسلہ وار تبدیلیاں ہوتی رہیں یہاں تک ۱۲ سال کے عرصہ میں ۳۵ وزیر بدلے۔ اس سے مہمات میں پیچیدگیاں پڑ گئیں۔ اور روزانہ خلیفہ کے پاس عمال کی اس قدر شکایتیں موصول ہونے لگیں کہ وہ حیران ہو گیا۔ کاروبار تمام تر معطل ہو گئے۔ کیونکہ امراء کو ان شکایات کی جواب دہی سے اپنے فرائض ادا کرنے کی فرصت نہیں ملتی تھی۔ بہت سے لوگ مناصب چھوڑ بیٹھے اور ترک وطن کر کے دوسرے ملکوں میں چلے گئے۔

مزید وضاحت کے لئے اس موقع پر ضرورت ہے کہ خلافت فاطمیہ کی فوجی کیفیت مختصر بیان کر دی جائے۔

افواج فاطمیہ

جس طرح بنی امیہ کی خالص عربی حکومت سے غیر قومیں بیزار تھیں اور بنی عباس نے

موقع دیکھ کر خراسان میں اپنی امامت کی دعوت پھیلانی اور ان کی مدد سے خلافت حاصل کی اسی طرح فاطمین نے بغداد سے فاصلہ پر افریقہ کو اپنی دعوت کا مرکز قرار دیا۔ اقوام بربر جو جنگ اور عقیدہ دونوں میں سخت یقین ان کی حمایت کے لئے تیار ہو گئیں۔ کیونکہ بغدادی خلافت ان کو ہمیشہ محکوم رکھنے کی کوشش کرتی تھی حالانکہ ان کے ہاتھوں مغربی افریقہ اور ماوراء بحر کے جملہ ممالک فتح ہوئے تھے جن کی وجہ سے ان کے حقوق بہت بڑے تھے۔

جب عبید اللہ محمدی وہاں پہونچا اور اس نے عباسیوں کے مقابلہ میں فاطمی کی دعوت شروع کی تو قبائل بربر خاص کر کتامہ صنهاجہ اور ہوارہ اس انقلاب کے لئے جس میں ان کو اپنا فائدہ نظر آتا تھا اس کی مدد کو آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ ۳۲۵ھ میں جب یہ دولت قائم ہو گئی تو محمدی مذکور نے تمام احرار اور اراکین دولت انھیں میں منتخب کیے۔ یہی حال اس کے بیٹے قائم باہر اللہ اور پوتوں منصور بنصر اللہ اور معز لدین اللہ کے عہد تک رہا۔ بربر نے نہ صرف افریقہ سے عباسی حکومت اٹھا دی بلکہ سائے مغربی صوبے اور بحر متوسط کے تمام جزائر فتح کر کے فاطمی مقبوضات میں شامل کر دیے۔ پھر معز کے عہد میں مصر اور شام کو بھی قبضہ میں لائے۔

عزیز باللہ نے ۳۶۹ھ میں مصر میں بھی عباسیوں کی طرح ترکوں اور دیلمیوں کی ایک بڑی تعداد کو فوج میں بھرتی کیا۔ ابلان میں اور بربریں باہمی منافقت شروع ہوئی۔

عزیز کے بعد حاکم خلیفہ ہوا۔ اس کو بھی بربر کی خیر خواہی پر زیادہ اعتماد تھا۔ اسی وجہ سے ابن عمار کتامی کو اپنا مشیر ناصح سمجھ کر حاجب خاص مقرر کیا۔ ترکوں اور دیلمیوں نے

جو عزیز کے زمانہ سے محترم تھے اس کو گوارا نہ کیا اور ابن عمار کی تذلیل کرنے لگے۔ یہاں تک وہ مجبور ہو کر اپنے عہدہ سے دست بردار ہو گیا۔ اس کی جگہ ار جوان آیا جس نے محل کے اندر اور باہر سے بربر کو نکال کر ترکوں کو متعین کیا اور صوبوں کی دلائیں بھی انھیں کو دیں۔ یا نس خادم کو برقعہ میسور خادم کو طرابلس اور یمنی خادم کو غزوہ و عسقلان۔ حاکم کے مزاج کو بدلنا کیا مشکل تھا۔ اس کو بھی بربر کا دشمن بنا دیا۔ اس نے ابن عمار اور بڑے بڑے بربری رئیسوں کو قتل کر ڈالا۔ جس سے ان کی شوکت جاتی رہی۔ اور ترک مسلط ہو گئے۔ ظاہر کے عہد میں بھی یہی حالت رہی۔

جب مستنصر خلیفہ ہوا تو اس کی ماں نے جو جشی تھی تمام غلام اپنی ہی قوم کے رکھے۔ اور فوج میں بھی کثرت سے انھیں کو بھرتی کرایا۔ اب ترکوں اور ان جشیوں میں عداوت پیدا ہو گئی جس کی وجہ سے بڑی بڑی لڑائیاں پیش آئیں۔

مستنصر کا دستور تھا کہ قافلہ حجاج کے ساتھ حج کے لئے نکلتا اور پہلی منزل برکہ عمیرہ میں پہنچ کر رات بھر شراب کباب کی محفل گرم رکھتا۔ صبح کو اپنے ہمراہیوں سمیت واپس آ جاتا۔ مسئلہ عین اسی مقام پر اس کے حشم میں سے ایک ترک نے مستی کی حالت میں تلوار کھینچ کر ایک جشی غلام پر جو خلیفہ کے محافظوں میں سے تھا وار کیا۔ اس کے ساتھیوں نے اُس ترک کو قتل کر ڈالا۔ اس پر سارے ترک بگڑ بیٹھے۔ اور جا کر مستنصر سے کہا کہ اگر یہ قتل آپ کے حکم سے ہوا ہو تو ہم مجبور ہیں ورنہ اس کو برداشت نہیں کر سکتے۔ اس نے جواب دیا کہ نہ میرے حکم سے ہوا ہو نہ رضامندی سے۔ یہ سن کر ترک جشیوں نے ٹوٹ پڑے۔ فریقین میں دیر تک جنگ ہوتی رہی۔ آخر میں اس بات پر صلح ہوئی کہ ملزم ترکوں کے حوالہ کر دیا جائے۔ اس کے بعد قاہرہ واپس آئے۔ مگر دونوں طرف

کینہ دلوں میں بڑھتا رہا۔

ناصرالدولہ

شیدیوں کا پشت پناہ وزیر یا زوری تھا۔ ترکوں نے اپنا رئیس ناصرالدولہ حمدانی کو بنایا جو اگرچہ عرب تھا لیکن دمشق کی ولایت سے معزول ہونے کے بعد سے خلیفہ اور وزیر دونوں کا ہمتی دشمن اور قاہرہ میں ان کی تاک میں فرصت کا منتظر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اپنے ساتھ چند عربی قبائل کو بھی متفق کر لیا۔ شیدیوں نے جب دیکھا کہ ترکوں کا جھٹا اتوری ہوا اور وہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو قاہرہ چھوڑ کر بالائی مصر کی طرف چلے گئے۔ اور وہاں کے اکثر باشندوں کو اپنے ساتھ ملا لیا جس سے ان کی جمعیت پچاس ہزار تک پہنچ گئی۔ اب وہ قاہرہ کی طرف پلٹے۔ ترکوں نے نکل کر مقام کوم شریک میں کینٹھکا میں بنائیں اور ان میں چھپے ہوئے۔ جہاں کا جھنڈا سامنے آیا اُس وقت نکل کر اچانک حملہ کر دیا۔ بہت سے شیدی مارے گئے۔ کچھ غرق ہوئے اور جو بچے وہ بھاگ نکلے۔

مستنصر کی والدہ علی الاعلان اپنی قوم کی طرفدار تھی۔ اس پر یہ ہزیمت نہایت شاق گزری۔ اس لئے اس نے شیدیوں کو ہر قسم کی مدد پہنچائی۔ وہ پھر ترکوں کے مقابلہ میں آگئے۔ مختلف مقامات پر فریقین میں لڑائیاں ہوئیں۔ آخر میں دونوں تھکے بیٹھے۔ مگر دلوں میں عداوت بدستور مضمر رہی۔

ترکوں کی تعداد دن بدن بڑھتی گئی۔ اکثر امارتوں پر بھی وہ قابض ہو گئے۔ اور ان کی تحویلیں بجائے ۲۸ ہزار کے ہم لاکھ دینار ماہانہ تک پہنچ گئیں۔ خلیفہ ادا کرتے قاصر رہا۔ انھوں نے تقاضوں سے اس کا ناک میں دم کر دیا۔ یہاں تک کہ شکستہ میں

جو عزیز کے زمانہ سے محترم تھے اس کو گوارا نہ کیا اور ابن عمار کی تذلیل کرنے لگے۔ یہاں تک وہ مجبور ہو کر اپنے عمدہ سے دست بردار ہو گیا۔ اس کی جگہ ارچوان آیا جس نے محل کے اندر اور باہر سے بربر کو نکال کر ترکوں کو متعین کیا اور صوبوں کی ولایتیں بھی انھیں کو دیں۔ یا نس خادم کو برقہ - میسور خادم کو طرابلس اور یمنی خادم کو غزوہ و عسقلان - حاکم کے مزاج کو بدلنا کیا مشکل تھا۔ اس کو بھی بربر کا دشمن بنا دیا۔ اس نے ابن عمار اور بڑے بڑے بربری رئیسوں کو قتل کر ڈالا۔ جس سے ان کی شوکت جاتی رہی۔ اور ترک مسلط ہو گئے۔ ظاہر کے عہد میں بھی یہی حالت رہی۔

جب مستنصر خلیفہ ہوا تو اس کی ماں نے جو جشی تھی تمام غلام اپنی ہی قوم کے رکھے۔ اور فوج میں بھی کثرت سے انھیں کو بھرتی کرایا۔ اب ترکوں اور ان جشیوں میں عداوت پیدا ہو گئی جس کی وجہ سے بڑی بڑی لڑائیاں پیش آئیں۔

مستنصر کا دستور تھا کہ قافلہ حجاج کے ساتھ حج کے لئے نکلتا اور پہلی منزل برکہ عمیرہ میں پہنچ کر رات بھر شراب کباب کی محفل گرم رکھتا۔ صبح کو اپنے ہمراہیوں سمیت واپس آ جاتا۔ مسئلہ عین اسی مقام پر اس کے حشم میں سے ایک ترک نے مستی کی حالت میں تلوار کھینچ کر ایک جشی غلام پر جو خلیفہ کے محافظوں میں سے تھا وار کیا۔ اس کے ساتھیوں نے اُس ترک کو قتل کر ڈالا۔ اس پر سارے ترک بگڑ بیٹھے۔ اور جا کر مستنصر سے کہا کہ اگر یہ قتل آپ کے حکم سے ہوا ہو تو ہم مجبور ہیں ورنہ اس کو برداشت نہیں کر سکتے۔ اس نے جواب دیا کہ نہ میرے حکم سے ہوا ہو نہ رضامندی سے۔ یہ سن کر ترک جشیوں نے ٹوٹ پڑے۔ فریقین میں دیر تک جنگ ہوتی رہی۔ آخر میں اس بات پر صلح ہوئی کہ ملزم ترکوں کے حوالہ کر دیا جائے۔ اس کے بعد قاہرہ واپس آئے۔ مگر دونوں طرف

کینہ دلوں میں بڑھتا رہا۔

ناصرالدولہ

شیدائیوں کا پشت پناہ وزیر یازدوری تھا۔ ترکوں نے اپنا رئیس ناصرالدولہ حمدانی کو بنایا جو اگرچہ عرب تھا لیکن دمشق کی ولایت سے معزول ہونے کے بعد سے خلیفہ اور وزیر دونوں کا ہمتی دشمن اور قاہرہ میں ان کی تاک میں فرصت کا منتظر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اپنے ساتھ چند عربی قبائل کو بھی متفق کر لیا۔ شیدائیوں نے جب دیکھا کہ ترکوں کا جتھا بڑا قوی ہوا اور وہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو قاہرہ چھوڑ کر بالائی مصر کی طرف چلے گئے۔ اور وہاں کے اکثر باشندوں کو اپنے ساتھ ملا لیا جس سے ان کی جمعیت پچاس ہزار تک پہنچ گئی۔ اب وہ قاہرہ کی طرف پلٹے۔ ترکوں نے مکمل کر مفاہم کو م شریک میں کیڑھکھا میں بنائیں اور ان میں چھپے ہوئے۔ جہاں کا جھنڈا سامنے آیا اُس وقت مکمل کر اچانک حملہ کر دیا۔ بہت سے شیدی مارے گئے۔ کچھ غرق ہوئے اور جو بچے وہ بھاگ نکلے۔

مستنصر کی والدہ علی الاعلان اپنی قوم کی طرفدار تھی۔ اس پر یہ ہزیمت نہایت شاق گزری۔ اس لیے اس نے شیدائیوں کو ہر قسم کی مدد پہنچائی۔ وہ پھر ترکوں کے مقابلہ میں آگئے۔ مختلف مقامات پر فریقین میں لڑائیاں ہوئیں۔ آخر میں دونوں تھکے بیٹھے ہوئے۔ مگر دلوں میں عداوت بدستور مضمحل رہی۔

ترکوں کی تعداد دن بدن بڑھتی گئی۔ اکثر امارتوں پر بھی وہ قابض ہو گئے۔ اور ان کی تنخواہیں بجائے ۲۸ ہزار کے ۴۰ لاکھ دینار ماہانہ تک پہنچ گئیں۔ خلیفہ ادا کر سکتا قاصر رہا۔ انھوں نے تقاضوں سے اس کا ناک میں دم کر دیا۔ یہاں تک کہ ۷۷۷ھ میں

پیدل بھاگ کر اس نے جامع عمرو بن عاص میں پناہ لی اور ارادہ کر لیا کہ سلطنت چھوڑے۔ لیکن ارکانِ دولت سمجھا بھگا کر واپس لائے۔

شکستہ میں ترکوں کی سختیاں اور بڑھ گئیں۔ خلیفہ کی والدہ نے شیدیوں کو پھر ان کے مقابلہ میں اٹھایا۔ مقتام جزیرہ میں ذیقین میں جنگ ہوئی جس کا سلسلہ عرصہ تک جاری رہا۔ آخر میں ترک غالب آ گئے۔ ناصر الدولہ ان کو اپنے ہوئے قاہرہ میں پہنچا اور خلیفہ سے سختی کے ساتھ پیش آیا۔

شیدیوں نے پھر پندرہ ہزار کی جمعیت فراہم کی اور ترکوں کے مقتابلہ میں آ گئے۔ ناصر الدولہ نے نہایت غضبناک ہو کر ان پر چڑھائی کی۔ متعدد جنگوں کے بعد نتیجہ یہ ہوا کہ بالائی مصر شیدیوں کے ہاتھ میں رہا اور نشیبی ناصر الدولہ کے مستفروز رار اور امرار کے ساتھ مل کر اپنے نفوذ اور اقتدار کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن نہ کسی کی نگاہ میں اس کی وقعت تھی نہ کوئی اس کو خلافت یا سلطنت کا اہل سمجھتا تھا۔ مرکز میں ادھر یہ خلفشار تھا ادھر بدر جہالی نے شام میں اپنے استقلال کا اعلان کر دیا۔ اور امیر یمن صماحی جس نے فاطمی خطبہ جاری کیا تھا قتل کر دیا گیا جس کے بعد یمن میں پھر عباسی خطبہ پڑھا جانے لگا۔ مستنصر نے امیر الامراء محمود والی حلب کو لکھا کہ اگر ترکوں کو نکال دے۔ اس نے جواب دیا کہ ترک مجھ سے زبردست ہیں وہ مجھ ہی کو نکال دیں گے۔ اس جواب سے خفا ہو کر بدر جہالی کو فرمان بھیجا کہ حلب پر قبضہ کرے۔ اس نے یہ حکم پاتے ہی اس طرف دھاوا کر دیا۔

ناصر الدولہ شیدیوں کے مقابلہ میں بڑھا۔ انھوں نے بار بار اس کو شکست دی۔ مگر آخر میں ہزیمت اٹھائی جس سے ان کی قوت ٹوٹ گئی۔ ناصر الدولہ قاہرہ میں آیا۔

اور خلیفہ اور اس کی ماں کی شہیدیوں کے حامی ہونے کی وجہ سے تحقیر شروع کی۔
 ترکوں کی تنخواہیں نہیں ملی تھیں اس وجہ سے انھوں نے خلیفہ کو مجبور کیا کہ قصر کا سامان
 فروخت کر کے ادا کرے۔ چنانچہ سائے امتد و ذخائر اس کو بیچنے پڑے جس کو خود
 انھیں ترکوں نے سستے دام تجویز کر کر کے لے لیا۔ یہاں تک کہ کتب خانہ سے کتابیں
 اور قبرستان سے قدیم خلفاء کی یادگاریں بھی اٹھائے گئے۔

مورخین نے ان ذخائر کی حیرت انگیز فہرستیں لکھی ہیں اور ان کی قیمتوں کا
 اندازہ کروڑوں دینار لگایا ہے۔

ناصر الدولہ چاہتا تھا کہ مستقر کو تخت سے اتار دے لیکن اس کے لئے موقع
 نہیں پاتا تھا۔ ۱۲۶۱ء میں ایک ن ایوان وزارت سے نکلے ہوئے کسی نے اس کو
 خنجر مارا۔ ضرب و جھپی پڑی تھی چند دنوں میں اچھا ہو گیا۔ اب اس نے مشہور کیا کہ یہ
 حملہ مستقر کے اشارہ سے ہوا ہے اور علی الاعلان کہنے لگا کہ ایسا فاسق۔ فاجر شریف
 شخص خلافت کے قابل نہیں۔

اس زمانہ میں شریف ابو طاهر علوی جس کو بدر جالی نے شام سے نکال دیا تھا
 قاہرہ میں تھا۔ اس کے زہد و تقویٰ کے لوگ بہت قائل تھے۔ ناصر الدولہ نے اس کے ساتھ
 ساز باز کیا۔ اور کہا کہ میں تم کو خلیفہ بنا دوں گا۔ لیکن خطرہ صرف بدر جالی سے ہے۔ اگر تم
 جا کر اس کو کسی صورت سے قتل کرو تو معاملہ آسان ہو۔ شریف اس کے لئے تیار
 ہو گیا۔ اور ایک شامی اور ایک عربی امیر کو بھی اپنے ساتھ شریک کر لیا ناصر الدولہ
 نے ان تینوں کو چالیس ہزار دینار دے کر دمشق کی طرف رخصت کیا۔ وہاں جب کہ
 انھوں نے بہت سے لوگوں کو اپنے ساتھ لایا۔ مگر بدر جالی بیدار تھا۔ اس نے سب کو

پکڑ لیا اور شریف مذکور کی کھال کھنچوائی۔

ناصر الدولہ پھر بھی مستنصر کی معزولی کی کوشش میں لگا رہا۔ جب اس نے کوئی چارہ کار نہ دیکھا تو مقابلہ کی کوشش کی۔ اور ناصر الدولہ کو لکھا کہ ہم نے جس قدر تمہارے ساتھ احسانات کئے اُسی قدر تمہاری ناشکری اور سرکشی بڑھتی گئی۔ تم نے ہماری فوجوں کو مخالف بنادیا اور ہماری عداوت اور تحقیر میں کوئی کسر اٹھائیں رکھی۔ اس لیے ہمارا شہر چھوڑ دو۔ جو کچھ مال و متاع چاہو لے کر نکل جاؤ تم کو امان ہو۔ اور اگر نہ نکلے تو سخت سے سخت سزا دی جائے گی۔

ایلدکز

مستنصر نے امیر ایل وکز کو جو ناصر الدولہ کا سخت دشمن تھا اپنے ساتھ متفق کر لیا اور مغاربہ۔ برابر اور بعض عربی رؤسا اور ان کے قبائل کو بھی۔ اس طرح پراس کے پاس ایک جمیعت ہو گئی جس نے حمایت کی بیعت کی۔ ناصر الدولہ تاب مقاومت نہ دیکھ کر قاہرہ سے نکلا اور جزیرہ کی طرف چلا۔ خلیفہ کے حامیوں نے اس کا گھر لوٹ لیا۔ اس کے بہت سے آدمیوں کو قتل کر ڈالا اور ہر طرف فتح کا اعلان کر دیا جس سے بقیہ تمام لوگ بیعت میں شامل ہو گئے۔ ناصر الدولہ نے اسکندریہ میں جا کر پناہ لی اور وہاں جا کر مستنصر کے خلاف نفرت پھیلانے لگا۔

اس زمانہ میں مصر سخت قحط میں مبتلا تھا اور متواتر پانچ سال سے پیداوار نہیں ہوئی تھی جس کی وجہ سے فسطاط اور قاہرہ میں لوگ بھوکوں مرتے تھے۔ ناصر الدولہ نے نشیبی مصر کا سارا غلہ فراہم کر لیا اور ایک قومی جماعت لے کر قاہرہ پر چڑھائی کی۔ شدت قحط سے مستنصر فوج کا سامان نہ کر سکا۔ اور مجبور ہو گیا کہ شہر کا دروازہ کھول دے۔

ناصرالدولہ نے داخل ہو کر پھر اس کی تحقیر و تذلیل شروع کی۔ اور اپنے پُر نے مطالبات کی وصولی کے لئے ایک آدمی اس کے پاس بھیجا۔ قحط اور ناداری سے خلیفہ کا یہ حال تھا کہ قصر کبیر میں بوریا کے فرش پر ایک بوسیدہ چادر پیٹے بیٹھا ہوا تھا۔ تین شیدی اس کی خدمت میں تھے جو تقریباً نیم برہنہ تھے۔ اس نے قاصد سے کہا کہ کیا ناصرالدولہ کے لئے یہ کافی نہیں ہو کہ میں اس محل میں اس چٹائی پر ایسی حالت میں بیٹھا ہوا ہوں کہ نہ پہننے کو کپڑا میسر ہو نہ سدرت کو کھانا۔ رقم کہاں سے لائوں۔ فرستادہ روپڑا۔ اور واپس جا کر ناصرالدولہ کو یہ کیفیت سنائی۔ اس کو بھی ترس آ گیا اور اس نے خلیفہ کے گزائے کے لئے ایک قم بھیج دی۔

۶۵ء میں ایلدکرنے ناصرالدولہ کے ساتھ ظاہر میں مصالحت کر لی مگر باطن میں اس کے خون کا پیاسا رہا۔ چنانچہ اپنے ایک ہماز کو لے کر ایکٹن کے مکان پر گیا اور موقع پا کر اس پر تلوار کا دار کیا۔ وہ گھبرا کر حرم کی طرف بھاگا۔ لیکن دارکاری پڑا تھا اگر گیا ان دونوں نے اس کا سر کاٹ لیا۔ اس کے بعد ایلدکرنے ایک آدمی کو بھیج کر اس کے بھائی فخر العرب کو بھی قتل کر دیا جس سے مصر میں حمدانیوں کا چراغ گل ہو گیا۔ لیکن مستقر کو اس سے کچھ فائدہ نہ پہونچا کیونکہ ایلدکرنے کا استبداد ناصرالدولہ سے بھی سخت تھا۔ اس لئے اس نے مخفی طور پر بدجالی والی شام کو لکھا کہ تم اگر اس مصیبت سے مجھ کو رہائی دلاؤ۔

بدرجالی

بدرجالی ارمنی نژاد اور امیر جمال الدولہ کا زرخیز غلام اور اسی کی طرف منسوب تھا۔ چونکہ متعدد مواقع پر اس سے شہامت اور بےالت کے جوہر کا ظہور ہوا

تھا اس وجہ سے امراء خلافت میں امتیاز رکھتا تھا۔ خلیفہ نے شام کی ولایت اس کے سپرد کی تھی جس میں اس نے اپنے استقلال کا اعلان بھی کر دیا تھا۔ خط پہنچے ہی اپنی منتخب سپاہ کو ساتھ لے کر مصر کی طرف آیا۔ ۲۹ جمادی الاول ۳۶۷ھ کو وہاں داخل ہو کر ترکی امراء کو قتل کیا اور ان کے محلات و اموال کو قبضہ میں لایا۔ پھر اسکندریہ میں جا کر مخالفین کو فنا کیا۔ اور جہاں جہاں وہ بھاگے ڈھونڈ ڈھونڈ پکڑا۔ سارے ملک پر اس کا رعب غالب گیا۔ خلیفہ نے اس کو ملکی اور فوجی دونوں وزارتوں کا عہدہ دیا اور بڑے بڑے خطابات بخشے۔

اس نے ہر طرف امن قائم کیا۔ کاشتکاروں اور فلاحوں کو جو مدت خستہ حال ہوئے تھے اطمینان دلایا۔ جا بجا پلوں کی مرمت کرائی۔ مقیاس النیل کو درست کیا۔ تجارت کو فروغ دیا جس سے سارا ملک خوش حال ہو گیا۔ اور خلیفہ کی دینی عزت اور دنیاوی سطوت پھر قائم ہو گئی۔ یہاں تک کہ اہل مکہ نے اس کی بیعت کی اور اس کے نام کا خطہ پڑھنے لگے حالانکہ وہاں پانچ سال سے عباسی خطہ رائج تھا۔

دمشق سے بدرجالی کے چلے آنے کے بعد اس نے ترکمانی نے وہاں اپنی مستقل حکومت قائم کر لی۔ اور اسی پر بس نہ کیا بلکہ بیس ہزار فوج لے کر مصر پر بھی چڑھائی کی اور قاہرہ کے متصل پہنچ گیا۔ بدرجالی نے فوجوں کو مسلح کر کے اچانک پہنچ کر اس کو ایسی شکست دی کہ دمشق بھی ہاتھ سے چھین لیا۔

بدرجالی کے حسن انتظام سے ملک میں آبادانی اور پیداوار میں ترقی ہو گئی۔ ۳۷۷ھ میں اس نے بندوبست کرایا۔ باوجود شرح لگان میں کمی کرنے کی ۳۱ لاکھ دینار

سالانہ وصول ہونے لگے۔ حالانکہ اس سے پہلے فاطمہؑ نے کبھی ۲۸ لاکھ سے زیادہ تحصیل نہیں کی تھی۔

اداکل ذی الحجہ ۸۷۷ھ میں بیس سال امارت کرنے کے بعد اس نے مصر میں فاطمائی۔ اس کی شجاعت۔ سخاوت۔ رعایا پر درسی۔ علم اور علماء کی قدر افزائی اور بڑے بڑے کربیدار مغربی اور مخلوق کی بھی خواہی کی وجہ سے سب کے دلوں میں اس کا احترام تھا۔ اور لوگ اس کو احمد بن طولون کے درجہ کا امیر سمجھتے تھے۔ اسکندریہ کی جامع عطارین اسی کی تعمیر کردہ ہو۔ قاہرہ کی فصیل بھی اس نے از سر نو درست کرائی تھی۔ شعر سے بھی ذوق رکھتا تھا۔ اس کے دربار میں بڑے بڑے شعراء تھے جن میں سے علقمہ نے خاص طور پر شہرت حاصل کی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا شاہنشاہ افضل امیر الجیوش ہوا۔ اس کو بھی وہی القاب دیئے گئے جو اس کے باپ کے تھے۔

وفات مستنصر

بدرجہ جلالی کے انتقال کے چند روز بعد ۱۸ ذی الحجہ ۸۷۷ھ میں مستنصر نے بھی وفات پائی۔ اسی سال کے آغاز میں بغداد کے ستائیسوں عباسی خلیفہ مقتدر نے انتقال کیا تھا۔

وفات کے وقت مستنصر کی عمر ۶۷ سال تھی جس میں سے پورے ۶۰ سال اس نے خلافت میں گزاریے تھے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ خلافت کی اہلیت اس میں مطلقاً نہ تھی۔ نہ کسی کام کی صلاحیت رکھتا تھا۔ اس پر عیب یہ کہ کان کا کچا۔ جو شکایت سننا صحیح سمجھتا۔ اسی وجہ سے اس کے خیر خواہ بہت کم لوگ تھے۔

جزیرہ صقلیہ

اسی کے عہد میں جزیرہ صقلیہ جو سلطنت فاطمیہ کا ایک بیش قیمت و زر خیز صوبہ تھا مسلمانوں کے ہاتھ سے جاتا رہا۔

صقلیہ کو تیسری صدی ہجری کے آغاز میں زیادۃ العداغلی نے فتح کیا تھا۔ ان سے فاطمیہ کو ملا۔ مرکز خلافت سے بعید ہونے کی وجہ سے جو دالی ہاں بھجایا جاتا وہ استقلال کا دعویٰ کر دیتا۔ اس جزیرہ میں فرنگی بھی تھے جو اپنے اہل ملک کو مسلمانوں کے خلاف حملوں کے لیے بلاتے رہتے تھے۔ دالیوں میں ان کی مدد کی طاقت نہ ہوتی تھی اس وجہ سے وہاں ہمیشہ اضطراب ہوتا تھا۔ خود مسلمان بھی باہم متفق نہ تھے۔ بلکہ دو متضاد گروہ تھے جو ایک دوسرے سے برسرِ پرخاش رہتے تھے۔ ان میں سے ایک جماعت کارئیں ابو تمامہ تھا۔ اس نے دوسرے فریق سے شکست کھا کر مقام کاتان میں جس پر ۳۷۲ھ میں فرنگیوں نے قبضہ کر لیا تھا پناہ لی اور ان سے مدد کا خواستگار ہوا۔ وہ تو اسی دن کے آرزو مند تھے فوراً تیار ہو گئے۔ دوسرے گروہ نے دالی قیردان معرین بادیس سے مدد چاہی۔ اس نے فوج بھیجی۔ لڑائی میں ابو تمامہ غالب آیا۔ مگر یہ غلبہ دراصل اس کے مافی فرانسیسی سپہ سالار روجرا دل کا تھا جس نے سائے جزیرہ پر قبضہ کر کے ۴۵۳ھ میں اپنی حکومت قائم کر لی۔ اور اسلامی حکومت کو اٹھادیا۔

(۶) مستعلی باللہ

۴۸۷ھ سے ۴۹۵ھ تک

مستفرد نے تین بیٹے چھوڑے تھے۔ نزار۔ احمد اور اسماعیل۔ ان میں سے

نزار جو سب سے بڑا تھا شجاع اور تہمند تھا۔ اس کے ساتھ امرار کی ایک جماعت بھی تھی۔ لیکن امیر الجیوش افضل کے ساتھ اس کے تعلقات اچھے نہ تھے۔ ایک بار شہر کے دروازہ سے گزرتے ہوئے افضل سامنے آگیا۔ اس نے ڈانٹ کر کہا کہ ارمنی گھوڑے سے اتر جا۔ اس وجہ سے افضل نے مستنصر کے مرنے کے بعد اس کے دو صوبے بیٹے ابوالقاسم کو تخت نشین کرا کے امرار سے بیعت لے لی۔ اور اس کا لقب مستعلی بالدرکھا نزار کو بھی بلایا کہ بیعت کرے۔ اس نے مخالفت کی اور کہا کہ میرا ہاتھ بھی کاٹ لیا جائے تب بھی میں بیعت نہیں کروں گا۔ میرے پاس خلیفہ کے قلم کا لکھا ہوا دلی عہدی کا فرمان موجود ہے۔ یہ کہہ کر فرمان لینے گیا۔ اس کے احوال انصار کہا کہ اب فرمان لے جا کر دکھانے سے بھی کچھ نہ ہوگا۔ اور یہ گرہ بلا تلوار کے نہیں کھلے گی۔ بہتر یہ ہو کہ ہم اسکندریہ نکل چلیں اور وہاں سے سامان کر کے آئیں اور خلافت حاصل کریں۔ چنانچہ وہ امیر ابن مصالح کو ساتھ لیے ہوئے بھینیل کر اسکندریہ کو نکل گیا۔ وہاں کا والی نصر الدولہ افطین تھا جس کو بدرجالی نے امارت کے رتبہ پر پہنچایا تھا۔ رات کے وقت اس کے پاس گیا۔ اور وزارت کی امید دلا کر اس کو اپنے ساتھ متفق کر لیا۔

افضل نے لشکر کشی کی۔ اسکندریہ کے باہر محرم شہر میں مقابلہ ہوا۔ افضل ہزیمت اٹھا کر بھاگا نزار سواہلی علاقوں پر قابض ہو گیا۔ افضل دوبارہ فوج لے کر گیا اور اس کو اسکندریہ میں محصور کر لیا۔ شدت محاصرہ سے تنگ کر ابن مصالح مع اپنے مال و منال کے مغرب کی طرف بھاگ گیا۔ نزار اور افطین گرفتار ہوئے اور قاہرہ میں لا کر قتل کیے گئے۔

۱۲ صفر ۴۹۵ھ میں مستعلیٰ نے قاہرہ میں وفات پائی۔ اسی کے عہد میں اہل یورپ نے صلیبی جنگ شروع کی اور جوق جوق آکر الجزائرہ اور شام پر قابض ہو گئے۔ بیت المقدس دولت فاطمیہ کے رقبہ میں تھا۔ ۲۲ شعبان ۴۹۶ھ میں چالیس دن کے محاصرہ کے بعد اس میں بھی داخل ہو گئے۔ اور سارے مسلمانوں کو بے تیغ کر ڈالا۔ اس کے بعد مصر کی طرف بڑھے۔ امیر الجیوش نے سعد الدولہ کی قیادت میں ایک فوج بھیجی جس نے عسقلان کی فصیل کے نیچے شکست دے کر ان کا رخ مصر کی طرف سے پھیر دیا۔

چونکہ جنگ صلیبی کا تعلق تاریخ مصر کے ساتھ مسلسل دو سو سال تک چلا جائے گا اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر اختصار کے ساتھ ان حملوں کی تفصیل بیان کر دی جائے تاکہ آئندہ واقعات سمجھنے میں آسانی ہو۔

حروب صلیبیہ

سلجوقیوں نے جب قونین میں اپنی سلطنت قائم کر لی اور ارض روم سے عیسائیوں کا تسلط اٹھا دیا اس وقت ایک فرانسیسی اہلب بطرس نامی نے جو مقامات مقدس کی زیارت کو آیا تھا پاپائے روم اریانس کے پاس جا کر فریاد کی اسی وجہ سے یہ لڑائیاں عیساکہ ہم حصہ پنجم میں لکھ چکے ہیں ارض مقدس آرتھار میسج کی حفاظت کے نام سے یورپین کلیسا نے دینی عداوت اور تعصب کی بنیاد پر مسلمانوں کے ساتھ شروع کیں جن کا سلسلہ ۴۹۰ھ سے ۶۹۹ھ پورے دو سو سال تک قائم رہا۔ اس مدت میں صلیبیوں کی آٹھ یورشیں ہوئیں۔

(۱) پہلی صلیبی فوج اگست ۱۰۹۶ء مطابق ۱۰۸۹ء میں یورپ سے روانہ ہوئی۔ جابجا لوٹ مار کرتی اور ہنگری اور بلغاریہ کے باشندوں سے لڑتی ہوئی ہزار خزانے ایشیائے کوچک میں پہنچی۔ وہاں سلطان قلیج ارسلان سلجوقی کی فوجوں نے ان سب کو ختم کر دیا۔

اس کی تباہی کی خبر سے یورپ میں کھرام مچ گیا۔ پایائے روم اور راہبوں کی کوشش سے فرانس اور اطالیہ سے امرار اور شانہزادوں کی قیادت میں متحد فوجیں روانہ ہوئیں جن کی تعداد سات لاکھ سے کم نہ تھی۔ انھوں نے آکر انطاکیہ پر رہا۔ اور بیت المقدس کو فتح کر کے تین یا ستیس قائم کر لیں۔

(۲) دوسری یورش ۱۰۹۷ء میں ہوئی جبکہ سلطان نور الدین زنگی نے صلیبیوں پر سخت حملے شروع کیے اور رہا کو جو ان کا ایک بڑا مستقر تھا فتح کر لیا۔ صلیبیوں کے اوپر اس کا ایسا رعب غالب آیا کہ وہ مقابلہ سے ہمت ہار بیٹھے اور او جانیوس پایائے روم کے پاس فریاد کی کہ اہل یورپ کو امداد کے لیے بھیجے۔ اس نے تمام یورپین ممالک میں مذہبی جنگ کا اعلان کیا۔ چنانچہ اطالیہ۔ فرانس۔ جرمنی۔ آسٹریا نیز انگلستان سے جوق جوق صلیبی فدائی جمع ہو کر روانہ ہوئے۔ شاہ فرانس لوئس سابع اور شاہ جرمنی کو نراڈ بھی ساتھ تھے۔ بڑی بڑی فزاحتوں کے بعد یہ لوگ قدس میں پہنچے۔ اور زیارت کے بعد دمشق کی طرف چڑھائی کی۔ لیکن سلطان نور الدین کے مقابلہ میں کچھ نہ کر سکے اور سلسلہ جنگوں اور شکستوں میں مبتلا ہوئے۔

(۳) جب غازی نور الدین نے ۱۰۹۹ء میں انتقال فرمایا اور سلطان صلاح الدین اس کی جگہ پر پوری قوت کے ساتھ صلیبیوں کے مقابلہ میں آگیا یہاں تک کہ ۱۱۰۳ء میں

بیت المقدس بھی لے لیا اس وقت پاپائے روم اریانس ثالث نے پھر تمام یورپ میں شور مچایا اور استردادِ قدس کے لئے عیسائیوں کو آمادہ کیا۔

اسی زمانہ میں فرانس اور انگلستان میں جنگ قائم تھی مگر اس مذہبی جنگ کے لئے دونوں نے باہم صلح کر لی اور بادشاہ فرانس فلپ آگسٹس اور بادشاہ انگلستان رچرڈ شیردل دونوں اپنی اپنی فوجیں لے کر بڑے ساز و سامان کے ساتھ چلے۔

آسٹریا کا بادشاہ فریڈرک بھی جو دوسری یورش میں شامل تھا اپنے امرا اور لشکر کو لے کر روانہ ہوا۔ بحری راستہ سے یہ لوگ فلسطین پہنچے۔ لیکن صلاح الدین کا مقابلہ آسان نہ تھا۔ آخر کار مجبور ہو کر ۵۸۵ھ میں اس کے ساتھ صلح کر کے واپس گئے۔

(۴) یورپ میں جب سلطان صلاح الدین کی وفات کی خبر پہنچی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ اپنی سلطنت کو تین حصوں میں تقسیم کر گیا ہو اس وقت پاپائے سلطینوس ثالث نے موقع دیکھ کر پھر یورپین طاقتوں کو آمادہ کیا۔ انگلستان اور فرانس کے بادشاہ تو باہمی جنگ کی وجہ سے مستعد نہ ہوئے لیکن شاہ آسٹریا ہنری جو فریڈرک مذکور کا بیٹا تھا فوجیں لے کر چلا۔ راستہ میں سسلی کو فتح کر کے خود وہیں رہ گیا اور لشکرِ قدس کی طرف بھیج دیا۔ یہاں صلاح الدین کے بیٹے ملک عمرؒ اور اس کے بھائی سیف الدین عادل نے ان کو مغلوب رکھا۔ یہاں تک کہ ۵۹۲ھ میں ہنری مذکور کی موت کی خبر آگئی اور یہ فوج واپس چلی گئی۔

(۵) ۵۹۵ھ میں اینوشٹائیفسوس جس کی عمر ۳۳ سال تھی روم میں پاپائی کے مسند پر آیا۔ اس نے سترے سر سے دینی جہاد کا جوش پھیلایا اور تمام ملوک یورپ کے پاس قاصد بھیج کر قدس کو مسلمانوں سے واپس لینے کی ترغیب تحریک دلائی۔

یٹولٹ کا دنٹ وی شبنیا جو شاہ فرانس کا بیٹا تھا اپنے ساتھ بہت سے امیروں اور فوجوں کو لے کر چلا۔ راستہ میں ان لوگوں نے زارا اور قسطنطنیہ کو فتح کر لیا اور ویولٹ سے لڑتے رہے۔ مسلمانوں کے مقابلہ میں نہیں پہنچ سکے۔ جس پر کلیسا کی طرف سے مورد لعن و لعن ہوئے۔

(۶) ۱۰۶۶ء میں جب شام میں صلیبیوں کا بادشاہ امووری مر گیا تو انہوں نے شاہ فرانس فلپ آگسٹس سے امداد کی درخواست کی اس نے یہ جو تیار کیا ان کو وہاں کا بادشاہ بنا کر بھیجا۔ اور کلیسا کے ذریعہ سے تمام یورپ میں اعلان کر کے ایک موثر منفعت کرائی جس میں ارض مقدس کے صلیبیوں کی امداد کی ترغیب تحریک لائی گئی۔ جو انوں کی ایک جماعت آمادہ ہوئی۔ مگر جس وقت پایلے روم کی برکتیں لے کر اور سینوں پر صلیب لگا کر جہاز پر سوار ہوئی تو ایک ہوائی طوفان آگیا جس سے اکثر غرق ہو گئے۔ بقیہ کچھ اپنے گھروں کو واپس گئے اور کچھ اطالیہ میں رہ گئے اور وہیں کھیتی کرنے لگے۔

۱۰۶۳ء میں پھر کلیسا کی طرف سے پکار ہوئی۔ اُس وقت ایک بڑی جمیعت شاہ ہنگری اندراؤس ثانی کی محبت میں ارض مقدس کی طرف چلی۔ ان کے ساتھ ہو کر اول شاہ سلبی بھی فوجیں لے کر روانہ ہوا۔

ملک عادل نے ان کے مقابلہ کے لیے نابلس پر مورچہ بندی کی حتیٰ مگر ان کی تعداد اور قوت اس قدر زیادہ تھی کہ وہ مدافعت نہ کر سکا۔ انہوں نے بہت سے شہر و کو فتح کر لیا۔ پھر مصر کی طرف بڑھے اور دمياط کا محاصرہ کیا۔ ستر ہزار سوار تھے اور چار لاکھ پیدل۔ چھ ماہ ۲۲ دن کے بعد اس میں داخل ہو گئے۔

اسی دوران میں ملک عادل نے وفات پائی اور اس کا بیٹا ملک کامل تخت

تحت نشیں ہوا۔ اس نے دمیاط سے ان کو نکالا۔

اس اثنا میں ایوبی امراء میں باہمی نزاعیں واقع ہو گئیں جن کی وجہ سے صلیبی صلیبیت المقدس پر قابض ہو گئے۔ ۱۲۳۷ء میں ملک ناصر والی کرک نے آکران کو پھر وہاں سے نکالا۔

(۷) استرجاع قدس کی خبر سے یورپ میں پھر ہرجان پیدا ہوا۔ لیکن اس زمانہ میں چنگیز خاں کے حلوں کی وجہ سے جن کے شعلے آسٹریا اور ہنگری تک پہنچ گئے تھے یورپین سلطنتیں اپنی اپنی حفاظت میں مشغول تھیں۔ جب وہ خوف جاتا رہا تو ۱۲۳۳ء میں شاہ فرانس لوئس تاسع اپنے امراء کے ساتھ ایک عظیم لشکر جمع کر کے روانہ ہوا۔ قبرص ہوتے ہوئے مصر کے سوا حل پر آیا اور دمیاط پر پہنچ کر اس کو فتح کر لیا۔ ملک صالح نجم الدین جو بیمار تھا مدافعت کے لیے آیا لیکن انتقال کر گیا۔ اس کی بیوی شجرۃ الدرنے اس کی موت کو مخفی رکھا یہاں تک کہ اس کا بیٹا ملک معظم حصن کیف سے آکر تحت نشیں ہوا۔ اس نے صلیبیوں کو دمیاط سے نکالا۔ اس جنگ میں ممالیک بحریہ نے نمایاں کام کیے۔ تیس ہزار صلیبیوں کو قتل کر ڈالا اور شاہ لوئس کو بھی پکڑ لیا۔ اور قید کر دیا۔

ملک معظم کے بعد جب شجرۃ الدرنہ تحت پر مٹھی تو اس نے شاہ مذکور سے ۸ لاکھ دینار فدیہ لے کر رہا کر دیا۔ وہ عک میں چلا گیا۔

۱۲۴۰ء میں ناصر الدین یوسف ایوبی والی دمشق اور معز جاسنگیر سلطان مصر جب صلیبیوں کے مقابلہ کے لیے باہمی اتحاد کا عہد و پیمان ہوا اس وقت لوئس مذکور نے یورپ سے کمک کی درخواست کی۔ مگر کوئی نہ آیا۔ اسی اثنا

میں اس کی والدہ ملکہ بلانچا جو اس کی عدم موجودگی میں فرانس کی حکمران تھی انتقال کر گئی۔ اس وجہ سے وہ فرانسیسیوں کو لے کر واپس چلا گیا تاکہ اپنے ملک کی حکومت سنبھالے۔

(۸) ۱۵۹۶ء میں جب ایک طرف رومیوں نے ان صلیبیوں کو جو پانچویں شتر میں قسطنطنیہ پر قابض ہو گئے تھے اپنے سردار میخائیل کی قیادت میں مارا کر نکال دیا اور دوسری طرف سلطان میریسس بندقداری کے بے پناہ حملوں سے ارض مقدس کے صلیبی عاجز اور مغلوب ہو گئے اور اکثر شہران کے قبضہ سے نکل گئے اُس وقت شاہ فرانس لوئس تاسع پھر شکر لے کر آیا۔ اور بجائے ارض مقدس کے افریقہ میں اتر کر تونس کا محاصرہ کیا۔ اسی میں وفات پا گیا۔

بادشاہ سسلی کارلوئس بھی فوجیں لے کر اس کی کمک کے لئے آگیا تھا۔ سلطان تونس نے کچھ رقم دے کر ان کے ساتھ صلح کر لی جس کے بعد یہ لوگ واپس چلے گئے۔ شام کے صلیبی جو سلطان میریسس کے ہاتھ سے بچ رہے تھے ان میں سے طرابلس شام والوں کو ملک منصور قلاؤن الفی نے ۱۵۸۸ء میں اور آخری صلیبی جماعت کو جو عکائیں رہ گئی تھی اس کے بیٹے ملک شرف خلیل نے ۱۵۹۹ء میں نکال دیا۔ اور ارض مقدس کو دو سو سال کے بعد ان سے بالکل خالی کرالیا۔

(۷) آخری احکام بالحد
۱۵۹۵ء سے ۱۵۲۲ء تک

مستعلی کے بعد اس کا بیٹا ابو علی منصور آمر کے لقب سے خلیفہ ہوا۔ اسی سال صلیبیوں نے عکا پر قبضہ کیا۔ پھر طرابلس شام لے لیا۔ اس کے بعد سلسلہ وار

سات سال تک یکے بعد دیگرے شام اور فلسطین کے شہروں پر قبضہ کرتے رہے۔ اور رہا۔
انطاکیہ اور بیت المقدس تین مستقل ریاستیں قائم کریں۔ خلیفہ فاطمی بھی خلیفہ عباسی
کی طرح خاموش بیٹھا مسلمانوں کے قتل و غارت اور تباہی و بربادی کا تماشا دیکھتا رہا
اور سولے ایک و بار کے جو صرف مصر کی حفاظت کے لئے تھے کبھی ان کی مدافعت
کا خیال نہ کیا۔

اواخر ۱۱۵۵ء میں شاہ بالڈوین قدس سے ایک بڑی جمیعت لے کر فتح
مصر کے لئے روانہ ہوا۔ اور فرما میں پہنچ کر وہاں کے باشندوں کو فوج کر ڈالا۔
ان کے مکانات لوٹ لے اور مسجدوں میں آگ لگا دی۔ آمر عیش پرستی میں نہمک تھا۔
کوئی مقابلہ نہ کیا۔ مگر بالڈوین خود بیمار ہو کر واپس چلا گیا اور راستہ ہی میں مر گیا۔
رمضان ۵۱۵ء میں آمر نے امیر الجیوش افضل کو قتل کر دیا۔ چالیس دن تک
اس کے گھر کا مال و متاع خچروں پر خلیفہ کے محل میں منتقل ہوتا رہا۔ اس کی اولاد بھی
قید کر دی گئی۔

افضل کے بعد ابن بطاحی وزیر معتمد ہوا۔

ادھر یہ اضطرابات تھے ادھر باطنیوں نے موقع پا کر اپنی قوت بڑھالی۔ او
شام میں بڑے بڑے قلعے بنائے۔ جو امیر بادالی ذرا بھی ان کے خلاف حرکت کرتا
باطنی فدائی پہنچ کر بے دریغ اس کو قتل کر دیتے۔ مجبوراً لوگ ان کو رضامند رکھنے کی
کوشش کرتے تھے۔ اسی جماعت کے ایک شخص نے ۲ ذی قعدہ ۵۲۴ء میں آمر کو
قتل کر دیا۔

آمر نہایت بد تدبیر اور عیاش تھا۔ نہ مہمات سلطنت کی اس کو خبر تھی نہ

ان کو انجام دینے کی لیاقت رکھتا تھا۔ امیر الجیوش اگر نہ ہوتا تو صلیبی مصر کو فتح کر لیتے۔ نادانی سے اس کو بھی خدام قصر کی شکایت پر قتل کرا دیا۔

(۸) حافظ لدین اللہ

۵۲۲ھ سے ۵۳۳ھ تک

آمر نے کوئی نرینہ اولاد نہیں چھوڑی تھی۔ لیکن اس کی بیوی حاملہ تھی۔ اس وجہ سے انتظار کیا گیا کہ شاید بنیا ہو مگر لڑکی پیدا ہوئی۔ اس لئے خاندان فاطمی میں سے اس کا چچا زاد بھائی عبدالحمید حافظ لدین اللہ کے لقب سے خلیفہ بنایا گیا۔ اس نے افضل کے بیٹے احمد کو وزیر مقرر کیا۔ مخالفین نے اس کو قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد ایک شخص بہرام نامی وزارت پر بلایا گیا وہ بھی ۵۳۳ھ میں مقتول ہوا۔

صلیبیوں کی طرف سے اس زمانہ میں اہل مصر مطمئن تھے کیونکہ ان کو سلطان نزالہ زنگی کے سپہ سالاروں سے مصر کی طرف نگاہ اٹھانے کی بھی فرصت نہ تھی لیکن مغرب سے ایک اس سے بھی بڑا خطرہ رونما ہوا۔ وہ یہ تھا کہ روجر ثانی فرماں روٹے سسلی نے ڈھائی سو جنگی کشتیاں لے کر افریقہ پر حملہ کیا۔ پہلے برقعہ پرفویں اُتاریں۔ وہاں مسلمانوں کو قتل کیا۔ اور ان کی عورتوں اور بچوں کو پکڑ لیا۔ پھر ۵۳۴ھ میں طرابلس غریب پر قابض ہو گیا۔ اس کے دو سال کے بعد حمدیہ پر جو خلافت فاطمیہ کا حمد اور اولیں مرکز تھا تسلط کر لیا۔ وہاں سے اسکندریہ کی طرف بڑھا۔ اہل مصر نہایت خوف زدہ تھے مگر خود سسلی پر رومیوں کے حملہ کی وجہ سے وہ واپس چلا گیا۔

۵۳۴ھ میں ۸۱ سال کی عمر میں حافظ لدین اللہ نے انتقال کیا۔ ساٹھ سال کی عمر میں خلیفہ ہوا تھا۔ بحر دستخط کر لینے کے خلافت کی اور کوئی قابلیت اس میں نہ تھی۔

اس کو اکثر درد قویج کا دورہ ہوا کرتا تھا۔ موسیٰ طیب نے سات دھاتوں کو مرکب کر کے ایک طبل تیار کیا جس پر ساتوں ستاروں کے نقوش بنائے۔ اس کے بجانے سے ریاح خارج ہوتے اور درد جاتا رہتا۔

خزانہ خلافت میں یہ طبل محفوظ تھا۔ صلاح الدین کے زمانہ میں کسی کرد سپاہی اس پر ہاتھ رکھا اور یخ خارج ہو گئی۔ شہر مار کر اُس کو توڑ ڈالا۔ لوگوں نے جب دیکھا تو اس کے ضائع ہونے پر افسوس کیا۔ کیونکہ یہ طبل فی طب کا ایک نادر کرشمہ سمجھا جاتا تھا۔

(۹) ظافر بام الدہ

۵۴۴ھ سے ۵۴۹ھ تک

حافظ کے بعد اس کا سب سے چھوٹا بیٹا ابو المنصور اسماعیل ظافر بام الدہ کے لقب سے خلیفہ بنایا گیا۔ اس کی عمر اُس وقت ۷ سال تھی۔ امور سلطنت سے کوئی سروکار نہیں رکھتا تھا اور دن رات بھی شہوات میں منہمک۔ آغاز عہد ہی میں وزیر بھی مر گیا اور دوسرا وزیر امراء کے باہمی اختلاف کی وجہ سے مقرر نہ ہو سکا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سارا نظام اتر ہو گیا۔

۵۴۸ھ میں صلیبیوں نے بڑھ کر عسقلان کو فتح کر لیا اور مغرب سے روجر ثمانی پھر ایک جنگی بیڑے لے کر پہونچا۔ شہر تائیس میں آگ لگا دی۔ فرما کو تاخت و تاراج کیا اور بے شمار مال غنیمت اور قیدیوں کو لے کر واپس گیا۔

اب عباس وزیر مقرر کیا گیا۔ اس کا بیٹا نصر جو نہایت درجہ حسین تھا خلوت اور ملوث میں ظافر کے ساتھ رہتا تھا جس کی وجہ سے لوگ اس کو ہستیم کرنے لگے۔ اس داغ کو مٹانے کے لئے وزیر زادہ نے اپنے باپ کے اشارہ سے مخفی طور پر ظافر کو دسٹا محرم ۵۴۹ھ

میں اپنے گھر دعوت کے لئے بلا کر ذبح کر کے دیں فن کر دیا۔

عباسؑ دوسرے دن حسب معمول خلیفہ کو سلام کرنے کے لئے قصر میں پہنچا۔ جب وہ ملا تو تلاش شروع کی اور اس کے دونوں بھائیوں جبریل اور یوسف کو بلا کر پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ ہم کو کچھ علم نہیں۔ عباس نے اپنے بیٹے کے حرم کو چھپانے کے لئے انہیں دونوں پر خلیفہ کے قتل کا الزام رکھ کر اسی وقت ان کے سر کٹوائے۔

(۱۰) فائز بن نصر المد

۵۴۹ھ سے ۵۵۶ھ تک

عباس نے ظافر کے بیٹے فائز کو جس کی عمر اُس وقت پانچ سال سے زائد نہ تھی اپنے کندھے پر اٹھا لیا۔ اور امراء اور خدام سے مخاطب ہو کر کہا کہ خلیفہ کو اس کے دونوں بھائیوں نے مارا تھا جو قصاص میں قتل کئے گئے۔ اب ہمارا فرض یہ ہے کہ اپنے اس کم سن آقا زادہ کو امام بنائیں اور اخلاص کے ساتھ اس کی اطاعت کریں۔ حاضرین نے اس زور سے ”بسر و چشم“ کا نعرہ لگایا کہ خلیفہ نے سم کر وزیر کے کندھے کو تر کر دیا۔ اس کے دل و دماغ میں بھی خلل پڑ گیا جس کی وجہ سے مسلسل مرگی اور اختلاج کے دوئے ہونے لگے۔

عباس خوش تھا کہ ایک بچہ کو تخت پر بٹھا کر وہ سلطنت کا مالک بن گیا لیکن اہل قصر کو اصل حقیقت کی خبر لگ گئی۔ اور وہ انتقام کی فکر کرنے لگے۔

صالح طلائع بن رزیک رقی والی منیۃ الخصب جو نہایت غالی شیعہ اور ظافر کے خاص معتمدین میں سے تھا اس زمانہ میں نجف اور کربلا کی زیارت کو

گیا ہوا تھا۔ جرم نے یہ کیفیت اس کو لکھی اور مدد چاہی۔ وہ اپنے ساتھیوں کے مشورے
اعاب کی ایک جمیعت ساتھ لے کر سیاہ ماتمی لباس پہنے ہوئے مصر آیا۔ امر سلطنت
سباس کے استقبال کے لئے حاضر ہوئے۔ عباس معہ اپنے بیٹے کے عسقلان
کی طرف بھاگا۔

صالح نے قاہرہ میں داخل ہو کر وزیر کے گھر میں سے خافرا اور اس کے ساتھیوں
کی نعشیں نکلوائیں اور ان کو تربت زعفران میں دفن کرایا۔ اس کے بعد مسند وزارت
پر بیٹھ کر ملکی انتظامات میں مصروف ہوا۔

خافرا کی بہن نے عسقلان کے صلیبیوں کو ایک کثیر رقم کا وعدہ دے کر لکھا کہ
جس طرح ہو سکے عباس اور اس کے بیٹے کو پکڑ کر بھیج دیں۔ انھوں نے گھر کر عباس کو
لوٹ لیا اور قتل کر ڈالا۔ اور نصر کو پکڑ کر مصر لائے۔ اور موعودہ رقم لے کر اس کو
خدا م کے حوالہ کیا جنھوں نے ہر قسم کی سزائیں دے کر مار ڈالا۔ اور جتہ کو سولی پر
شکا دیا۔ پھر ۵۵۵ھ میں عین عاشورہ کے دن اس کی ہڈیاں جلائیں۔

فائز ۵۵۶ھ میں مر گیا۔ اس کے زمانہ میں مصر زوال و انحلال کی انتہائی
حد پر پہنچ گیا تھا چنانچہ ہر سال صلیبیوں کو ایک بڑی رقم اس لئے بھیجی پڑتی تھی
کہ وہ مصر پر چڑھائی نہ کریں۔

(۱۱) عاصد لدین الد

۵۵۶ھ سے ۵۶۶ھ تک

فائز کی وفات کے بعد صالح نے فاطمی خاندان کے ایک سن رسیدہ شخص کو
خلافت کے قابل سمجھ کر اس کی بیعت کا ارادہ کیا۔ مگر کسی خیر خواہ نے اس کے کان

میں کہا کہ پہلے وزراء تم سے زیادہ عاقل تھے جو بچوں کو خلیفہ بنا کر خود اسور سلطنت کے متولی بن جاتے تھے۔ یہ سن کر اس نے حافظ لدین اللہ کے ایک نابالغ پوتے عبداللہ کو عاصد کا لقب دے کر خلیفہ بنا دیا۔ اور جماعت سلطنت پر بلا شرکت غیر قابض ہو گیا۔ مزید تعجب کے لئے اپنی بیٹی بھی خلیفہ کے ساتھ بیاہ دی۔ اور حقی کے وقت بیش قیمت حمیرا اس کو دیا۔

قتل صالح

صالح کے استبداد سے لوگ تنگ آ گئے۔ خاص کر خلیفہ کی پھوپھی۔ اس لئے اس نے اپنے چند غلاموں کو بھیجا جو قصر کی دیوار میں چھپے رہے جب وہ نکلنے لگا تو خنجر سے اس کا شکم چاک کر دیا۔ لوگ اس کو اٹھا کر اس کے گھر لے گئے۔ جہاں ۱۹ رمضان ۵۵۷ء میں مر گیا۔ مگر مرنے سے پہلے خود خلیفہ کے حکم سے اس کی پھوپھی سے اپنا انتقام لے لیا۔

یہ شخص فاضل۔ شجاع۔ سخی اور مدبر تھا۔ فرائض شرعیہ کا پابند۔ لیکن شیعیت میں غلو رکھتا تھا۔ حضرت علی کی خلافت بلا فصل پر علماء و فقہار سے مناظرے کیے۔ اور ایک کتاب بھی لکھی جس کا نام رکھا "الاغواء فی الرد علی اہل الغاۃ" شعر بھی کہتا تھا۔

مشہد حسینؑ

اسی کے زمانہ میں مشہد حسین تعمیر کیا گیا۔ صورت یہ ہوئی کہ افضل لعیر الجوش جب شام کی مہم پر گیا تھا اس کو معلوم ہوا کہ عسقلان میں امام حسین کا سر مدفون ہے۔ اس نے اس مدفون پر ایک قبہ تعمیر کرا دیا۔ صالح نے اپنے عہد میں چاہا کہ اس کو مصر میں لائے۔ اس کے لئے قاہرہ کی فصیل کے باہر ایک مدفون اور جامع تیار کرا

لیکن خلیفہ نے اس اثر شریف کو شہر کے باہر رکھنا گوارا نہ کیا بلکہ اپنے قہر زمرہ میں ایک جگہ اس کے لئے مخصوص کی۔ وہیں مشہد بنایا گیا جس میں عقلمان سے خاک منتقل کی گئی۔

شاہ

صالح طلوع کے بعد اس کا بیٹا محی الدین وزیر ہوا جس کو خلیفہ نے ملک عادل کا خطاب دیا۔ مگر وہ زیادہ عرصہ تک نہیں رہ سکا اور اس کی جگہ شاہ نے لے لی۔ صالح کے پروردوں کی ایک جماعت تھی جس کا سرغنہ ضرغام تھا۔ اس نے اپنے رفیقوں کو متفق کر کے چاہا کہ اس کی جگہ لے لیں۔ ان میں اس کے محل پر حملہ کیا۔ شاہ کا بڑا بیٹا مارا گیا مگر وہ خود پنج کر شام کی طرف نکل گیا اور ضرغام نے وزارت حاصل کر لی۔

ضرغام

ضرغام میں عقل۔ شجاعت۔ کرم۔ شیریں زبانی اور حسن صورت جملہ صفتیں تھیں لیکن ایک عیب یہ تھا کہ جو شکایت کسی کی سنتا اس پر فوراً یقین کر لیتا۔ چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد کسی کے ذریعہ سے اس کو یہ خبر ملی کہ امرار پھر شاہ کو وزارت پر بلانے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ اس بنیاد پر اس نے حملہ آبراہ کو جن کی تعداد ۶۰-۷۰ تھی اپنے گھرمیں بلا کر قتل کرا دیا۔ ان رجال دولت کے خاتمہ سے ملک میں تین اضمحلال پیدا ہو گیا۔ چنانچہ صلیبیوں نے چڑھائی کر دی۔ ضرغام نے اپنے بھائی ہمام کو مقابلہ کے لئے بھیجا۔ وہ شکست کھا کر بحال تباہ قاہرہ واپس آ گیا اور صلیبی بلبیس کے قلعہ پر قابض ہو گئے۔

اسد الدین شیر گورہ

شاہد مصر سے سلطان نور الدین کے پاس پہنچا جو اُس وقت صلیبیوں کے مقابلہ میں سرگرم جہاد تھا۔ اور جملہ سلاطین و ملوک اسلام میں قوت و شوکت میں سر بلند۔ اور اس سے مدد کا طالب ہوا۔ اس نے مصر کو زیر بار احسان رکھنے کے لئے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور اپنے اہل اہل میں سے ایک خاص معتمد الدین شیر کوہ کو فوج دے کر اس کے ساتھ روانہ کر دیا۔

شیر کوہ کے قلیلہ رواد یہ سے تھا جن کی سکونت در بند ناحیہ آذربائیجان میں تھی۔ اس نے اور اس کے بھائی نجم الدین ایوب نے سلطان نور الدین کے ہمراہ صلیبیوں کے مقابلہ میں ایسی شجاعت۔ بسالت اور جنگی لیاقت کا اظہار کیا تھا جس سے سلطان کے دل میں ان کی خاص وقعت ہو گئی تھی۔

صلاح الدین

یوسف صلاح الدین پسر نجم الدین ایوب بھی اپنے چچا کے ہمراہ چلا۔ اس کا باپ بوجہ نو عمری کے اس کو بھیجے پر رضامند نہ تھا لیکن تقدیر یوسف صدیق کی طرح اس کو بھیج کر لے گئی کہ عزیز مصر بنا دیے۔

اس کی ولادت قلعہ تکریت میں ۵۳۲ھ میں ہوئی تھی۔ یہی وہ نوجوان ہو جو آگے چل کر سلطان صلاح الدین ایوبی فاتح جنگ صلیبی کے لقب سے مشہور ہوا اور جس کے کارنامے اسلامی تاریخ کے اوراق کے زیب زینت بنے۔

۶۹ جمادی الاول ۵۵۹ھ کو یہ لوگ مصر میں داخل ہوئے۔ ضرغام مقابلہ میں مارا گیا۔ اور شہر و وزارت پر آیا۔ اس نے ایک ثلث مصر کا خراج سلطان نور الدین کے پاس اس کے احسان کے معاوضہ میں بھیجا۔ مگر سلطان کی غرض یہ نہ تھی۔

وہ چاہتا تھا کہ فاطمی سلطنت پر جو انتہائی ضعف کو پہنچ چکی ہو خود قابض ہو جائے۔ اس بائیس میں شیر کوہ کو لکھا۔ اس نے شاور سے مشورہ کیا۔ دونوں مخفی طور پر باہم متفق ہوئے کہ سلطانی قبضہ کا اعلان کر دیں۔ لیکن پھر شیطان نے شاور کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ وہ شیر کوہ اور اس کے منشی بھر ساتھیوں کو مصر سے نکال سکتا ہے۔ اور نور الدین یہاں پہنچ نہیں سکتا۔ پھر کیوں ملک اس کے حوالہ کرے۔ یہ سوچ کر صلیبیوں کو لکھا کہ تم فوج لے کر آؤ اور شیر کوہ کو مصر سے نکالنے میں میری مدد کرو ورنہ اگر مصر نور الدین کے قبضہ میں چلا گیا تو تمہاری بھی خیر نہیں۔ اس کے علاوہ ان کو بہت کچھ مال و متاع دینے کا بھی وعدہ کیا۔

صلیبیوں نے جمعیت کثیر فراہم کر کے کوچ کیا۔ سلطان نور الدین کو جب اس کا علم ہوا تو فوجیں لے کر ان کے شہروں پر حملہ آور ہوا تاکہ وہ مصر کی طرف نہ جاسکیں لیکن وہ نہیں ٹک سکے۔ کیونکہ مصر کا نور الدین کے قبضہ میں چلا جانا ان کے لئے بہت بڑا خطرہ تھا۔ علاوہ بریں یہ بھی اُمید رکھتے تھے کہ شاید اس ناؤر موقع پر مصر کو فتح کر لیں۔

شیر کوہ اطلاع پا کر بلبیس کے قلعہ میں جہاں سے صلیبیوں کو نکالا تھا جا کر قلعہ گیر ہو گیا۔ شاور نے صلیبیوں کو ساتھ لے کر محاصرہ کیا۔ باوجود اس کے کہ اس کی فصیلیں بلند نہ تھیں اور روزانہ صبح و شام کو نکل کر وہ مقابلہ بھی کرتا تھا مگر تین مہینے گزر گئے اور یہ لوگ اس کا کچھ نہ کر سکے۔

اس درمیان میں نور الدین نے شام میں صلیبیوں کو شکستیں دیں۔ اور

قلعہ حارم پر بھی جوان کا خاص مامن تھا قبضہ کر لیا۔ جب یہ خبریں مصر میں پہنچیں تو صلیبیوں گھبرا کر اپنے گھر کی حفاظت کے لئے مصر سے واپسی کا ارادہ کیا۔ شیرکوہ کو لنگھا کہ تم اگر یہاں سے چلے جاؤ تو ہم محاصرہ اٹھالیں۔ وہ واقعات سے بے خبر اور قلت ذخیرہ سے تنگ تھا۔ راضی ہو گیا۔ اور مصر کو چھوڑ کر نور الدین کے پاس چلا آیا۔

وہاں ۵۶۲ھ تک رہا۔ لیکن مصر کا خیال اس کے دل کو چین نہ لینے دیتا تھا۔ آخر جنگار اس نے منتخب بہادروں کی ایک فوج مرتب کر کے سلطان سے مصر کی اجازت چاہی۔ وہ راضی نہ تھا مگر اس کے وفور شوق سے مجبور ہو کر پروا نگلی دی۔ اور چند امیروں کو بھی ساتھ کر دیا۔ اس کل جماعت کی تعداد دو ہزار سو اسی تھی۔ شاور نے اس کی اطلاع پا کر پھر صلیبیوں کو بلایا۔ وہ یلغار کرتے ہوئے پہنچے۔ شیرکوہ آب نیل سے اتر کر بالائی مصر میں پہنچ چکا تھا۔ اس کے پیچھے مصری اور صلیبی لشکر دریا کی طرح موجیں مارتے ہوئے چلے۔

شیرکوہ نے دیکھا کہ میری جمعیت قلیل اور غریب لڈیا رہی۔ ایسا نہ ہو کہ ان کے دل جھوٹ جائیں۔ اس لئے سب کو جمع کر کے مشورہ لیا۔ بعضوں نے کہا کہ یہاں اگر ہم شکست کھا گئے۔ اور ظن غالب یہی ہو۔ تو ہمارے لئے کوئی صورت پناہ کی نہ ہوگی۔ اور اس ملک کے عامی اور شکری اور بازاری و فلاح سب کے سب چُن چُن کر ہم کو قتل کر ڈالیں گے ایک بھی بچ کر گھر نہ جاسکے گا۔

یہ سن کر نور الدین کے مالیک میں سے ایک شخص شرف الدین برغش نامی کھڑا ہوا اور بولا کہ جو قتل یا قید سے ڈرتا ہو وہ فوج میں کیوں شامل ہوتا ہو۔ چاہیے کہ بیوی کے ساتھ گھر میں بیٹھے۔ یاد رکھئے کہ اگر یہاں سے بلا جنگ یا غلبہ حاصل کیے ہم

واپس گئے تو نور الدین ہماری تنخواہیں بند اور جاگیریں ضبط کر لے گا اور کئے محاکمہ تمام مسلمانوں کا مال کھاتے ہو اور ان کے دشمنوں سے بھاگتے ہو۔ مصر کو کیوں کفار کے حوالہ کر آئے۔ اس کا کوئی جواب ہمارے پاس نہ ہوگا۔

صلاح الدین نے بھی اس کی تائید کی۔ اور کہا کہ اب سوائے جنگ کے اور کوئی سبیل نہیں۔ شیرکوہ نے کہا کہ یہی رائے صحیح ہے اور میں اسی پر عمل کروں گا۔ چنانچہ مقابلہ کے لئے صف آرائی کی۔ اور اپنی جنگی مہارت اس روز کام میں لا کر ایسی بے جگری اور تدابیر کے ساتھ لڑا کہ ایک ساتھ دونوں فوجوں کو شکست دی اور کشتوں کے پستے لگا دیئے۔ مہمنہ پر خود تھا اور قلب میں صلاح الدین کو رکھا تھا۔

شیرکوہ کے اس عجیب کارنامہ پر مورخین انگشت بدنداں ہیں کہ کس طرح اس نے صرف دو ہزار سواروں سے ساری مصری اور فرنگی طاقت کو چند گھنٹوں میں توڑ دیا۔ اس فتح سے وہ صیعد سے اسکندریہ تک قابض ہو گیا۔ وہاں اپنے بھتیجے صلاح الدین کو متعین کیا اور خود بالائی مصر کا خراج تحفیل کرنے لگا۔

ہزیمت خوردہ جماعت نے پھر اپنا ساز و سامان درست کر کے اسکندریہ پر چڑھائی کی۔ اور صلاح الدین کو محصور کر لیا۔ شدت محاصرہ اور قلت رسد کی وجہ سے اس پر ایسی سختی گزر گئی جس کو وہ زندگی بھر نہیں بھولا۔

جب شیرکوہ مقابلہ کے لئے پہنچا اس وقت مصالحت کی گفتگو شروع ہوئی۔ طے یہ پایا کہ جو کچھ اس نے وصول کر لیا ہے اس کے علاوہ پچاس ہزار دینار اور سب اور اپنی فوج کو لے کر مصر سے چلا جائے۔ شیرکوہ نے منظور کیا بشرطیکہ صلیبی بھی یہاں واپس جائیں اور مصر کے ایک گاؤں پر بھی قبضہ نہ کریں۔

شیرکوہ اسکندریہ کو مصریوں کے حوالہ کر کے ذی قعدہ ۵۶۲ھ کو واپس چلا گیا۔ لیکن صلیبیوں نے قاہرہ میں اپنا شہنشاہ اور سواروں کا ایک دستہ چھوڑا کہ اگر نورالدین کوئی فوج بھیجے تو وہ شہر کی حفاظت کر سکیں۔

اس شہنشاہ اور اس کی فوج نے اہل قاہرہ پر سخت ظلم و ستم ڈھائے۔ اور دو سال کے بعد جب دیکھا کہ یہاں کوئی طاقت نہیں ہو سکتی تھی اپنے بادشاہ اموری کو دعوت دی کہ آکر مصر پر قبضہ کرے۔ صلیبی امرائے اس پر خوشی کا اظہار کیا۔

اموری اگرچہ لیر اور خوں ریز تھا لیکن مدبر بھی تھا۔ کہنے لگا کہ ہمارا مصر کی طرف چلنا مناسب نہیں۔ کیونکہ وہاں کے لوگ ملک کو ہمارے حوالہ نہ کریں گے اور جنگ کے لئے آمادہ ہو جائیں گے بلکہ یقین ہو کہ نورالدین کی بلائیں گے۔ اس صورت میں اگر شیرکوہ کو اس نے مصر بھیج دیا اور خود شام پر چڑھائی کی تو سوائے جلاوطنی کے ہمارے لئے کوئی سبیل نہ رہے گی۔ لیکن صلیبی امرائے اس کی بات نہ مانی اور کہا کہ جب تک نورالدین تیاری کرے گا اس وقت تک ہم مصر پر قبضہ کر چکیں گے۔

اسی اثنا میں مصر کے بعض ارکان دولت کے بھی اس کے پاس خطوط پہنچے کہ ہم تمہاری مدد کریں گے۔ اس وجہ سے وہ قوی دل ہو کر روانہ ہوا۔ اور مصر پہنچ کر صفر ۵۶۲ھ میں بلیس کو قتل و غارت سے تباہ کر ڈالا۔ پھر قاہرہ کی طرف بڑھا۔ اہل قاہرہ بلیس کے قتل عام کو دیکھ کر ڈر گئے۔ شہر کا دروازہ بند کر لیا اور پوری قوت سے مدافعت کرنے لگے۔ خلیفہ عاصد نے سلطان نورالدین کے پاس خط بھیجا کہ آکر اس مصیبت سے مصریوں کو نجات دلائے۔ خط کے اندر کے حرم کے سر

بال بھی رکھ دیئے تاکہ اس کو ترس آئے۔ اس نے فوراً شیر کوہ کوچہ ہزار سواروں کے ساتھ روانہ کیا۔ اس کے پہونچتے ہی صلیبی خائب و خاسر شام کی طرف لوٹ گئے۔ لیکن اس ہنگامہ میں فسطاط جیسا عظیم الشان شہر بالکل ویران ہو گیا جس میں مومنین کے بیان کے مطابق تین ہزار سے زائد مسجدیں تھیں۔

شیر کوہ کے آجانے سے مصریوں کو امن مل گیا۔ انھوں نے اس کی فوج کی ضیافتیں کیں۔ خلیفہ نے بھی اس کو خلعت اور اس کے سپاہیوں کو انعامات دیئے۔ شاور البتہ دل میں بیچ و تاب کھاتا تھا۔ آخر میں چاہا کہ دعوت کے بہانے سے بلا کر شیر کوہ کو قتل کر دے۔ لیکن اس کے بیٹے کامل نے مخالفت کی اور کہا کہ اگر تم نے ایسا ارادہ کیا تو میں خود اس کو مطلع کر دوں گا۔ شاور نے کہا کہ اگر ہم اس کو نہ ماریں گے تو یقینی ہے کہ وہ ہم کو مار ڈالے گا۔ کامل نے جواب دیا کہ بلا سے ہم قتل ہو جائیں۔ ملک تلک مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے گا۔ یہ سمجھ رکھئے کہ جس دن شیر کوہ مارا گیا اسی دن صلیبی آکر سارے مصر پر قبضہ کر لیں گے اُس وقت اگر خود عاصد بھی نور الدین کے پاس چلے گا تب بھی وہ ایک سپاہی مدد کے لئے نہ دے گا۔ مجبوراً شاور اپنے ارادہ سے باز رہا۔

صلاح الدین کو یہ اطلاع ملی کہ شاور پھر صلیبیوں کے ساتھ سازباز کر رہا ہے اس لئے جرات کر کے اس کو گرفتار کر لیا۔ خلیفہ کو جب معلوم ہوا تو اس نے بھی قتل کا فرمان دیا۔ لوگوں نے اس کا گھر بھی لوٹ لیا۔ یہی میں اس کا بیٹا کامل مارا گیا۔ شیر کوہ کو اس کے مائے جانے کا افسوس ہوا۔ کہا کہ اگر وہ زندہ رہتا تو میں اس کو اس کے اس احسان کا کہ اپنے باپ کو میرے قتل سے روکا تھا اچھا بدلہ دیتا۔

شاہد کے قتل کے بعد خلیفہ نے شیر کوہ کو بلا کر وزارت کا خلعت عطا کیا۔ مگر وہ صرف دو مہینہ پانچ دن اس منصب پر رہنے پایا تھا کہ ۲۲ جمادی الثانی ۵۶۲ھ کو انتقال کر گیا۔

عاصد نے اس کے بعد صلاح الدین کو وزارت عطا کی۔

موتمن الخلافہ

صلاح الدین کے صفات و اخلاق حسنہ کی وجہ سے اہل مصر اس کے گرد بیٹھ ہو گئے۔ یہ دیکھ کر شاہ کو رشک آیا جن میں سب سے مقدم موتمن الخلافہ تھا۔ غلام قصر خلافت کے جملہ امور کا منصرم اور خدم و حشم کا سردار تھا۔ اس نے چند مصری امراء کے ساتھ اتفاق کر کے صلیبیوں کے پاس خط لکھا کہ صلاح الدین کو مصر سے نکالنے میں ہماری مدد کرو۔ یہ خط جوتے کے تلے میں سلوا کر ایک غلام کو دیا کہ مخفی طور پر پہنچائے۔ وہ راہ میں جوتا ہاتھ میں لیے ہوئے جا رہا تھا۔ صلاح الدین کے کسی آدمی کو شبہ ہوا اس نے پکڑ لیا۔ خط برآمد ہوا۔ اور تحقیقات سے ساری کیفیت منکشف ہو گئی۔ موتمن الخلافہ نے خوف کی وجہ سے قصر سے نکلنا چھوڑ دیا۔ صلاح الدین خاموش رہا۔ جب وہ مطمئن ہو گیا اور باہر آنے جانے لگا اس وقت اس کو قتل کر دیا۔ شیدیوں نے غصہ بنا کر ہو کر شورش کی اور تقریباً پچاس ہزار جمع ہو کر صلاح الدین پر حملہ کر دیے۔ خلیفہ نے بھی قصر کے ایک جھروکے میں بیٹھ کر ان کی حمایت شروع کی۔ صلاح الدین نے لفظ اندازوں کو حکم دیا کہ اُس میں آگ لگا دیں۔ جب خلیفہ وہاں بھاگا اس وقت شیدی سُست پڑ گئے۔ صلاح الدین کے بھائی شمس الدولہ نے ان سب کو شکست دے کر تغذیب و تخریق سے فنا کر دیا۔ اس وقت سے ان کا نام

د نشان مٹ گیا۔ اور عاصد بھی سبکیں اور مخمول ہو گیا۔ لوگوں نے اس کا ذکر بھی چھوڑ دیا۔ عجیبات یہ ہو کہ فاطمیں کے لئے مصر کو جس عمام نے فتح کیا تھا اُس کا نام بھی جو ہر تھلا جس کی بدولت مصر ان کے قبضہ سے نکل گیا یعنی موتمن الخلفاء۔ اس کا نام بھی جو ہر تھا۔

صلاح الدین نے اباعینان کے ساتھ ملکی استقامات شروع کیے۔ صلیبیوں کو سخت خطرہ ہوا کہ ایک طرف نور الدین۔ اور ایک طرف صلاح الدین اس لئے شہر میں اموری نے ایک فوج گراں لے کر مصر پر چڑھائی کی۔ اور میٹ کو محصور کر لیا۔ مگر وہاں سے بہت نقصان اُٹھا کر واپس گیا۔

دوسرے سال خود صلاح الدین نے اس پر فوج کشی کی شکست دے کر عسقلان۔ رملہ اور پھر غزہ کو بھی فتح کر لیا۔ اس کے بعد مصر آیا اور کشتیاں بنوا کر برود بحر دونوں راستوں سے فوجیں لے گیا اور ایلہ پر قبضہ کر لیا۔

خطبہ عباسی

جب صلاح الدین کا مصر پر پورا تسلط ہو گیا۔ یہاں تک کہ قصر خلافت کے امور بھی اس کے ہاتھ میں آ گئے جس کا متولی امیر قراقوش کو بنا دیا۔ اور خلیفہ عاصد بالکل بے بس اور گناہ ہو گیا۔ اس وقت سلطان نور الدین نے حکم بھیجا کہ فاطمی خطبہ موقوف کر کے وہاں عباسی خطبہ جاری کر دے۔ صلاح الدین ڈرتا تھا کہ اہل قاہرہ جو فاطمیوں کے اثر سے زیادہ تر شیعہ ہو گئے ہیں مخالفت پر آمادہ ہوں گے۔ مگر ایک مشرقی شخص نے جس کا نام امیر عالم تھا جرات کر کے محرم ۵۶۷ھ کے پہلے جمعہ میں قاہرہ کی جامع مسجد میں مستحق بالعد خلیفہ عباسی کے نام کا خطبہ پڑھ دیا۔ کوئی بھی مخالفت کے لئے نہیں اُٹھا۔ اُس وقت سے فاطمی خطبہ منقطع ہو گیا اور شام و مصر کے تمام شہروں

میں عباسی ہی خطبہ پڑھا جانے لگا۔

بغداد میں جس وقت یہ خبر پہنچی وہاں بڑا جشن منایا گیا۔ خلیفہ نے سلطان نوحؒ کے پاس خلعت اور مصر و شام کی امارت کا فرمان بھیجا۔ نیز صلاح الدین کے لیے بھی خلعت اور سیاہ عباسی علم روانہ کیے۔

عاصد اُس وقت مرض الموت میں تھا۔ صلاح الدین نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ ایسی حالت میں اس کو اس خبر کی اطلاع دی جائے جو اس کے لیے رنج کا موجب ہوگی۔ چنانچہ بلا اس اطلاع کے عاصدؒ کے دن گزر گیا۔ اس کی موت پرفاطمی خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔

عاصد نہایت غانی شیعہ تھا۔ اور سنیوں کے خون کو حلال سمجھتا تھا۔

خلفاء فاطمیہ

خلفاء فاطمیہ کی تعداد خلفاء بنی امیہ کے برابر ہوئی۔ یعنی ۱۴۔ جن میں سے ہماری قائم اور متصور تین فریقہ میں گزرے اور بقیہ گیارہ مصر میں۔ لیکن انہوں نے بنی امیہ سے تگنا پایا اور ۲۹۵ھ سے ۵۶۷ھ تک ۲۷۲ سال خلافت کی۔

مورخین بالعموم ان کی نسبت اچھی رائیں نہیں رکھتے۔ کیونکہ جہان بانی اور ملک دار میں یہ لوگ حصہ نہیں لیتے تھے۔ بلکہ ہمت سلطنت و زرا کو سپرد کر کے خود حرم تعیشات اور تکلفات میں زندگیاں گزارا کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ملک کی انتظامی حالت ان کے عہد میں بہ نسبت سابق کے خراب رہی۔ اور مستنصر کے عہد سے تو بالکل غلاموں کے قبضہ میں پڑ گئے۔ اور کسی کام کے قابل نہیں رہ گئے۔ یہاں تک کہ

جزیرہ صقلیہ بھی نکل گیا۔ صلیبیوں نے آکرا شام کو لے لیا اور وہاں ڈیرے ڈال دیئے۔
روجر نے دوبار مصر کو تخت و تاراج کیا۔ اور اگر وہ اپنی ملک کی اندرونی شورشوں
کی وجہ سے واپسی پر مجبور نہ ہوا ہوتا تو پورے مصر پر قبضہ کر لیتا۔

چونکہ یہ خلافت بھی عباسی خلافت کی طرح قرابت رسول کے دعوے پر قائم
ہوئی تھی۔ اور عبید اللہ نے فاطمی اور علوی نسب کی بنیاد پر اپنی مہدویت امامت
کا علم بلند کیا تھا اس وجہ سے تشیع اس کے اصل قوام میں داخل تھا جس میں یہ تمام
خلفاء اول سے آخر تک غلو رکھتے تھے۔ اور عوام الناس میں یہی عقائد پھیلاتے تھے۔
مصر پر قبضہ کرنے کے بعد اسماعیلیت کی تبلیغ کے لئے جس میں بنی فاطمہ کی امامت
کا عقیدہ سب سے مقدم تھا ایک خاص مرکز قائم کیا گیا جس کے رئیس کا لقب اعلیٰ لدعا
ہوتا اور اس کا درجہ قاضی القضاۃ سے بھی برتر سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ قاضی یا زوری
مستنصر کا مقبول ترین وزیر پہلے اسی رتبہ پر تھا۔

اس مرکز میں طریق دعوت اور اسرار امامت کی تعلیم دے کر دوسرے ممالک
میں مبلغ بھیجے جاتے تھے کہ مخفی طور پر لوگوں کو ان عقائد کی تلقین کریں۔
ان خلفاء کی نگاہیں ایران و خراسان پر لگی ہوئی تھیں جو شیعیت کا گہوارہ رہے
تھے۔ اس لئے ان میں کثرت کے ساتھ تبلیغ بھیجے گئے جن کی وجہ سے سلیہ کی مرتبہ طینی
جماعت پیدا ہوئی جن کو بوجہ حشیش (بھنگ) کے استعمال کے حشیشین کہنے لگے۔
اور عراق میں قرامطہ کی شورشیں بڑھی جس کی بدولت نہ صرف خلافت عباسی بلکہ تمام
مشرق میں اضطراب پھیل گیا۔

باطنیہ کا سلسلہ اصفہان اور مرو تک پہنچ گیا تھا۔ اور حسن بن صباح جس نے

مصر میں اصول و دعوت کی تعلیم حاصل کی تھی اور مستنصر سے مل کر مشرق میں گیا تھا۔ محل بحر
قرہ وین پر قلعہ الموت میں اپنا مرکز بنا رکھا تھا۔

ان جماعتوں کے رات و دن کے فتنوں۔ خلفاء سلاطین۔ امراء۔ وزراء اور علما
وغیرہ کے قتل و فوج سے ممالک مشرقیہ کمزور اور بے جان ہو گئے۔ خلفاء عباسیہ کی
تو یہ نوبت پہنچ گئی کہ بسا سیری نے جو خود انھیں کا غلام تھا بغداد میں فاطمی خطبہ
راج کر دیا اور وہ کچھ نہ کر سکے۔ اور اگر سلجوقی حمایت کو نہ کھڑے ہو جاتے تو سارا مشرق
فاطمیوں کے زیر اثر آچکا تھا۔

اس تبلیغ میں سنی علماء چونکہ حائل تھے اس وجہ سے قتل و تعذیب سے ان کو بچانے کی
کوشش کی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ خلیفہ سوم منصور نے خود اپنے بھائی ابو یزید محمد
کو اسی مخالفت کی وجہ سے سولی پر چڑھا دیا۔ معز نے بہت سے علماء کو خفیہ قتل کرایا۔
شام کے فقیہ ابن تابلسی کو پتھر میں پکڑوا کر منگوایا اور زندہ کھال کھنچوائی۔ حاکم نے
علی الاعلان صحابہ کرام کے ناموں کے ساتھ گالیاں پتھروں پر کندہ کرا کے مساجد
وغیرہ میں لگوائیں۔

اس دولت کے امراء کا بھی یہی وتیرہ تھا۔ والی شام نے ایک مغربی سنی کو
تشہیر کر کے سولی پر لٹکایا اور اعلان کرایا کہ ابو بکر و عمر کے دوست داروں کی یہی
سزا ہو۔ واسطہ کے ایک نیک نام بزرگ ابو القاسم نے بیت المقدس میں اذان
میں ”حی علی خیر العمل“ کے بجائے ”حی علی الفلاح“ پکار دیا۔ اس پر وہاں کے
امیر نے ان کی زبان کاٹ لی۔

اکابر علماء نے ان کے احاد و فتنی و فجور اور ظلم و ستم کے واقعات پر مفصل کتابیں

لکھی ہیں جن میں سے قاضی ابو بکر یا قلائی کی کشف الاسرار عجد الجبار بصری معترلی کی تثبیت النبوة اور ابو شامہ اور حافظ ابو القاسم کی تاریخیں مشہور ہیں۔

خلفاء عباسیہ نے بھی ایک محض تیار کرایا جس میں اس عہد کے شرفار اور علمائے شہادتیں لکھیں کہ فاطمیہ کا دعویٰ نسب صحیح نہیں ہو۔ بلکہ یہ میمون بن قحاح کی نسل سے ہیں جو ایک شجرہ گرد محمد نجوسی تھا۔ اور عبید اللہ حمدی کا نام سعید تھا جس کا باپ سلیمہ میں آہنگری کا کام کرتا تھا۔ اسی سعید نے مغرب میں جا کر اپنا نام عبید اللہ رکھا اور فاطمی اور علوی بن کر مہدویت کا مدعی ہوا۔

فاطمیہ چونکہ اپنے آپ کو عباسیہ کا مد مقابل سمجھتے تھے اس وجہ سے جاہ و جلال اور انعام و نمود کے ساز و سامان میں ان سے فوقیت کی کوشش کرتے تھے۔ اور مصر کی بے شمار دولت کی وجہ سے اس میں ناکام بھی نہیں ہتے تھے۔ چنانچہ صلاح الدین نے جب عاصد کے قصر پر قبضہ کیا اس وقت اس قدر آلات و فروش۔ امتعہ و ذخائر اور نقود و جواہر ملے جو حد شمار سے باہر تھے اور جن کے بیان سے تاریخ کے صفحات ننگ ہیں۔ مرید براں دو لاکھ کتابیں تھیں جن میں سے بڑا حصہ فاضل کو ملا۔ بقیہ فروخت کی گئیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس میں کی بہت سی کتابیں اب جرمنی کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔

دولتِ ایوبی

۵۶۶ء سے ۶۴۸ء تک

صلاح الدین نے قصر خلافت پر قبضہ کرنے کے بعد وہاں کے غلاموں اور

کینزوں کو امرا میں تقسیم کر دیا۔ حرم خلافت کے بڑے ایک حویلی مخصوص کی اور خاندان فاطمی کے افراد کو نظر بند رکھا۔ اس کے بعد نفوذ شیعیت کو مٹانے اور مذہب شافعی کو فروغ دینے پر کمر باندھی۔ اذان میں حے علی خیر العمل کے بجائے حے علی الفلاح پکارنے کا حکم دیا۔ جامع ازہر میں اسماعیلیت کی تعلیم بند کر دی اور مذاہب اربعہ کے اساتذہ وہاں تدریس کے لئے مقرر کیے۔ اور ملک سے جلد شعائر اسماعیلیت کے اٹھائیے۔ نیز جو ناجائز ضرائب عہد فاطمی میں رعایا پر لگائے گئے تھے منسوخ کیے۔ جن پر بقایا تھا معاف کر دیا۔ ملک کی ابتری کی اصلاح کی اور رعایا کی بہبود اور اراضی کی آبادانی کی طرف متوجہ ہوا۔

داعی الدعاة اور عمارہ میمنی نے جو فاطمیہ کے پروردہ تھے بہت بڑی سازش کی کہ صلاح الدین کو قتل کر ڈالیں۔ مگر راز کھل گیا۔ صلاح الدین نے سرغون کو سولی پر چڑھایا اور بقیہ فاطمیوں پر نگرانی زیادہ بڑھا دی۔

سلطان نور الدین محمود زنگی

صلاح الدین مصر میں اگرچہ سلطان نور الدین کے نائب کی حیثیت سے تھا لیکن اس کی نیت استقلال کی تھی۔ اور درپردہ اسی کا سامان کر رہا تھا۔ اور برابر اپنی مالی اور فوجی قوت بڑھانے میں مصروف تھا۔ اپنے بھائی کو اصوان کا امیر بنایا۔ اس نے نو بیا اور اس کے دوسرے سال یمن پر قبضہ کر لیا۔

نور الدین نے اس امر کو محسوس کر لیا۔ چاہا کہ اس کو اپنے پاس بلا لے۔ لکھا کہ میں صلیبیوں پر حملہ کرتا ہوں تم بھی فوجیں لے کر مصر سے آؤ اور مقام کرک میں مجھ سے ملو۔ صلاح الدین نہیں گیا اور جواب بھیج دیا کہ بعض مجبوریوں کی وجہ سے مصر میں

رہنا ناگزیر تھا۔ نور الدین کو اب یقین ہو گیا۔ اس نے لکھا کہ آؤ ورنہ یغی داؤں گا۔
 صلاح الدین نے اپنے حامیوں کو جمع کر کے مشورہ لیا۔ اس کے نتیجے
 تقی الدین نے کہا کہ آنے دیجئے ہم مقابلہ کریں گے۔
 نجم الدین ایوب

اس مجمع میں صلاح الدین کا باپ نجم الدین بھی تھا۔ بولا کہ یہ رائے غلط ہے۔ ہم
 سب نور الدین کے خدام اور اس کے نمک پروردہ ہیں جس وقت وہ سامنے آجائے گا
 کون ہو جو گھوٹے سے اتر کر اس کو سلام نہ کرے۔ مناسب یہ ہو کہ تم یہ جواب لکھو کہ
 آپ خود یہاں آنے کی زحمت کیوں اٹھائیں اگر میری گرفتاری منظور ہو تو ایک
 پیادہ کو بھیج دیجئے وہ میرے گلے میں رسی ڈال کر لے جائے۔ یہاں کون ہو جو کچھ
 چون و چرا کر سکے۔

اس کے بعد جب سب امر اچلے گئے تو اس نے صلاح الدین کو سمجھایا کہ
 سلطان سے بغاوت کا اعلان نادانی ہو۔ کیونکہ پھر وہ پوری قوت سے چڑھائی
 کرے گا اور ہم مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ اور فرماں برداری کے اظہار سے ہماری طرف
 غافل ہو کر دوسرے مہمات میں مشغول ہے گا اور تقدیر اپنا کام کرتی ہے گی۔ یہ تم
 یقین رکھو کہ وہ اگر یہاں سے ایک جتہ بھی لینا چاہے گا تو سب سے پہلے میں لڑوں گا۔
 مگر زہر کی بہ نسبت شہد سے کام لینا زیادہ بہتر ہو۔

صلاح الدین نے اپنے باپ کی رائے کے مطابق جواب دیا جس سے سلطان
 مطمئن ہو گیا۔ اور اس کے قہوڑے ہی عرصہ کے بعد شوال ۵۶۹ھ میں دمشق میں
 اس کا انتقال ہو گیا۔ عمر ساٹھ سال تھی۔

صفات نور الدین

سلطان نور الدین پہلے طلبہ والی تھا لیکن صلیبی جنگوں میں ایسی عظیم الشان فتوحات کیں کہ اس کی شجاعت کا سکہ میٹھ گیا۔ اور اس کی سلطنت بہت وسیع ہو گئی مصر شام۔ یمن میں بھی اس کا نام خطوں میں لیا جانے لگا۔

نہایت متقی۔ عالم اور علم دوست تھا۔ بیت المال میں سے کبھی ایک پائی اپنے خرچ میں نہ لایا۔ اور ہمیشہ گزراوقات ایک جائداد سے کی جس کو اپنی خاص طالع کی کمائی سے خرید کیا تھا۔

علماء و صلحاء کی بہت تعظیم و توقیر کرتا تھا۔ ملک میں جا بجا مدارس مساجد۔ ماستان اور سرائیں تعمیر کرائیں اور ان پر ملاک قف کیے۔ شام کے اکثر شہروں کی فصیلیں بنو ادیس کہ فرنگیوں کے حملہ سے محفوظ رہیں۔ جہاد میں خود سپاہیوں کی طرح دو دو کمائیں لے کر لڑتا تھا۔ فقیہ قطب نساوی نے ایک بار کہا بھی کہ آپ اپنی جان کو خطرہ میں نہ ڈالیں کیونکہ اگر کوئی بات ہو گئی تو پھر مسلمانوں کی خیر نہیں بولا کہ مجھ سے پہلے مسلمانوں کا کون محافظ تھا۔ یہ کام اللہ کا ہوا اور بس۔

رات کا بڑا حصہ دعا اور عبادت میں گزارتا۔ اور عدل انصاف میں بیگانہ اور بیگانہ۔ چھوٹے اور بڑے سب کو یکساں سمجھتا تھا۔

چوڑی پیشانی۔ مطبوع شکل اور بادامی آنکھیں تھیں۔ چہرہ سے رعبت و خوار برستا تھا۔

مورخین نے شاہان اسلام میں سب سے بہتر اسی کو قرار دیا ہے۔ چونکہ اس کی سلطنت کا رقبہ بہت وسیع ہو گیا تھا۔ اور اکثر صلیبیوں کے ساتھ

جنگِ جماد میں مصروف رہتا تھا اس جسے خبرِ سانی کا کام زیادہ تر نامہ بر کو تروں سے لیتا تھا۔ جو سکھا کر اس کے لئے تیار کیے جاتے تھے۔

اس کے جنگی کارناموں اور فتوحات پر مفصل مستقل کتابیں علماء نے لکھی ہیں۔ ان کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں۔

سلطان صلاح الدین

نور الدین کی وفات کے بعد مصر اور شام کی مستقل حکومت صلاح الدین کے ہاتھ میں آگئی۔ ششہ میں حلب۔ رہا۔ سنجا اور موصل وغیرہ بھی جو نور الدین کے بیٹے اسماعیل کے قبضہ میں تھے اس کو مل گئے۔ اُس وقت یہ سلطان کے لقب سے مشہور ہوا۔ خلیفہ بغداد مستضیٰ نے معز امیر المومنین کا خطاب بخشا۔ اس کے بعد جب ناصر الدین المرد خلیفہ ہوا تو اس نے ملک ناصر کا خطاب دیا۔ لیکن صلاح الدین نے اس کو قبول نہ کیا اور کہا کہ خود خلیفہ کا لقب میں اپنے جیسے خادم کے لئے خلافِ ادب سمجھتا ہوں۔

صلاح الدین جن زمانہ میں حلب کی طرف گیا تھا صلیبیوں نے موقع پا کر شام کے مغربی شہروں کو تاخت و تاراج کرنا شروع کیا۔ اس کا بجائی تو رافشاہ مدافعت کے لئے فوجیں لے کر گیا مگر مقابلہ نہ کر سکا۔ سلطان نے اطلاع پا کر اپنے لشکر میں سے ایک مصری فوج کمک کے لئے بھیج دی جس نے صلیبیوں کو پسا کیا۔

جب حلب سے سیف الدین غازی اور ملک صلح وغیرہ سے معاہدہ کر کے واپس آ رہا تھا مقام عیراز میں دباطنی جو اس کے مارنے کے لئے آئے تھے پکڑے گئے۔

ان کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ ۲۰ محرم ۷۷۲ھ کو مصر میں پہونچا۔ اور اس کا انتظام وزیر بہار الدین اسدی کے سپرد کر کے خود صلیبی ہم پر روانہ ہوا۔

وزیر مذکور نے نہایت دیانت۔ دانشمندی اور چستی کے ساتھ کام کیا۔ غلطی میں جتنی خرابیاں پڑ گئی تھیں ان کی اصلاح کی۔ نہروں اور پلوں کی مرمت کرائی۔ راستے ٹھیک کیے۔ تجارت اور زراعت کو ترقی دی جس سے ملک خوش حال عایا خانہ بالا اور خزانہ سلطنت معمور ہو گیا۔ سلطان ہمیشہ اس کے حسن انتظام سے خوش رہا۔

۷۷۲ھ سے صلیبیوں کے ساتھ جہاد شروع کی۔ اور متواتر چودہ سال تک لڑ کر شام کا ایک ایک شہر ان کے ہاتھوں سے نکال لیا۔ یہاں تک کہ بیت المقدس بھی لے لیا جہاں انھوں نے اپنی پوری قوت سے آخری جنگ کی تیاری کی تھی۔ ان معرکوں کی تفصیل سے تاریخیں بھری پڑی ہیں۔

بالآخر صلیبیوں نے مجبور ہو کر ۲۲ شعبان ۷۷۵ھ میں حلف نامہ لکھ کر مصیبت کی اُس وقت لڑائی ختم ہوئی۔ طویہ پایا کہ اسلامی اور عیسائی بلاد ایکساں ہیں ہر شخص آزادانہ بلا خوف و خطر جہاں چاہے آئے جائے۔

اس کے بعد سلطان دمشق میں گیا جہاں اس کے اہل و عیال موجود تھے۔ وہیں کرک سے اس کا بھائی ملک عادل بھی آ گیا اور سارا خاندان نہایت امن و آرام کے ساتھ رہنے لگا۔ سلطان کو دمشق اس قدر پسند تھا کہ مصر جانے کا خیال بھی نہ کیا۔ آخر وہیں ۷۷۵ھ میں ۲۷ صفر کو ۵۷ سال کی عمر میں انتقال کر گیا۔

۷۷۵ھ میں چھوڑے اور صرف ایک بیٹی موسیٰ خاتون۔

صفحات صلیح الدین

صلاح الدین شجاعت - عدل - کرم اور تقویٰ میں نور الدین ثانی تھلے جئے
 سخی اور بے انتہا رقیق القلب - دشمنوں پر بھی ترس کھاتا تھا۔ صلیبی جنگوں میں
 کوئی سر ہنگ فرنگی فوج میں سے ایک شیر خوار بچہ اٹھالایا۔ اس کی مان بچ و
 غم سے بے قرار ہو گئی۔ اور اپنے سرداروں کے پاس جا کر روتی۔ اُنھوں نے
 کہا کہ سلطان بڑا نرم دل ہے اُس کی خدمت میں جا کر عرض کر۔ وہ روتی ہوئی آئی۔
 اور اپنی کہانی سنائی۔ سلطان مضطرب ہو گیا اور اُس وقت اٹھا۔ فوج میں تلاش
 کر آیا۔ معلوم ہوا کہ بچہ بیچ دیا گیا ہے و دام فے کر واپس منگایا۔ جب بچہ آگیا تو اس کو مان
 گود میں دیا اور سوار کرا کے عزت کے ساتھ پہونچا دیا۔

جس زمانہ میں رملہ کے مقفل خمینہ ن تھا یا فائیں انگلستانی بادشاہ رچرڈ
 بیارٹرا فریسی اُس وقت جا چکے تھے۔ اور رچرڈ کے پاس صرف دو تین سو سپاہی
 رہ گئے تھے۔ سلطان بجائے اس کے کہ کسی امیر کو حکم دیتا کہ دلاں قبضہ کرے روزانہ
 اس کے واسطے میوہ اور برف بھیجتا تھا۔ بلکہ بعض مورخ لکھتے ہیں کہ خود طیب بن ک
 اس کو دیکھنے گیا اور علاج بھی کیا۔

حیت المقدس میں فرنگی جب اس کے محاصرہ سے تنگ آ گئے تو امان کے
 طالب ہوئے۔ سلطان نے کہا کہ ۹۲ لاکھ میں جب تم اس میں داخل ہوئے تھے تو
 کس سلمان کو امان دی تھی؟ میں بھی امان نہیں دوں گا اور وہی سلوک تمھارے
 ساتھ کروں گا۔ آخر میں اسقف بالیان اور دیگر رؤسا کے کہنے سے اس شرط پر
 ان کو امان دی کہ فی مرد ۱۰۰ فی عورت ۵۰ اور فی طفل دو دینار دیں اور اپنا
 مالی و متاع لے کر چالیس دن کے اندر یہاں سے نکل جائیں۔ اسلامی فوج شہر میں

داخل ہوئی۔ سپاہیوں نے دیکھا کہ فرنگی اشرفیوں کے صندوق بھرے لیے جا رہے ہیں۔ سلطان سے جا کر کہا کہ فاتح فرج ایسی غنیمت سے کیوں محروم کی جاتی ہے۔ یوں کہ بد عہدی ہمارا شیوہ نہیں۔

پرنس راتوڈو می شانیلون الی کر کے ایک بار معاہدہ کر لینے کے بعد مسلمانوں کی ایک جماعت کو بلا وجہ قتل کر ڈالا تھا اور کہا تھا کہ میرے مقابلہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کون نصرت کر سکتا ہے!! سلطان نے سن کر یہ قسم کھائی تھی کہ وہ گرفتار ہو گا تو اپنے ہاتھ سے اُس کو قتل کروں گا۔ مگر حطین جو صلیبی لڑائیوں میں سب سے سخت تھا اور ربیع الثانی ۵۸۳ھ میں ہوا اس میں ان کا سب سے بڑا بادشاہ چاقرے (گوے دی لوزینا) مع اپنے بھائی پرنس کو رکے گرفتار ہوا۔ جب یہ دونوں دربار میں لائے گئے اُس وقت جافزے بہت پیاسا تھا۔ سلطان نے اس کے لیے برف کا شربت منگوایا۔ پینے کے بعد اس نے پرنس کو بھی پلایا۔ سلطان نے کہا کہ آپ پلا رہے ہیں میں نہیں۔ کیونکہ کھلانے یا پلانے کے بعد کسی کو قتل کرنا اس کے نزدیک سپاہیانہ روح کے منافی تھا۔ اس کے بعد تلوار لے کر اُٹھا اور کہا کہ دیکھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کے لیے تیار ہوں۔ اور اگر اب بھی تو اسلام قبول کرے تو چھوڑ دوں۔ لیکن یہ سعادت اس کی قسمت میں نہ تھی۔ جافزے اس کے قتل سے سہم گیا۔ سلطان نے اس کو اطمینان دلایا کہ میں تم کو قتل نہیں کروں گا۔ یہ تو غدار اور بے دین تھا اور انبیاء کی شان میں زباں درازی کرتا تھا۔

علم کا ایسا قدردان تھا کہ سیکڑوں مدرسے بنوائے۔ علماء و صلحا کے وظائف

مقرر کیے۔ اور اپنے دونوں بیٹوں عزیز اور افضل کو ساتھ لے کر امام سلفی سے سماع حدیث کے لئے اسکندریہ کا سفر کیا۔

۳۷۴ھ میں عسقلان کی جنگ میں جب فقیہ عیسیٰ جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہتے تھے صلیبیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گئے تو ان کو واپس لے کر چین لیا اگرچہ چھ لاکھ دینار فدیہ میں دینے پڑے۔

اس کی تمام فوج مطیع و فرمان بردار اور دل سے محبت اور عزت کرتی تھی۔ اور رعایا اس قدر تھا کہ باد جو و کثرت کے کبھی ان میں سے کوئی منحرف نہ ہو سکا۔ دنیا سے بے نیازی کی کیفیت یہ تھی کہ گوبے حد مال و متاع زندگی میں اس کو ملا مگر مرنے کے بعد خزانہ خاص میں صرف ایک تینار چھوڑا تھا اور ۲۷ درہم۔ مصر اور شام میں اس کی بہت سی یادگاریں ہیں قاہرہ کے متصل جبل مقطم کا قلعہ اسی نے اپنی سکونت کے لئے بنوایا تھا۔ جو اب تک موجود ہے اور مصر کے کل قلعوں سے زیادہ سنگین۔ بڑا اور موقع کے لحاظ سے بہتر ہے۔

ملک عزیز

صلاح الدین نے امرار کے مشورہ سے اپنی زندگی ہی میں سلطنت کو اپنے تین بیٹوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ عا و الدین عثمان کو ملک عزیز کے لقب کے ساتھ مصر کی ولایت دی۔ نور الدین کا خطاب ملک افضل رکھا اور اس کو دمشق کا بادشاہ بنایا۔ اور غیاث الدین ابو الفتح غازی کو ملک طاہر کا لقب دے کر عراق عجم حوالہ کیا۔ بقیہ بیٹوں کو چھوٹے چھوٹے اقطاع دے دیئے۔

عزیز قیاض اور شجاع تھا لیکن امور سلطنت میں سہل انگار۔ اس کے عہد میں وہ
محاصل جن کو سلطان صلاح الدین نے شرع کے خلاف ہونے کی وجہ سے موقوف
کر دیا تھا پھر لگا دیئے گئے۔ قحط بھی پڑا۔ ۲۰ محرم ۵۹۵ھ کو اس نے وفات پائی۔
ارباب خیر و صلاح کو بہت عزت رکھتا تھا۔

ملک منصور

عزیز کے بعد اس کا بیٹا منصور جس کا سن صرف آٹھ سال تھا مصر کے تخت پر
بیٹھا۔ ملک عادل سیف الدین ابوبکر بن ایوب کرک سے فوج لے ہوئے آیا اور اس
دعوے سے کہ وہ منصور کا دادا ہوتا ہی سلطنت کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔
پھر شوال ۵۹۶ھ میں عمار کے فتوے کے مطابق اس نابالغ کو اتار کر نو تخت نشین ہو گیا۔

ملک عادل

عادل کے تخت پر آتے ہی دور صلاح الدین تازہ ہو گیا۔ کیونکہ اس نے افضل سے
شام بھی لے لیا اور حلب کو بھی تاج کر لیا۔ اس طرح پرپوری سلطنت جو حصوں میں بخر
میں منقسم ہو گئی تھی پھر ایک علم کے نیچے آ گئی۔
اسی کے عہد میں ۵۹۷ھ میں مصر کا وہ مشہور قحط پڑا تھا جس میں آدمی آدمیوں کو
کھانے لگے تھے۔ اور جس کی چشم دید پر درو کیفیت عبداللطیف بغدادی نے
اپنے سفر نامہ میں لکھی ہو۔

سلطان صلاح الدین کے انتقال کے بعد صلیبیوں نے جب دیکھا کہ اس کی

سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی تو یورپ سے مدد طلب کی اور خود بھی اپنی قوتیں بڑھانے لگے تاکہ اپنی کھوئی ہوئی شوکت پھر حاصل کر لیں۔ مگر یہ مدد اُس وقت پہنچی جب ملک عادل سلطنت کو متحد کر چکا تھا۔ اس وجہ سے وہ کچھ نہ کر سکے۔

۱۱۳ھ میں جب چھٹاں حملہ صلیبیوں کا ہوا اُس وقت بوجہ کثرت کے اُنھوں نے شام کے اکثر شہروں کو لے لیا۔ ۱۱۵ھ میں مصر کی طرف بڑھے۔ اور دمياط کو فتح کر لیا۔ اسی درمیان میں ملک عادل نے وفات پائی۔

یہ سلطان صلاح الدین کا بھائی اور اسی کی طرح شجاع۔ عاقل۔ حلیم اور اقبال مند تھا۔ صلیبی معرکوں میں اس کا رعب اس قدر غالب تھا کہ دشمن صلاح الدین سے زیادہ اس سے ڈرتے تھے۔ رچرڈ شیردل کو شش میں تھا کہ اپنی بہن جون کی جو سسلی کے بادشاہ کی بیوہ تھی اس کے ساتھ شادی کرنے۔ صلیبیوں کی دونوں جماعتوں جمعیت ہیکلیں اور جمعیت ماری یوحنا کے مشورہ سے بار بار اس کے لئے قاصد بھیجے۔ بشرط یہ تھی کہ وہ اس اور وہ بلاد جو مسلمانوں کے پاس ہیں عادل کو دے دیئے جائیں اور عکا اور وہ بلاد جو صلیبیوں کے پاس ہیں جون کو ملیں۔ عادل نے اس شرط کو مسلمانوں کے لئے مفید سمجھ کر منظور کر لیا اور سلطان صلاح الدین نے بھی اجازت دے دی۔ لیکن کشیشوں اور راہبوں نے جابجا کہ جون کو سمجھایا کہ اسے تو مسیح کی نافرمانی ہو جائے گی اور آسمانی بادشاہت میں داخل نہ ہو سکے گی۔ اس وجہ سے وہ رُک گئی۔

ملک کامل

عادل کے بعد اس کا بیٹا کامل محاصرہ دمياط ہی میں تخت نشین ہوا۔ اس نے

۹ رجب ۱۱۵۷ھ میں صلیبیوں کو وہاں سے نکالا۔ اس کے بعد قاہرہ میں آیا اور فتح کی خوشی میں جشن عام کیا۔

مصر میں اس کی بنائی ہوئی متعدد عمارتیں ہیں۔ امام شافعی کی قبر پر اسی نے خوش اعتقاد ہی سے قبہ تعمیر کرایا۔ حدیث کی تعلیم کے لئے ایک عظیم الشان مدرسہ بنوایا جس کے لئے جائداد وقف کی۔ زمانہ مابعد میں یہ مدرسہ ملیہ کے نام مشہور ہوا۔ ایک بار شرف الدین بن عین الدولہ قاضی القضاۃ کے سامنے ایک مقدمہ میں شہادت دی۔ انھوں نے اس کو پایہ اعتبار سے ساقط گردانا اس بنا پر کہ وہ روزانہ ایک مغنیہ عجیبہ نامی کو بلوا کر گانا سناتا تھا۔ اس پر اس نے قاضی کی شان میں سخت کلمہ استعمال کیا۔ قاضی نے کہا کہ یہ مسند عدالت کی تو بین ہو۔ میں اس پر نہیں بیٹھ سکتا۔ اُسی وقت اپنی برطرفی کا اعلان کر کے گھر چلے آئے۔ کامل نے مجبوراً جا کر ان کو راضی کیا کیونکہ اس کو اپنی بدنامی کا خوف ہوا۔

کامل ۶۳۵ھ میں دمشق میں بیمار ہوا۔ اور وہیں ۲۳ رجب کو انتقال کر گیا۔

۲۰ سال دو مہینے حکومت کی۔ شان و شکوہ اور ہیبت و وقار میں ممتاز تھا۔

عادل ثانی

کامل کے بعد اس کا بیٹا سیف الدین ابوبکر عادل سلطان ہوا۔ لیکن دو سال زیادہ نہ رہ سکا۔ وجہ یہ ہوئی کہ اس کا بھائی ملک صالح نجم الدین جزیرہ کا فرمانروا تھا۔ اور امیر مولس شام کا۔ صالح نے امیر مذکور سے امارت کا تبادلہ کر لیا۔ اور شام میں آ گیا۔ غرض یہ تھی کہ مصر پر تغلب حاصل کرے۔ چنانچہ فوج کشی کی۔

عادل مقابلہ کے لیے چلا۔ مگر مقام بلبیس میں پہنچ کر امرار فوج نے جو درپردہ
صالح کے حامی تھے اس کو گرفتار کر لیا۔ صالح آکر مصر پر قابض ہو گیا۔

ملک صالح

۸ ذی الحجہ ۶۳۷ھ میں اس کی سلطنت کی بیعت ہوئی۔ اس کے بعد امیر مونس
کو جزیرہ سے معزول کر کے مصر میں طلب کیا۔ اس کو خطرہ ہوا اور اس نے صلیبیوں کے
پاس پناہ لی۔ والی دمشق اسماعیل۔ امیر حمص ابراہیم اور حاکم کرک بھی
اس کے ساتھ مل گئے۔ اور سب نے شفق ہو کر شکر کشی کی۔ لوئس نہم فرانسیسی بادشاہ
بھی ان کے ساتھ آکر شریک ہو گیا۔ ۲۲ صفر ۶۴۲ھ میں میاط کو لے لیا۔ پھر
فارسکو کی طرف بڑھے۔ ملک صالح بیمار تھا مگر ۱۴ مہینے تک مقابلہ میں جارا رہا۔
آخر اسی سال ۴ شعبان کو انتقال کر گیا۔ اس کی بیوی شجرۃ الدرد نے اس کی موت
کو مخفی رکھا۔ یہاں تک کہ اس کا بیٹا ملک معظم تورانشاہ حصن کیفاسے آکر تخت نشین
ہوا۔ اس نے صلیبیوں کو سخت شکست دے کر نکال دیا۔

قاضی عبدالدین

ملک صالح کے زمانہ میں علامہ عبدالدین بن عبدالسلام مصر میں آئے۔ پہلے یہ دمشق
میں قاضی تھے۔ وہاں کے امیر اسماعیل نے جب صلیبیوں کو صیدا اور قلعہ شقیق دینے
وعدہ کر کے اپنے ساتھ ملایا اس وقت انھوں نے اعلان کرایا کہ خطبوں میں سے
اسماعیل کا نام نکال دیا جائے۔ وہ یہ سن کر نہایت غضبناک ہوا۔ اس لیے یہ دمشق
چھوڑ کر مصر کی طرف چلے۔ چونکہ نہایت محترم تھے اس لیے امرار اور اعیان شہر

روکنے کی کوشش کی۔ اور کہا کہ ہم اسماعیل کو راضی کر لیں گے آپ ہمارے ساتھ چل کر صرف اس کی دست بوسی کر لیجئے۔ فرمایا کہ میں تو اس پر بھی راضی نہیں ہوں کہ تمہارا امیر میری دست بوسی کرے چہ جائیکہ میں خود اس کا ہاتھ چوموں۔ اللہ کا شکر ہو جس نے اس آفت سے مجھ کو پناہ میں رکھا ہے جس میں تم لوگ مبتلا ہو۔ جاؤ۔ تم دوسرے عالم میں ہو۔ میں دوسرے عالم میں ہوں۔ جب مصر پہنچے تو ملک صالح نے تکریم کی اور قصار کا عہدہ دیا۔

اس زمانہ میں سلطانی حاجب امیر فخر الدین نے جس کے ہاتھ میں سلطنت کی باگ تھی ایک مسجد کے دروازہ پر بالاحانہ بنایا تھا جس پر نوبت بجائی جاتی تھی۔ قاضی موصوف نے جب اس کو دیکھا تو فوراً توڑنے کا حکم دیا اور امیر فخر الدین کے ناقابل شہادت ہونے کا اعلان کر دیا۔ اور یہ خیال کر کے کہ اس کی مخالفت میں اپنے منصبی فرائض ادا نہ کر سکوں گا استعفاء کر عدالت سے چلے آئے۔ ملک صالح نے خود جا کر اس بالاحانہ کو گروا دیا اور ان کو راضی کر کے دوبارہ مسند عدالت پر لایا۔ فخر الدین اور اس کے رفقاء سمجھتے تھے کہ ان کے اعلان کا ہمارے اوپر کیا اثر پڑ سکتا ہو لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ اسی درمیان میں سلطان نے بغداد کے خلیفہ مستعصم کے پاس کسی امر خاص کے متعلق سفارت بھیجی۔ سفیر نے وہاں پہنچ کر جب خلیفہ کو پیغام سنایا تو خلیفہ نے پوچھا کہ اس کو تم سے خود سلطان نے کہا تھا یا کسی اور نے؟ اس نے جواب دیا کہ امیر فخر الدین نے۔ خلیفہ نے کہا کہ عز الدین نے اس کو ساقط الاتباع کر دیا ہے اس لئے اس کی روایت ہم قبول نہیں کر سکتے۔ مجبوراً سفیر نے واپس آ کر سلطان کی زبان سے پیغام لیا اور جا کر جواب لایا۔

قاضی موصوف کے نزدیک یہ امر بھی یایہ ثبوت کو پہنچ گیا کہ مالیک بحریہ جو سلطان کے زرخرید ہیں آزاد نہیں کیئے گئے ہیں اس لئے اعلان کرایا کہ ان کے جملہ تصرفات خود مختارانہ از قسم بیع و شرا و نکاح و طلاق وغیرہ بوجہ عدم حریت ناجائز ہیں۔ اور حکم بھیجا کہ وہ سب کے سب حاضر آئیں میں ان کو فروخت کروں گا کیونکہ وہ بیت المال کی ملکیت ہیں۔

مالیک نے جب یہ سنا تو قیامت برپا ہو گئی۔ اس لئے کہ وزارت۔ امارت۔ سپہ سالاری وغیرہ سلطنت کے تمام بڑے بڑے مناصب پر وہی لوگ تھے۔ قاضی موصوف کو ان کے اجاب سمجھانے اور اس کے انجام سے ڈرانے لگے مگر انھوں نے مطلق توجہ نہ کی اور تنقید حکم شرعی پر اڑے رہے۔ نائب السلطنت نے غضبناک ہو کر کہا کہ ہم رئے زہد کے ملوک ہیں۔ قاضی کی کیا مجال ہو کہ وہ ہمارے سامنے دم مارے۔ قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اپنے ہاتھ سے اس کی گردن ماروں گا۔ یہ کہہ کر اپنے اعوان کی ایک جماعت کو ساتھ لئے ہوئے چلا۔ سب کے سب غصہ میں بھرے ہوئے اور برہنہ تلواریں ہاتھوں میں لئے ہوئے تھے جب ان کے گھر کے پاس پہنچے تو شور و سن کر ان کا لڑکا باہر نکل آیا۔ کیفیت دیکھ کر سہما ہوا اندر بھاگا اور باپ کو مطلع کیا۔ نہایت بے پرواہی سے بولے کہ تیرے باپ کا یہ رتبہ کہاں کہ اس کا خون راہ حق میں بہایا جائے اور یہ کہتے ہوئے باہر نکل آئے۔

نائب السلطنت کی نگاہ جیلان پر پڑی تو جلال حق سے کانپنے لگا۔ تلوار ہاتھ سے گر گئی اور رد کر بولا کہ یا مولانا! آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ فرمایا کہ تم لوگوں کو فروخت کروں گا۔ بولا کہ قیمت کون لے گا۔ جواب یا کہ میں۔ اور اس کو مسلمانوں کے

مصلح میں صرف کروں گا۔ چنانچہ یہی کیا۔ اور بڑی بڑی قیمتوں پر ان کو بیچ ڈالا۔
 قاضی عبدالدین کا لقب سلطان العلماء تھا۔ مصر کے مشہور اور نامور امام شیخ
 تقی الدین ابن قتیق البعدنی کو بعضوں نے ساتویں صدی کا مجدد لکھا، جو ان کے
 شاگرد تھے۔

ملک معظم

غیاث الدین تورانشاہ پسر ملک صالح نجم الدین ملک معظم کے لقب سے تخت نشین ہوا۔
 اس نے جملہ امراء کو برطرف کر کے اُن لوگوں کو مقرر کیا جو اس کے ساتھ حصن کیفا
 سے آئے تھے۔ اس وجہ سے مالیکناراض ہو گئے۔ اور دو مہینے بھی نہ گزرنے پائے
 کہ یہ محرم ۶۴۸ھ میں اس کو قتل کر ڈالا۔

شجرۃ الدر

چونکہ معظم کے کوئی بیٹا نہ تھا اس وجہ سے امراء میں اختلاف پیدا ہوا کہ کس کو
 تخت پر بیٹھائیں۔ قریب تھا کہ جنگ تک نوبت پہنچ جائے۔ شجرۃ الدر نے جو ایک
 شامی کنیز تھی اور ملک صالح نے اس کے حسن و جمال اور عقل و فہم کو دیکھ کر اپنے نکاح
 میں لے لیا تھا مالیک کا پلہ بھاری دیکھ کر ان کے سر غنہ عبدالدین ایک کو اپنے
 ساتھ متفق کر لیا۔ خود ۱ صفر ۶۴۸ھ کو تخت سلطنت پر بیٹھ گئی۔ اور اس کو اپنا
 وزیر بنا لیا۔

خلیفہ بغداد مستعصم نے عورت کی سلطنت کو جائز نہیں رکھا۔ اس وجہ سے تین مہینے

کے بعد اس کو تخت چھوڑ دینا پڑا۔ عبداللہ بن ابی بکر نے ملکہ مذکورہ کے ساتھ شادی کرنی اور خود تخت نشین ہو گیا۔ اس وقت سے ایوبی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔
شجرۃ الدرد کی ایک یادگار اب تک قائم ہے۔ یعنی مصری محل جو اسی کے عہد کے ملکہ کو بھیجا جاتا ہے۔

دولت مالیک بحریہ

۶۴۸ء سے ۸۸۴ء تک

ترکی مملوک خلیفہ معتمد اور اس کے بعد احمد بن طولون کے زمانہ سے مصر میں آگئے تھے۔ پھر عہد فاطمی میں ان کی اور کثرت ہوئی۔ مگر ان مالیک بحریہ کا مولدو منشا دوسرا تھا۔ یہ روسی ممالک شت قباق۔ قزوین۔ اور کوہ قاف کے علاقوں سے تھاماری حملوں کے زمانہ میں بھاگ کر اسلامی ملکوں میں آگئے تھے۔ لوگوں نے جا بجا لے جا کر ان کو مصر میں رخت کیا۔ ملک صالح نجم الدین ایوبی نے خرید کر ان میں سے اپنے درباری اور امراء دولت منتخب کیے۔ بڑے بڑے عہدوں پر مقرر کیا۔ اور جزیرہ روضہ کے قریب بسنے کے لئے ان کو زمین عطا کی جہاں انھوں نے عظیم الشان محلات اور قلعے تعمیر کر لئے۔

چونکہ اُس مقام پر دریائے نیل کی دو شاخیں ملی ہیں جن کی وجہ سے وہ بحر کے نام سے مشہور ہو گیا ہے۔ اس لئے یہ مالیک بحری کہلائے۔ دولت ایوبی کی کمزوری اور اپنے استیلاء کی وجہ سے آخر میں تخت سلطنت پر قابض ہو گئے۔

معز جاشنگیر

عز الدین ایک جمادی الاول ۶۴۸ھ میں تخت نشین ہوا۔ اور اپنا لقب معز جاشنگیر رکھا۔ اہل مصر ملوک ہونے کی وجہ سے اس کی حکومت سے خوش نہ تھے مگر اس نے داد و دہش سے فوج کو ہمیشہ اپنے قابو میں رکھا۔

ناصر الدین یوسف ایوبی جو دمشق پر مغلب ہو گیا تھا ملک معظم کا انتقام لینے کے لئے صلیبیوں کے ساتھ مل کر مصر پر لشکر کشی کا ارادہ رکھتا تھا۔ معز نے بھی اطلاع پا کر صلیبیوں کو کچھ نہ کر اپنے موافق کر لیا۔ ناصر الدین نے بیس ہزار فوج روانہ کی جس کو غزہ میں مصریوں نے شکست دے دی۔ اس کے بعد وہ خود ایک لشکر گراں لے کر دمشق سے آیا۔ اس کو بھی معز اور اس کے سپہ سالار فارس الدین اقطاعی نے پسپا کر دیا۔

اب اسے مجبوراً مصر کو مایک ہی کے ہاتھ میں چھوڑ دینا پڑا۔ لیکن ازراہ دشمنی ان کے ساتھ یہ معاہدہ کر لیا کہ صلیبیوں کے مقابلہ میں دونوں فریق متحد رہیں گے۔ مصالحت کے بعد قاہرہ میں پہنچ کر معز نے والی موصل کی بیٹی سے شادی کا پیغام بھیجا۔ شجرۃ الدرد نے اس شک میں اپنی نوذنیوں کے ذریعہ سے بیع الاولاد میں حمام میں اس کو قتل کر دیا۔ اس کے غلاموں نے جب سنا تو شجرۃ الدرد کو بھی مار کر فیصل کے نیچے خندق میں پھینک دیا۔

معز نے مصر قدیم میں شاطلی نیل پر ایک بڑا درہ بنوایا تھا جس پر ملکیت وقف کی تھی۔

ملک منصور نور الدین

معز کے بعد امرائے اس کے بیٹے نور الدین علی ایک کو جس کا سن ۱۵ سال تھا تخت پر بٹھایا۔ اور سیف الدین محمود قطوزی بن مودود کو جو خوارزم شاہ کا بھانجا تھا اور تاتاریوں کے خوف سے مصر میں آکر معز کا معتمد خاص بن گیا تھا تا یک مقرر کیا۔ منصور کی تخت نشینی کے دوسرے سال ۶۵۶ھ میں ہلاکو نے بغداد کو تباہ کیا جس سے مصر میں بھی خوف چھا گیا۔

قطوزی نے امراء اور علماء کو جمع کر کے کہا کہ یہ موقع اسلامی سلطنتوں کے لئے سخت خطرہ کا ہے۔ تاتاریوں نے مرکز خلافت کو غارت کر ڈالا۔ اب شام کی طرف آئے ہیں اور بالیقین مصر پر بھی حملہ آور ہوں گے۔ اس لئے اس وقت کا راز مودود اور مدبر سلطان کی ضرورت ہے۔ نہ کہ ایک نادان بچہ کی جو دن بھر غلاموں کے ساتھ بجز بکو تراڑنے کے اور کچھ نہیں جانتا۔ لوگوں نے اس کی رائے سے اتفاق کیا اور ہم ذی قعدہ ۶۵۷ھ میں منصور کو تخت سے اتار کر اسی کو بوجہ شجاع و مدبر ہونے کے مسند نشین کر دیا۔ اور مظفر لقب رکھا۔

ملک مظفر سیف الدین

ہلاکو نے دمشق اور سواحل شام کو فتح کر کے مصر کا ارادہ کیا۔ اور ملک مظفر کو لکھا کہ ملک بلا جنگ میرے حوالہ کر دو ورنہ تمہارا بھی وہی حشر ہو گا جو اہل بغداد کا^۱ مظفر ہر اس ہوا۔ مگر مصری فوجوں نے جو صلیبیوں پر سیم قوت حاصل

کر چکی تھیں ہلاکو کی دھمکی کی پروانہ کی اور لڑنے کے لئے تیار ہو گئیں۔ وہ ان کو
لے کر مقابلہ کے لئے چلا۔

اسی زمانہ میں ہلاکو کو اپنے باپ کے انتقال خبر پہنچی۔ اور وہ شام میں
مصریوں کے مقابلہ کے لئے اپنے نائب امیر کتبغا کو چھوڑ کر خود واپس چلا گیا۔
شوال ۶۵۸ھ میں عین جالوت پر فریقین میں معرکہ ہوا۔ جس میں تاتاریوں نے
سخت ہزیمت اٹھائی۔ کتبغا مارا گیا۔ اس کا بیٹا قید ہوا۔ اور مصریوں کو بہت
مال اور بے شمار ساز و سامان غنیمت میں ملا۔

منظفر نے بمیرس بندقداری کو تاتاریوں کے تعاقب میں بھیجا اور وعدہ
کیا کہ اگر تم ان کو شام کی سرحد سے نکال دو گے تو میں تم کو حلب کی ولایت
دوں گا۔ اس نے سارا شام تاتاریوں سے خالی کر لیا۔ لیکن منظفر نے وعدہ نہیں
پورا کیا اور والی موصل کے بیٹے علاء الدین کو حلب کا والی کر دیا۔

بمیرس نے جب یہ دیکھا تو مملوکوں کی ایک جماعت کو ملا کر واپسی میں قاہرہ
کے متصل موقع پاکر منظفر کو مار ڈالا۔ اس کے بعد فوراً یہ جماعت قصر سلطانی میں
پہنچی۔ وہاں فارس الدین اقطاعی نے جو منصور کا اتالیق اور مالیک کا سرغنہ
تھا پوچھا کہ پہلا دار کس نے کیا تھا؟ بمیرس نے کہا کہ میں نے۔ بولا کہ تمہیں تخت پر
بیٹھ جاؤ۔ اسی وقت اس کی مسند نشینی کا اعلان ہوا۔

ملک ظاہر بمیرس

رکن الدین بمیرس بندقداری ۱۷ ذی قعدہ ۶۵۸ھ کو تخت سلطنت پر بیٹھا۔

بہار الدین کو وزیر اور سیلی ملک کو خزانچی مقرر کیا۔ ملک مظفر کے جتنے لوگ تھے ان کی دجوئی کی اور منصب پر بحال رکھا۔

خلافت عباسی

بغداد کی تباہی اور خلیفہ مستعصم کے قتل کے بعد ۶۵۹ھ میں عباسی خاندان کا ایک شخص ابو القاسم احمد جو اپنے آپ کو ظاہر باہر اللہ خلیفہ بغداد کا بیٹا کہتا تھا مصر کی طرف پہونچا۔ میرسنے اس کا شانہ استقبال کیا اور بڑے تزک و احتشام کے ساتھ اس کو قاہرہ میں لے گیا۔

چونکہ مستعصم کے بعد سے ساڑھے تین سال سے منصب خلافت خالی تھا اس لئے چاہا کہ پھر اس کو قائم کرے۔ علماء اور قضاۃ کو جمع کیا۔ احمد مذکور کا نائب ثابت کرنے کے بعد مستعصر کے لقب سے اس کو خلیفہ بنایا۔ اور سب بیعت لی۔ اس وقت سے عباسی خلافت قاہرہ میں آگئی۔

فتوحات

ملک کے اندرونی انتظامات کی طرف سے جب اس کو اطمینان ہو گیا اس وقت لشکر تیار کر کے صلیبیوں کے مقابلہ کے لئے بڑھا۔ پورے دو سال ۶۶۳-۶۶۴ھ تک لڑتا رہا۔ اور شام کے ایک ایک شہر سے ان کو نکالا۔ پھر آرمینیا کو فتح کرتا ہوا ناپو تک پہونچ گیا۔ وہاں ہلاکو کا بیٹا لیگا خاں مقابلہ کے لئے آیا۔ اس کو ہزیمت دی۔ ۶۶۵ھ میں مصر آکر پھر ملکی انتظام کے ساتھ ساتھ جنگی تیاری شروع کی۔ اور ۶۶۶ھ میں فلسطین کے عینبیوں پر حملہ کیا۔ وہاں سے انطاکیہ بلکہ اس سے بھی آگے مقام مرقیہ تک فتح کرتا ہوا چلا گیا۔ ادھر سے پلٹ کر اسی سال بغداد واپس لیا۔

باطنیوں کو ہر چند ہلاک کرنے غارت کر ڈالا تھا مگر ان کا خاتمہ نہیں ہوا تھا۔
 ۶۷۰ء میں پھر ان کی شورشیں برپا ہوئیں۔ بیرس خود فوج لے کر گیا۔ ان کے قلعے
 فتح کر لئے اور سب کو تہ تیغ کر ڈالا جس کے بعد یہ جماعت ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی۔
 تاتاریوں نے پھر شام پر یورش کی۔ ان کے مقابلہ کے لئے امیر قلاوون
 کو بھیجا جس نے شکست پر شکست دے کر ان کو وہاں سے نکالا۔ بیرس امیر مذکور کی
 بہادری سے نہایت خوش ہوا۔ اور اپنے بیٹے کو اس کی بیٹی کے ساتھ بیاہ دیا
 کہ اس کا حامی رہے۔

۶۷۰ء میں امیر آق سنقر کو نوبیا کی طرف بھیجا۔ اس نے وہ سارا علاقہ
 فتح کر لیا۔

۶۷۰ء میں تاتاریوں نے اباقا خاں پسد ہلاک کی قیادت میں عراق عجم
 پر چڑھائی کی۔ بیرس مقابلہ کے لئے پہونچا۔ نہایت خون ریز جنگ ہوئی جس میں بغیر
 کے تقریباً ایک لاکھ آدمی مارے گئے۔ آخر میں تاتاری ہزیمت اٹھا کر بھاگے۔ اس کے
 بعد بیرس نے قیساریہ کا رخ کیا جو صلیبیوں کے قبضہ میں تھا اور جنھوں نے تاتاریوں کی
 آمد کی خبر یا کر مسلمانوں پر حملے شروع کر دیئے تھے۔ ان کو مغلوب کر کے شہر میں نہایت
 شان و شوکت سے داخل ہوا۔

فتح قیساریہ کے بعد دمشق میں آیا۔ وہیں بیمار ہو کر ۶۷۲ء محرم ۶۷۲ء میں فوت پائی۔
 صفات بیرس

سلطان بیرس اپنے کارناموں۔ فتوحات۔ شجاعت۔ شان و شوکت اور وسعت
 سلطنت کے لحاظ سے سلطان صلاح الدین سے کم نہ تھا۔ ایک طرف اس نے صلیبیوں کو

سخت سے سخت شکستیں دے کر بجز عکا اور طرابلس شام کے ان کے تمام مقبوضات چھین لئے
 دوسری طرف بغداد واپس لیا۔ اور تاتاریوں کو ایسی ہزیمتیں دیں کہ ان کا رخ شام
 اور مصر کی طرف سے پھیر دیا۔ اور باطنیوں کو جو مارا آستیں تھے ہمیشہ کے لئے فاکر دیا۔
 کشیدہ قامت۔ خوش رو۔ خوش وضع۔ جاہ و جلال میں بے نظیر شہسواری
 میں فرد۔ سپہمگرمی کا ایسا شائق کہ امرا و شاہزادوں اور سپاہیوں کو لے کر میدان
 میں تیر اندازی۔ شمشیر زنی۔ نیزہ بازی اور سواری کی روزانہ مشق کرتا۔ اور کبھی
 اس کی ترغیب لاتا۔ ہمہ تن عمل تھا۔ جہاد کا عاشق اور شرع کا پابند۔ تمام ناجائز مصل
 موقوف کر دیئے۔ مسکرات یک قلم اٹھا دیں۔ فواحش کا انسداد کیا۔ اور شعار دینی کا
 ہمیشہ احترام رکھا۔ اسی کے عہد سے مصر میں یہ دستور جاری ہو کہ جب محل شریف
 کعبہ کے لئے روانہ ہوتا ہو تو پہلے اس کو سائے شہر میں گشت کراتے ہیں اس کے
 آگے غلاموں کے اکھاٹے ہوتے ہیں جو جگہ جگہ ٹھہر کر نیروں اور تلواروں کے
 کرتب دکھاتے ہیں۔

۱۶۶۶ء میں وہ خود حج کے لئے گیا تھا۔ خانہ کعبہ کو عرق گیل سے اپنے ہاتھوں سے
 مل کر غسل دیا۔ اور دیبا کا غلاف چڑھایا۔ مدینہ میں دیکھا کہ لوگ قبر شریف نبوی
 کے قریب جا کر کھڑے ہو جاتے ہیں اس کو ادب کے خلاف سمجھ کر وہ مجبوراً دیا جواج
 موجود ہو۔ مسجد نبوی اس سے بیشتر جل گئی تھی۔ خلیفہ مستعصم نے اس کی تعمیر بھی
 شروع کرائی تھی لیکن اسی درمیان میں وہ تاتاریوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ پیرس نے
 اس کو مکمل کرایا۔

سناوت اور فیاضی میں بے مثل تھا۔ ہزاروں من غلہ فقرا و مسکین اور

اربابِ زوایا میں تقسیم کرتا۔ رمضان میں مبلغ سے بے شمار اہل حاجت کو کھانا دیتا۔ اور حرمین میں شرفار و مجاورین کے لئے وظائف بھیجتا۔ بیسوں کی تعمیر و تکفین کے لئے اپنی ایک خاص ملکیت وقف کر دی تھی۔

قضاۃ اربع

مصر میں علاوہ دیگر فہام عام کے کاموں کے اس نے ایک عظیم الشان جامع اور دارالعدل تعمیر کرایا۔ ہفتہ میں ایک روز خود بھی آکر قضاۃ کے ساتھ قضائے مقدمہ کے لئے بیٹھا کرتا۔

مصر اور شام میں ابتدا سے بالعموم شافعی مذہبائج تھا۔ اسی وجہ سے وہاں قاضی بھی ہمیشہ اسی مذہب کے مقرر ہوتے رہے۔ کبھی کبھی ضرورت پر وہ خود اپنی طرف سے دوسرے مذاہب کے علماء کو اپنانا سنبالتے تھے۔

فاطمیہ کے عہد میں جب شیعیت اور اسماعیلیت پھیلی اُس وقت افضل امیر مجیش کے بیٹے احمد نے اپنی وزارت ۵۲۵ھ میں چار مذاہب کے مستقل قاضی مقرر کئے۔ سلطان بن رشاشافعی۔ ابو محمد عبدالمولیٰ مالکی افضل بن ازرق اسماعیلی اور ابن ابی کامل اشاعشری۔

فاطمیہ کے انقراض کے بعد نور الدین اور صلاح الدین وغیرہ چونکہ شافعی تھے اس وجہ سے ان ممالک میں پھر اسی مذہب کے قاضی ہونے لگے۔ بیہر س کے زمانہ میں قاہرہ میں جمعہ کی نماز مذہب شافعی کے مطابق صرف ایک ہی جگہ جامع حاکی میں ہوتی تھی۔ بیہر س نے جامع ازہر میں بھی چاہا کہ جمعہ ہوا کرے۔ فاضل تاج الدین نے اجازت دینے سے انکار کیا۔ اس وجہ سے اس نے ایک

حنفی قاضی صدر الدین سلیمان کو مقرر کر کے اذن سے فتویٰ لے لیا۔ پھر مالکی قاضی شرف الدین عمر اور حنبلی شمس الدین محمد بھی مقرر کئے گئے۔ اس وقت سے ہاں تا اب تک کے قصاۃ ہونے لگے۔

امام نووی

بیرس نے جب وہ دمشق میں تھا چاہا کہ جہاد کے صرفہ کے لیے مسلمانوں سے کچھ رقم وصول کرے۔ شامی علمائے نے جواز کا فتویٰ لکھ دیا۔ علامہ محی الدین نووی بیچ مسلم کے مشہور شراح بھی بلائے گئے۔ اور ان سے بھی دستخط کرنے کی درخواست کی گئی۔ انھوں نے انکار کیا اور سلطان سے کہا کہ مجھے معلوم ہو کہ تو امیر بندہ دار کا زر خرید غلام تھا اور ایک جہ کا بھی مالک نہ تھا۔ اب اللہ نے تجھ کو سلطنت عطا فرمائی اور تو نے ہزاروں غلام خریدے ہیں جن کے سائے ساز و سامان طلائی ہیں نیز تیرے محل میں سو کینز ہیں جو زرد و جو اہر سے لدی ہوئی ہیں جب تک مجھے یہ نہ معلوم ہو جائے کہ یہ سب قیمتی چیزیں اپنے غلاموں اور کینزوں سے تو نے فوجی ضرورت کے لیے لے لی ہیں اس وقت تک میں غریب مسلمانوں کے مال لینے کا فتویٰ تیرے حق میں کیسے لکھ دوں۔

یہ سخت جواب سن کر وہ برہم ہوا۔ اور ان کے شہر بدر کرنے کا حکم دیا چنانچہ وہ اپنے وطن نوی میں چلے گئے۔ اس کے بعد علمائے جا کر سلطان سے عرض کیا کہ نووی ہماری جماعت کے پیشوا اور امام ہیں ان کو یہاں سے نکال دینا مناسب نہ تھا۔ اس پر اس نے اپنے حکم کو منسوخ کیا۔ اور ان کو دمشق میں رہنے کی اجازت دے دی۔ مگر انھوں نے کہا کہ میں اس وقت تک وہاں نہیں آ سکتا جب تک

سیرس موجود ہی۔ اس کے دوسرے ہی نمینہ سیرس کا انتقال ہو گیا۔

مورخین بالعموم امام نودی کے طرفدار ہیں۔ اور ان کے قول کو حق بجانب سمجھتے ہیں۔ لیکن جن علماء نے دستخط کئے تھے وہ سب کے سب نادان یا دنیا پرست نہ تھے۔ بیش ازین نیت کہ سلطان اگر اپنے گھر سے جہاد کے اس چنڈہ کو شہرِ دہلی نہ کرے تو قصور وار ہی لیکن جو ازیں کیا شبہ۔ کیونکہ یہ اس کا ذاتی کام نہیں ہے۔ بادشاہ اسلام کو مدافعت کفار کے لئے مال دے دینا اس سے کہیں زیادہ آسان ہے کہ وہ غلبہ کر کے جان و مال دونوں پر مسلط ہو جائیں۔ یہی وجہ تھی کہ سلطان ان سے برہم ہوا۔ ورنہ علماء کی توقیر ہمیشہ سے اس کا شیوہ تھا۔ چنانچہ اس کے آغازِ عہد میں مصر میں علامہ عز الدین بن عبد السلام کا ایسا اثر تھا کہ جو کہتے وہی ہوتا۔ اس نے کبھی ان کے خلاف دم مارنے کی جرأت نہ کی۔ اور جب وہ انتقال کر گئے تو کہا کہ آج تک شیخ فرماں روا تھا اب میری حکومت شروع ہوئی۔

ملک سعید برقعہ خاں

سیرس کے بعد اس کا بیٹا ناصر الدین برقعہ خاں سریر سلطنت پر آیا۔ اس نے اپنے باپ کے ایک زر خرید غلام بلبائی کو وزیر مقرر کیا جس کے حسن انتظام سے اہل مصر خوش تھے مگر وہ بہت جلد مر گیا۔ ملک سعید نے یہ خیال کیا کہ امرار نے قصداً اس کو ہلاک کر ڈالا ہے اس وجہ سے ان کی طرف سے بدگمان ہو گیا۔ بہت کچھ غور و تامل کے بعد آخر میں آق سنقر فاتح نوبیا کو وزارت پر بلایا۔ مگر اس سے خوش نہ ہوا۔ اس وجہ سے اسکندریہ کے برج میں گلا گھونٹ کر مار ڈالا۔ اراکینِ سلطنت

اس کے خلاف ہو گئے اور سازشیں کرنے لگے۔ اسی درمیان میں مشہور ہوا کہ شرف الدین بخرامیر دمشق نے خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ ملک سعید فوجیں لے کر پہنچا۔ وہاں معلوم ہوا کہ یہ امرامصر کا ایک فریب تھا جس کی کچھ حقیقت نہیں۔ واپس آ کر ان کو سزا دینی چاہی۔ مگر انھوں نے جہتا باندھ کر اسی کو محصور کر لیا۔ چاہتے تھے کہ قتل کر ڈالیں۔ لیکن خلیفہ حاکم یا ہرالد نے روکا۔ آخر میں انھوں نے اس کو تخت سے اتار کر قلعہ میں مقید کر دیا۔ اور اس کے بھائی سلامش کو ملک کا دل کے لقب سے سلطان بنایا۔

ملک کا دل سلامش

ربیع الاول ۵۸۵ھ میں تخت پر بیٹھا۔ اس کا بن صرف سات سال تھا۔ امیر سیف الدین قلاؤن اتابک مقرر کیا گیا۔ اس نے چھ مہینہ کے بعد اس کو تخت سے اتار کر قلعہ کرک میں بھیج دیا اور خود تخت نشین ہو گیا۔ لوگوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور ملک منصور لقب دیا۔

ملک منصور قلاؤن الفی

سیف الدین قلاؤن کو آق سنقر نے ایک ہزار دینار پر خرید کیا تھا اس وجہ سے الفی کہا جاتا تھا۔ ملک صلاح نے اس کی قابلیت دیکھ کر ۶۲۷ھ میں آزاد کر دیا۔ اس وقت سے اس نے عروج حاصل کرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ جب ۶۳۷ھ میں تخت سلطنت پر پہنچ گیا۔

حکومت پر آتے ہی اپنے اعران و انصار کو بڑے بڑے عہدوں پر مقرر کیا اور اپنے کاتب خاص فخر الدین کو وزارت کا قلمدان بخشا۔

شرف الدین بنجر والی دمشق نے اب واقعی خود مختاری کا اعلان کر دیا اور اپنا لقب ملک عادل رکھا۔ شامیوں نے بالعموم اُس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

ملک منصور نے امیر طرطوسی سپہ سالار افواج مصر کو اس فتنہ کے رفع کرنے کے لئے بھیجا۔ مقابلہ بہت سخت تھا مگر آخر میں ملک عادل گرفتار ہو گیا۔ اُس کو قاہرہ میں لائے اور سلطانی حکم سے تاریک زنداں میں قید کر دیا۔ دمشق کی امارت حسام الدین لاچین کو دی گئی۔ شہر میں ہلاکو کے دو بیٹوں نے شام پر فوج کشی کی اور دو لشکر لے کر آئے۔ ایک اباقاخان کی قیادت میں تھا اور دوسرا حمیں استی ہزار سوار تھے اسکے بھائی منجوتیمور کی۔

ملک منصور اپنی ساری فوجیں مرتب کر کے لیگیا۔ محصل بہ رجب کو صف آرا کی ہوئی۔ نہایت سخت جدال و قتال کے بعد آخر میں منجوتیمور مارا گیا۔ اباقاخان نہریت خوردہ فوج کو لئے ہوئے بھاگ کر حدان پہنچا۔ وہاں اُس کے بھائی تیکودار اوغلان نے اُس کو زہر دیکر مار ڈالا اور خود حکمران ہو گیا۔ اس کے بعد اسلام قبول کر کے اپنا نام احمد خاں رکھا۔ اس وجہ سے تعلقات مصریوں کے ساتھ برادرانہ ہو گئے اور فریقین میں باہمی موالات کا عہد نامہ لکھا گیا۔

تتاریکوں میں اسلام

تتاری اگرچہ جاہل و وحشی، سفاک اور خوں آشتام تھے مگر انہیں کچھ صفات بھی تھیں جن میں سے نمایاں تر آئین و نظام کی پابندی، صداقت، باہمی محبت اور رواداری تھی۔ ہمیشہ دوسروں کے عقائد کا احترام کرتے اور مکرو فریب سے نفرت رکھتے تھے۔ غالباً انہیں خیموں کے باعث اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لئے ان کے دلوں کو کھول دیا۔ ورنہ یہ قیمتی دولت

سب کو نہیں ملتی۔

جنگیز خاں کے ساتھی تاتاری جب اسلامی ممالک میں داخل ہوئے اور مسلمانوں سے میل جول کا انکو موقع ملا اسی وقت سے انہیں سے لوگ مسلمان ہونے شروع ہو گئے مگر جو اس دین کو اختیار کرتے وہ اپنے امراء کے خوف سے اسلامی ریاستوں کا سرکھڑے میں چلے جاتے۔

۶۸۵ء میں جب انکے بادشاہ احمد خاں مذکور نے اسلام قبول کر لیا تو بالعموم تاتاری مسلمان ہو گئے۔ یہاں تک کہ قوبیلای قاآن کے پوتے اسندہ سلطان نے بھی جو خٹاکا حکمران تھا موچینی ڈیڑھ لاکھ فوج کے اس دین کو اختیار کر لیا اور دن رات عبادت اور تلاوت میں بسر کرنے لگا۔ خاقان اعظم نے اس کو بلا کر سمجھانے اور باز رکھنے کی کوشش کی مگر اس نے ایسے جوابات دیے جن سے خود اسکی اور دین اسلام کی وقعت اُس کی دل میں بڑھ گئی اور پھر اُس نے کچھ نہ کہا چنانچہ خٹاکا کے اکثر باشندے بھی مسلمان ہو گئے۔

۶۸۸ء میں طرابلس شام کے صلیبیوں نے سر اٹھایا۔ ملک منصور نے جا کر اس کو فتح کر لیا اور پورے ۸۵ سال کے بعد ان کے تغلب سے اس اسلامی خطہ کو آزادی دلوائی۔ وہاں سے واپس آکر ۱۲ ذیقعدہ ۶۸۹ء کو قاہرہ میں انتقال کر گیا۔

ملک منصور عاقل، شجاع، مطبوع اور کم سخن تھا۔ حسن انتظام سے اس کے عہد میں رعایا کو کامل امن اور آرام نصیب رہا۔ اس کی یادگار جامع منصوروی اور ایک عظیم الشان مارستان ہے۔ اُس نے اپنے بیٹے علی کو جو شاہانہ اوصاف رکھتا تھا ولیعہد بنا کر سلطنت اور جہان بینی کے طریقے سکھائے تھے مگر وہ ۶۸۸ء میں مر گیا۔ اس غم نے موت تک اسکا ساتھ نہ چھوڑا۔

ملک اشرف خلیل

ملک منصور کے بعد اس کا بیٹا غلیل تخت پر بیٹھا۔ صلیبیوں کی حکومت صرف عکائیں رہ گئی تھی۔ ۶۶۹ء میں اس نے جا کر اُن کو دہاں سے بھی نکال دیا۔ اب کل ارض مقدس اسلامی قبضہ میں آگئی۔

۶۹۱ء میں ارمینہ کی طرف فوج کشی کی اور ارض روم کو فتح کیا۔ دہاں سے واپسی پر ۶۹۳ء میں غلاموں نے اس کو قتل کر ڈالا۔ وجہ یہ ہوئی کہ ملک اشرف اور نیز اُس کا باپ دونوں چر کسی غلاموں کے بہت قدر دان تھے۔ ہزاروں خرید ڈالے اور وہی اُن کے معتمد علیہ ہو گئے۔ مالیک سابقہ کو رشک پیدا ہوا اس وجہ سے انہوں نے اتفاق کر کے اس کو قتل کیا۔ اس سازش میں رئیس المالیک بیدرا، لاپچین نائب شام، قراسنقر والی حلب اور بہادر شیدیوں کا سردار شریک تھے۔

قتل کے بعد بیڑا کے سر پر تاج رکھا گیا لیکن چڑکیوں نے اسی روز اُس کا سر کاٹ لیا۔ اور نیزہ پر رکھ کر شہر میں تشہیر کی۔ لاپچین وغیرہ خوف سے پُش ہو گئے۔

ملک ناصر محمد بن قلاؤوں (بار اول)

چڑکیوں نے ملک اشرف کے دوسرے بھائی محمد کو تخت پر بیٹھایا۔ اس کی عمر صرف نو سال تھی۔ اس وجہ سے ملک منصور کے غلاموں میں سے زمین الدین کتبغا نے نیابتاً سلطنت کی باگ اپنے ہاتھ میں لی اور علم الدین سنقر وزیر ہوا۔ ان دونوں میں سے ہر ایک تخت سلطنت کا خواہاں تھا۔ اس باہمی کش مکش کا نتیجہ یہ ہوا کہ سنقر مارا گیا۔ اب کتبغا کے لئے راستہ صاف تھا۔ اُس نے ۹ محرم ۶۹۴ء میں ناصر کو تخت سے اتار کر قلعہ کرک میح سلاطین کی نظربندی کے لئے مخصوص تھا بھیج دیا اور خود اس پر بیٹھ گیا۔

ملک عادل کتبغا

کتبغا کا لقب ملک عادل رکھا گیا جو میرس کے بیٹے سلاش کا تھا۔ اور امیر حسام الدین لاچین جو غنچی تھا بلا کر وزیر بنایا گیا۔ اُس کے زمانہ میں مصر میں طاعون اور قحط دونوں ایک ساتھ پھیلے اور کثرت سے مخلوق تباہ ہوئی۔

۶۹۵ء میں تٹاروں کی ایک جماعت اپنے سردار طرغائی کے ساتھ جو بلا کو کے بیٹے منجو تھور کا داماد تھا مصر میں آئی۔ یہ لوگ اور اتر قبیلہ کے کفار تھے جو سلطان غازان محمود بن ارغون کے خوف سے بھاگ کر آئے تھے۔ ملک عادل نے بوجہ سہجوم ہونے کے اُن کو اپنی حمایت میں لیا۔ سواحل پر رہنے کے لئے زمین دی اور اُن کے تین سو سرداروں کو بلا کر اپنے پاس رکھا اور بڑے بڑے عہدے عطا کئے۔ امراء و دولت نے اس کو گوارا نہ کیا۔ کتبغا کو تخت سے اتار دیا۔ اور امیر لاچین کو ملک منصور کا خطاب دیکر جو اسکے آقا تھا سلطان بنالیا۔

ملک منصور لاچین

معم ۶۹۶ء میں لاچین کے ہاتھ پر امارت کی بیعت تھی۔ اس زمانہ میں آرمینہ کی طرف سے برابر اضطراب کی خبریں موصول ہوئی تھیں۔ اُس نے جاکر پورا صوبہ قابو میں کیا۔ جب واپس آیا تو چراکسہ نے بوجہ عداوت کے ۶۹۹ء میں قتل کر ڈالا اور اپنے آقا زادہ ملک صر کو جسکی عمر اب پندرہ سال ہو گئی تھی کرک کے قلعہ سے لاکر تخت پر بٹھایا۔

ملک ناصر (بار دوم)

لاچین کے حامیوں نے کوشش کی کہ اسکو قتل کر ڈالیں مگر ناکام رہے۔ ششہ میں سلطان
خاندان محمود غزنوی نے ایک فوج گراں لے کر شام پہنچ چھائی کی۔ ناصر نے جا کر اسکو شکست دی
اور نکالا۔ تاتاریوں کے حملہ کی وجہ سے آرمینیہ والوں نے بغاوت کر دی تھی اسکو فرو کرنے کے
لئے ایک خازندار اور بدر الدین بکتاش کو فوجیں دیکر روانہ کیا۔ کتبغا کو بھی جو سلطنت کو
مخلوع ہونے کے بعد حلب کی امارت پر تھسا تہہ بنانے کا حکم دیا۔ ان لوگوں نے جا کر
وہاں امن قائم کیا۔

جزیرہ ارواد میں قزنگیوں کی ایک جماعت قلعہ گیر تھی جن کا پیشہ بحری غارتگری تھا۔
ناصر نے ششہ میں بحری فوج بھیجی جسے پہونچکر وہاں قبضہ کر لیا۔

ششہ میں سلطان مغرب ابو یعقوب یوسف نے پاننگوٹے اور خیر موطائی ساز
اور بیش قیمت ہدایا کے بیجے جس سے دونوں ملکوں میں دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے بیش
کا بادشاہ ابابی بھی قسم قسم کے جانور اور تحفے لیکر حاضر ہوا اور اپنے دشمنوں کے مقابلہ کے لئے
امداد طلب کی۔ ناصر نے ایک فوج اُس کے ساتھ کر دی۔

باوجود اس عظمت کے وہ اپنے باپ کے غلاموں جانشگیر اور سلار کے استبداد سے
تنگ تھا۔ آخر نوبت یہاں تک پہونچی کہ تخت پر رہنا اُس کے لئے نامکن ہو گیا۔ اسوجہ سے ششہ
میں حج کے بہانہ سے قلعہ کرک میں بھاگ گیا اور وہاں سے مہر حکومت اور سلطنت سے
دست برداری لیکر بھجادی بہمالیک نے رکن الدین بیرس جانشگیر کو ملک مظفر کے لقب
سے تخت نشین کر دیا۔

ملک مظفر بیرس

بیرس ثانی ۲۳ سوال مشہد کو تخت پر بیٹھا۔ پہلے ازراہ مہربانی ناصر کو کرک کی امارت کا فرمان بھیج دیا جس سے وہ خوش ہوا یہاں تک کہ اس کے نام کا خطبہ کرک میں پڑھا۔ مگر اسکے بعد مظفر نے اس کے غلاموں، سواری کے گھوڑوں اور اس رقم کا بھی مطالبہ کیا جو اس کو وہاں کی اپنی ملکیت سے حاصل ہوتی تھی۔ اس سے تنگ ہو کر ناصر نے امر اشام کے پاس فریاد کی۔ انہوں نے لکھا کہ ہم حمایت کے لئے تیار ہیں۔ ناصر نے کرک میں اپنے غلام ارغون کو چھوڑا اور خود شام کی طرف گیا۔ والی شام امیر برلک جو مالیک کا سرغنہ اور مظفر کا دشمن تھا متعجب جماعت کو لیکر اس کے ساتھ مصر کی طرف چلا۔ جب یہ لوگ غزہ میں پہنچے اکثر امراء مصر نے آکر اطاعت کا اظہار کیا۔ مظفر کے لئے مقابلہ کی کوئی صورت نہ تھی اسلئے امان مانگی۔ ناصر نے اس کو قید کر دیا۔ اور ۹۷ھ میں عید کے دن تخت پر بیٹھا۔

ملک ناصر (بار سوم)

ملک میں اب کوئی حریف نہ تھا اس وجہ سے اطمینان اور سکون کے ساتھ انتظامات کی طرف توجہ کی۔ ناجائز محافل موقوف کئے۔ دارالعدل قائم کیا۔ جاجا بلی بنوائے۔ باغات لگوائے۔ قصور و محلات تعمیر کرائے۔ رصد گاہ قائم کی۔ اور وسیع مارستان بنوایا جسکے اخراجات کیلئے الملک وقف کیں۔

اس کے عہد میں شام اور مصر میں ہر زمانہ سے زیادہ عمارات، مساجد اور جوامع تعمیر ہوئیں۔ اور اب کی بار ۳۲ سال حکومت کر کے ۱۹ ذی الحجہ ۱۱۷ھ میں وفات پائی۔

ملک ناصر حلیل القدر اور بارعب تھا۔ امن و امان اور دولت کی فراوانی کی وجہ سے اس کی سلطنت کی شان و شوکت بہت بڑھ گئی تھی۔ علم کا بھی شائق تھا۔ اور قاضی القضاۃ

علامہ بدرالدین کے درس حدیث میں جا کر شریک ہوتا تھا۔ سیاسی سازشوں اور خطروں سے محفوظ رہنے کے لئے اُس نے اپنے عہد میں خلیفہ عباسی کا نام خلیوں سے نکال دیا۔

اولاد ناصر

ملک ناصر نے اپنے سب سے لائق بیٹے انوک کو سلطنت کے لئے تیار کیا تھا اور اُسی کو ولی عہد بنایا تھا۔ لیکن وہ اُس کی زندگی ہی میں ۳۳۵ھ میں وفات پا گیا۔ ناصر اُس کے غم میں گم ہوا۔ یہاں تک کہ اس کے دوسرے سال انتقال کر گیا۔

اُس نے آٹھ بیٹے چھوڑے تھے جو یکے بعد دیگرے تخت سلطنت پر آئے لیکن کچھ ایسے انقلابات رہے کہ ان میں سے کوئی زیادہ عرصہ تک نہیں رہنے پایا۔

سب سے پہلے ناصر کا بڑا بیٹا سیف الدین ابوبکر سلطان بنایا گیا۔ اور ملک منصور رابع اس کا لقب رکھا گیا۔ لیکن چالیس دن کے بعد معزول کر کے مقام قوص میں جو بالائی مصر میں ہے بھیج دیا گیا۔ وہیں ۳۳۲ھ میں مر گیا۔

اس کی جگہ علاؤ الدین کو چک ملک اشرف کے لقب سے تخت پر بٹھلایا گیا جسکی عمر صرف چھ سال تھی۔ پانچ مہینہ کے بعد یہ بھی مخلوع ہوا۔ اور شہاب الدین احمد جو کرک میں نظر بند تھا لایا گیا۔ اُس کا لقب ملک ناصر ثانی ہوا۔ ۱۲ محرم ۳۳۳ھ کو مالیک نے اُس کو معزول کر کے پھر کرک میں بھیج دیا۔ اور حماد الدین اسماعیل کو ملک صالح کے لقب سے تخت نشین کیا۔ اُس نے تین سال ڈھائی مہینے سلطنت کی اور ۴ ربیع الثانی ۳۳۶ھ کو فوت ہو گیا۔ پھر زین الدین شہان سلطان ہوا۔ اس کا لقب ملک کامل رکھا گیا۔ لیکن کامل بد تدبیری اور بد خلقی میں تھا۔ اس وجہ سے امراء نے اُس کو اتار دیا اور زین الدین

حاجی کے ہاتھ پر سیت کی۔ اور مظفر لقب رکھا۔ یہ اس سے بھی زیادہ نااہل نکلا اس وجہ سے ایک سال تین ماہ کے بعد ۳۵۷ھ میں قتل کر دیا گیا۔ اس کی جگہ حسن تخت نشین ہوا۔ اور ملک ناصر ثالث اپنا لقب رکھا۔ ۳۵۷ھ میں آوار دیا گیا۔ پھر صلاح الدین ملک صالح ثانی آیا تین سال اور ساڑھے تین مہینہ کے بعد ۳۵۸ھ میں یہ بھی نکال دیا گیا۔ اور حسن ملک ناصر ثالث دوبارہ لایا گیا۔ یہ چھ سال ۷ ماہ تخت پر رہا۔ آخر میں اپنے ملوک یلغافا صگی کے ہاتھ سے مارا گیا۔

ملک منصور خامس

حسن کے بعد اس کا بھتیجا محمد بن حاجی ملک منصور خامس تخت پر آیا۔ وسط شعبان ۳۶۲ھ میں ممالیک نے اس کو آوار دیا۔ اور اس کے چچا زاد بھائی شجاع بن حسن بن محمد بن قلاؤوں کو لائے۔

ملک اشرف ثالث

شجاع بنذ کو رکائب ملک اشرف ثالث ہوا۔ اس کے عہد میں فرنگیوں نے اسکندریہ کو لوٹ لیا۔ عورتوں اور بچوں کو بچھڑا لیا۔ ملک اشرف مدافعت کے لئے پہونچا لیکن وہ بھاگ چکے تھے۔

اس کے باپ کے ملوک یلغافا نے جو نائب سلطنت تھا ممالیک پر سختی کی جسکی وجہ سے انہوں نے اس کو مار ڈالا۔ پھر قہر سلطانی کی طرف بڑھے لیکن فوج نے ان کو روکا اور شکست دیکر تعاقب کیا۔ بہت سے مارے گئے اور بہت سے بھاگتے ہوئے دریائیں

ڈوبے۔ بقیہ شہر بدر کر دئے گئے۔

۶۷۷ھ میں ملک اشرف حج کے ارادہ سے نکلا۔ راستہ میں مالیک کے سرغنہ طشتم دروازا اور اُس کی جماعت نے چاہا کہ قتل کر دیں۔ اس لئے بھاگ کر تاہرہ واپس آیا۔ یہاں دیکھا کہ امرا نے اُس کے بیٹے علی کو ملک منصور سادس کے لقب سے سلطان بنا رکھا ہے۔ اسوجہ سے قبہ نصر میں پناہ گیر ہوا۔ مالیک نے وہیں پہنچ کر ۱۵ ذی الحجہ ۶۷۷ھ کو اسکا گلا گھونٹ دیا۔

ملک منصور سادس

علی کا سن سات سال کا تھا۔ امیر لاین اناک مقرر ہوا۔ پھر اُس کی جگہ امیر قرطائی آیا۔ آخر میں برقوق نائب سلطنت ہوا۔ یہی دولت جبراکسہ کا بانی ہے۔ سلطنت کا خیال اپنی امارت کے روز اول ہی سے اُس کے دلیں تھا۔ لیکن آفاکی و فاداری کی وجہ سے کچھ دنوں صبر سے کام لینا مناسب سمجھا۔

ملک منصور ۶۷۷ھ میں گزر گیا۔

ملک صالح حاجی

منصور کی وفات کے دن حاجی بن شعبان سلطان ہوا۔ ڈیڑھ سال کے بعد ۱۹ رمضان ۶۸۷ھ کو برقوق اُس کو تخت سے اتار کر خود اُس پر بیٹھ گیا۔

ملک صالح دولت مالیک بحری کا آخری سلطان تھا۔

دولتِ ممالیک چرکیسہ (برجیہ) ۹۲۳ھ تک

ان ممالیک کا اصل مولد و نشا چرکس یا کرغز ہے جو نواری سیبریہ اور بحیرہ بیکال کی طرف واقع ہے چھٹی صدی عیسوی میں ان کے آبا و اجداد بالائی ایشیا کی طرف آئے اور بحر قزوین کے سواہل پر سکونت گزریں ہو گئے۔ انہیں کی اولاد کو ممالیک بحر یہ میں سے منصور اور اشرف نے کثرت کے ساتھ خریدا۔ چونکہ دماغی اور جسمانی دونوں لحاظ سے یہ لوگ یہ نسبت سابقہ ممالیک کے بہتر تھے اس لئے قطعوں کی حفاظت اور فوجی امارت وغیرہ ان کے سپرد ہوئی اور محلِ سلطانی کے امور بھی ان کے ہاتھ میں آ گئے۔

جب ان کی قوت اور تعداد بڑھ گئی اور ملک کی سیاست میں ان کا عنصر غالب ہو گیا اس وقت ان کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ کرسیِ سلطنت پر جلوس فرمائیں۔ چنانچہ برقوق نے صالح کو اتار کر خود تخت پر قبضہ کر لیا۔

برقوق کا باپ انس قبیلہ کسا کا تھا۔ کرکیشیا سے ایک تاجر اسکو قرم میں لیکیا وہاں ایک مسلمان عثمان نامی نے خریدا۔ اور ۶۲۰ھ میں مصر میں لا کر امیر یلبغا کے ہاتھ بیچ دیا۔ اس نے اپنے غلاموں میں شامل کر لیا۔ اُس کے بیٹے برقوق میں حسن و جمال، ذہن و ذکا، عقل و فہم اور رعب و ہیبت کے آثار تھے۔ اسوجہ سے یلبغا نے اس کو بھلا خاص بنایا۔ برقوق نے علم و ادب بھی حاصل کیا اور علوم اسلامیہ میں اچھی مہارت پیدا کر لی جسکے باعث اسکا وقار بہت بڑھ گیا۔ یلبغا نے اُس کو شیخ کہنا شروع کیا اور امارت کا عہدہ دیا۔ جب یلبغا مخالفین کے ہاتھوں سے مارا گیا اسوقت برقوق اور ایک دوسرا مملوک امیر رہ کر دونوں قید خانہ میں تھے۔ وہاں سے آزادی پا کر امیر منجک والی دمشق کے پاس پہنچے اور اُس کی فوج میں داخل ہو گئے۔ ملک اشرف شعبان نے برقوق کو مصر میں بلایا۔

اور ایک ہزار سپاہیوں کا امیر بنادیا۔ اُس وقت سے سلطنت کی آرزو اُس کے دل میں بکھری ہو گئی۔ چنانچہ سخت کوشش کر کے ملک منصور کے عہد میں اتابکی کے عہدہ پر آ گیا۔ آخر میں ملک صالح کے تخت نشین ہونے پر اپنی جاعت کی مدد سے سلطنت پر تغلب کر لیا۔

ملک ظاہر برقوق

برقوق نے خلیفہ وقت سے اپنی امارت کا فرمان لکھوایا۔ قضاۃ، علماء اور امراء سی بعت لی اور مصر کے سب سے بڑے آخری سلطان رکن الدین بیرس بندقداری کا لقب ملک ظاہر اپنے لئے منتخب کیا۔

اس نے ملک کی انتظامی حالت درست کی۔ مالیک بحریہ کے عہد میں جو ناجائز رسوم اور محاصل تھے اُن کو موقوف کیا۔ اور رعایا کی اقتصادی اور اخلاقی اصلاح کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ کی۔

اس زمانہ میں تیموری حملوں سے مشرقی ممالک میں ایک ہیجان برپا تھا۔ ۷۸۳ھ میں تیمورشام کی طرف پہونچا جسکی وجہ سے مصر میں بھی اضطراب پیدا ہو گیا۔ برقوق نے فوجیں جمع کیں اور جاگرد و شام سے اُس کو روکا۔ لیکن ادھر مصر میں خلیفہ متوکل نے اس کے خول کا فتویٰ دیدیا۔ جب وہ واپس آیا تو دیکھا کہ حالت دگرگوں ہے۔ امراء اور قضاۃ سے بل کر بڑی کوشش کے بعد آخر میں خلیفہ کو قید کیا۔ اور اس کی جگہ عمر بن ابراہیم کو واثق باللہ کو لقب سے خلافت کی گدی پر بٹھایا۔ لیکن وہ شوال ۷۸۳ھ میں گزر گیا۔ اس لئے زکریا بن ابراہیم کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی۔ اُس نے مخالفت شروع کی۔ برقوق نے اُس کو بھی مغلل کر کے ۷۹۱ھ میں دوبارہ متوکل کو خلیفہ بنایا۔ اُس نے پھر اُس کی معزولی کی کوشش شروع

کی۔ چونکہ امیر الامار منطاش اور دوسرے ارکان دولت بھی خلیفہ کے ساتھ سازش میں شریک تھے اسوجے برقوق کا کچھ بس نہ چلا۔ وہ قلعہ کرک میں پیمید گیا اور حاجی بن شجبان ملک صالح دوبارہ تخت پر لایا گیا۔ مگر ایک سال بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ وہ معزول ہوا اور مہ صفر ۹۲ھ میں برقوق پھر بلا گیا۔ ابکے اُس نے ملک صالح اور اسکے حامیوں کا خاتمہ کر دیا۔

۹۳ھ میں قرا یوسف والی فارس نے تبریز کو بطور نذر پیش کیا۔ برقوق نے اُسکو لئے غلعت بھیجا۔ اور فرمان لکھا کہ سلطنت مصر کی طرف سے تبریز اور اس تمام علاقہ کی امارت تمکو دیکھتی ہے جو فتح کر سکو۔ اسی درمیان میں ادھر تیمور کا گزر ہوا۔ قرا یوسف مع اپنے ایک حلیف احمد بن اولس کے بھاگا۔ اور قیصر قسطنطنیہ منوئل کے پاس پناہ لینی چاہی۔ اُس نے انکار کیا کیونکہ وہ ایک جدید طاقت یعنی دولت عثمانیہ سے جسکی صبح سعادت طلوع ہو رہی تھی۔ لرزاں تھا۔ اس لئے وہ دونوں مصر آئے۔ برقوق نے انکو غت کے ساتھ رکھا۔

۹۴ھ میں سلطان عثمانی بایزید پسر مراد نے مصر میں معاہدہ کے لئے سفیر بھیجا اور یہ بھی خواہش کی کہ خلیفہ عباسی اناطولیہ اور اُس کے مفتوحہ علاقوں کی امارت کا فرمان اُس کے نام لکھ دے۔ چنانچہ عہد نامہ اور فرمان دونوں لکھے گئے۔

اس کے بعد امیر تیمور کے قاصد پہنچے اور قرا یوسف کی حوالگی کا مطالبہ کیا۔ برقوق نے نرمی کے ساتھ اس سے انکار کیا۔ قاصدوں نے سخت کلامی کی جس پر اُن کو قتل کر دیا۔ تیمور نے برا فروختہ ہو کر شام پر حملہ کر دیا اور رہا سے حلب تک خون کے دریا بہائے مگر وہیں تک آکر رُک گیا۔

برقوق نے مصر میں افواج اور اسلحہ کی ترتیب شروع کی اور ساز و سامان درست کر کے مدافعت کے لئے تیار ہو گیا۔ لیکن ۹۵ھ میں ۱۵ اشوال کو مرگی کے دورہ میں

اچانک انتقال کر گیا۔

جامع برقوق اور مدرسہ ظاہریہ اس کی یادگاریں باقی ہیں۔ نہایت فیاض اور علم دوست تھا۔

ملک ناصر زین الدین

برقوق کا بڑا بیٹا زین الدین فرج باب کی جگہ سر سلطنت پر بیٹھا۔ تاکبک لطیش نے تم فرسانی نائب دمشق اور بیلغادالی طلب کو متفق کر کے بناد کر دی۔ ناصر نے فوج کشی کی۔ فلسطین میں فریقین کا مقابلہ ہوا جس میں باغیوں نے شکست کھائی اور انہی سزا کو پہنچی۔ ۳۳۰ھ میں تیمور ہندوستان اور ایران سے ہوتا ہوا بغداد اور ملاطیہ پر غلبہ حاصل کرنے کے بعد شام کی طرف پہنچا۔

اس زمانہ میں ایشیاد و عظیم الشان فاتحوں کی جولانگاہ بنا ہوا تھا۔ ایک تیمور گورگانی دوسرا بایزید عثمانی۔ بد قسمتی سے یہ دونوں قوتیں آپس ہی میں ٹکرائیں۔ اور ۳۳۰ھ میں تیمور نے انگورہ کو فتح کر کے بایزید کو قید کر لیا۔

مصری تیمور کی طرف سے مطمئن تھے۔ مگر اب بایزید کی شکست کے بعد ان کو پھر اضطراب لاحق ہوا۔ کیونکہ ۳۳۰ھ میں تیمور نے سلطان مصر کے پاس تحف و ہدایا کے ساتھ جن میں ایک ہندوستانی ساتھی بھی تھا یہ حکم بھیجا کہ ہماری سلطنت تسلیم کر لو۔ ناصر کو مجبوراً اس کی سیادت ماننی پڑی مگر اسی سال تیمور نے انتقال کیا۔ اس کے بعد اس کی اولاد میں تخت سلطنت کے لئے نزاع پڑ گئی جسکی وجہ سے مصری ان کے تسلط سے آزاد ہو گئے۔

۳۳۰ھ میں متوکل کے بعد اس کا بیٹا ابوالفضل مستعین بالمدخلیفہ بنایا گیا۔ وہ دل میں ناصر سے عداوت رکھتا تھا۔ اس نے امراء دولت کو جن میں سب سے مقدم شیخ محمودی تھا

اپنے ساتھ ملا لیا اور ناصر کے طلع کا اعلان کر دیا۔ ناصر نے دیکھا کہ اس کے طرفدار کم ہیں اسوجہ سے بھاگنا چاہا مگر گرفتار ہو گیا۔ خلیفہ مذکور نے تخت پر بٹھکر اس کو قتل کر دیا۔

ملک عادل مستعین باللہ

ملک عادل کے لقب سے مستعین کے ہاتھ پر ۲۵ محرم ۱۱۵۸ھ میں سلطنت کی۔ بھی بیعت ہوئی۔ اور عباسی خلیفہ کے سر پرستعم کے بعد ایک بار اور دینی دستار کے ساتھ دنیاوی سلطنت کا تاج بھی رکھا گیا۔ اس نے شیخ محمودی کو وزارتِ سیف و قلم دونوں کے عہدے دئے۔ لیکن اُس نے دیکھا کہ خلیفہ ضعیف الحقل ہے اسوجہ سے درخواست کی کہ محکو شریک سلطنت بنایا جائے۔ اُس نے اس کو بھی منظور کیا اور ملک مؤید کے لقب سے اس کو اپنا سہم قرار دیا۔ مگر یہ شرکت نہ چل سکی اور ۸ ربیع الاول ۱۱۵۸ھ میں شیخ نے اُس کو اتار کر اپنی سلطنت کا اعلان کر دیا۔

شیخ محمودی

شیخ محمودی برقوق کے غلاموں میں شجاعت اور دانائی میں ممتاز اور شہسواری میں فرد تھا۔ صاحبِ علم بھی تھا اور شروع کا پابند۔ اسوجہ سے لوگوں میں مقبول تھا۔

مستعین نے معز ولی کے بعد اس کے خلاف سازش شروع کی۔ اور اپنے ایک مخلص دوست نوروز کو جس کو شام کی ولایت دی تھی مخفی طور پر اپنا حال لکھ بھیجا اور مدد چاہی۔ اُس نے جواب دیا کہ میں لشکر لے کر آتا ہوں لیکن اس سے پہلے تم اپنے دینی اثر سے کام لو اور اُس کی معز ولی کا فتویٰ شائع کر دو۔

یہ بچہ ہوا اگر محمودی معزول ہو سکا بلکہ اُس نے خود مستعین کو خلافت کی گدی سے اتار کر اُس کے بھائی داؤد کو معتقد کے لقب سے خلیفہ بنادیا۔

محمودی نصف مزاج اور منظم تھا۔ اس کے زمانہ میں مصریوں نے آرام پایا۔ ۸۶ سال حکومت کرنے کے بعد ۹۲۴ھ کو مر گیا۔ جامع مؤید اور مدرسہ محمودی اسی نے بنائے تھے جس میں شیخ شمس بن مدبری اس زمانہ کے ممتاز محدث درس دیتے تھے۔ محمودی مورچہ اپنے بیٹے ابراہیم کے ان کے درس میں حاضر ہوتا تھا۔ اور انکا فرش بچھاتا تھا اور سند لگاتا تھا۔

احمد بن محمودی - سیف الدین تتر - محمد بن تتر

محمودی کے بعد حمالیک نے اس کے شیر خوار بچہ احمد کو تخت نشین کیا۔ اور سیف الدین تتر کو تالیق۔ اس نے شوال ۸۲۴ھ میں احمد کے سر سے تاج لے کر اپنے سر پر رکھ لیا۔ لیکن تین ہی مہینہ کے بعد گزر گیا۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا محمد سلطان ہوا۔ جبکا آتابک سیف الدین برس بائے تھا۔ سنت جاریہ کے مطابق اس نے بھی محمد کو تخت سے اتار دیا۔ حمالیک میں اختلاف پیدا ہوا اور لڑائیاں ہونے لگیں۔ برس بائے خاموش بیٹھا رہا۔ جب باہمی جنگوں میں ان کا زور ٹوٹ گیا اُس وقت بلا کسی فراحت کے تخت پر آ گیا۔

ملک اشرف برس بائے

برس بائی سیف الدین تتر کا زرخیز غلام تھا۔ ربیع الاول ۸۲۵ھ میں اس کے ہاتھ پر سلطنت کی بیعت ہوئی۔

اس کے عہد میں بحر ابک خفیف شورش کے جو ۸۲۶ھ میں شام کے والی نجاشی کی

بقاوت کی بدولت ہو گئی تھی اور فوراً رفع کردی گئی اور کوئی فتنہ برپا نہیں ہوا۔ نہ تھوڑا نہ طاعون آیا۔ اسوجہ سے تمام ملک خوشحال ہو گیا۔

حسن سیاست، تدبیر، رعب اور وقار میں اُس کا رتبہ شیخ محمودی سے فائق تر تھا۔ نہایت شجاع اور عاقل۔ مورخین لکھتے ہیں کہ آخر میں حاکم بامر اللہ کی طرح اُس نے بھی عجیب و غریب احکام دینے شروع کئے تھے۔ قاہرہ سے تمام کتے نکلوا دئے۔ عورتوں کا سر طکوں پر بلا اجازت نکلنا ممنوع کر دیا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی غسال کو بلواتا تو وہ محتسب کا اجازت نامہ سر پر رکھے بغیر شاہراہ سے نہیں گذر سکتی تھی۔

۷۸ سال ۸ ماہ حکومت کر کے ۶۰ سال کی عمر میں ۱۳ ذی حجہ ۸۸۴ھ کو انتقال کیا۔ سلاطین چراکسہ میں گل سرسبد یہی سمجھا جاتا ہے۔

ملک عزیز یوسف

برس بائے کے بعد اُس کے بیٹے جمال الدین یوسف کے ہاتھ پر بیعت ہوئی ریف الدین حقیق نائب مقرر ہوا۔ حرب دستور تین مہینہ کے بعد اُس نے یوسف کو کالکر سلطنت پر قبضہ کر لیا۔ اور ۱۹ ربیع الاول ۸۸۵ھ میں اُس کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔

ملک ظاہر حقیق

بیعت کے وقت اُس کا سن ۶۹ سال کا تھا۔ اُس کے زمانہ میں معتدل بالمدہ حلیف نے انتقال کیا جو بڑا متقی اور دیندار تھا۔ اُس کی جگہ اُس کا بھائی مشکفی بالمدہ خلیفہ ہوا۔ وہ ۸۸۵ھ میں گذر گیا۔ پھر قائم بامر اللہ خلیفہ ہوا۔ اس نے حقیق کے خلاف سازش شروع کی۔

چشمق کاسن اس وقت ۸۰ سال سے متجاوز ہو چکا تھا۔ دیکھا کہ خلیفہ کے وسائل کا میں مقابلہ نہ کر سکوں گا۔ اس وجہ سے اپنے بیٹے عثمان کو تخت پر بٹھا دیا۔ اس کے چند روز کے بعد ۳۵۵ء میں جس میں کہ سلطان محمد ثانی فاتح نے قسطنطنیہ کو فتح کیا انتقال کر گیا۔ چشمق شکس المزاج۔ درویش دوست اور غریب پرور تھا۔ اس کے زمانہ میں کثرت مساجد اور عمارات وغیرہ تعمیر ہوئیں۔ اس کے عہد میں مصر میں سخت طاعون پھیلنا تھا جس سے بہت مخلوق تباہ ہوئی۔

ملک منصور عثمان

فخر الدین عثمان ابھی تخت پر نشن ہوئے ہی نہ پایا تھا کہ خلیفہ قائم نے امراء کی ایک جماعت کے ساتھ ملکر اس کے غل کا فرمان شائع کیا چنانچہ یکم بیح الاول ۳۵۵ء میں اسکو تخت چھوڑ دینا پڑا۔ خلیفہ مذکور چاہتا تھا کہ مستعین کی طرح اپنی سلطنت قائم کرے لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ کیونکہ مالیہ کے اپنی جماعت میں سے ایک پیر کہن سال ابو نصرینال کو تخت پر بٹھا دیا۔

ملک اشرف ینال

ینال کی تخت نشینی سے بھی خلیفہ کی امیدیں ختم نہیں ہوئیں۔ وہ سمجھتا تھا کہ یہ بڑھا خنقریب مرجا لگا۔ اس کے بعد میں تخت لیلونگا۔ مگر چہ سال اس انتظار میں گزر گئے۔ آخر میں اس نے سازش شروع کی سلطان کو پتہ مل گیا۔ معزول کر کے اسکندریہ میں بھیج دیا اور اس کے بھائی یوسف کو مستنجد کے لقب سے خلافت کا منصب عطا کیا۔ ینال آٹھ سال ڈھائی مہینے سلطنت کر کے بعد ۱۵ جمادی الاول ۳۶۵ء میں گزر گیا۔

ملک مؤید احمد

ینال کی وفات کے بعد اُس کا بیٹا شہاب الدین احمد سلطان ہوا۔ یہ باپ کے وقت سے مہماتِ سلطنت میں دخل تھا۔ چونکہ امرا اس سے ناراض تھے اسوجہ سے چار مہینے کے بعد معزول کر دیا گیا۔

ملک ظاہر خوش قدم

خوش قدم نسباً یونانی تھا اور ملک ناصر کا زرخیز غلام۔ اسوجہ سے ناصری اور یونانی دونوں نسبتوں سے مشہور ہے۔ اس کے عہد میں ملک کا انتظام اچھا رہا۔ ۱۰ ربیع الاول ۸۶۲ھ کو انتقال کر گیا۔

ملک ظاہر بلبائے ملک ظاہر تر بوغا

ابوسعید بلبائے خوش قدم کے بعد سلطان ہوا لیکن ظالم اور غضبناک تھا۔ اسلئے دومینہ کے بعد نکال دیا گیا۔ اور اسی لقب کے ساتھ تر بوغا تخت پر بٹھلایا گیا۔ یہ بھی دومینہ کے بعد ۶ رجب کو مخلوع ہوا۔

ملک اشرف قایت بائے

قایت بائے جمعی کا آزاد کردہ غلام تھا۔ ۸۶۲ھ میں تر بوغا کے بعد عمان سلطنت اس کے ہاتھ میں آئی۔ اس نے دانشمندی سے مختلف جماعتوں کو قابو میں کیا۔ اور ملک کا انتظام بہت اچھا رکھا۔

اس زمانہ میں سلاطین عثمانیہ اپنی سلطنت کا دائرہ وسیع کر رہے تھے۔ ایرانیوں نے انکے خوف سے مصریوں کے ساتھ اتحاد کا معاہدہ کر رکھا تھا۔ جب عثمانیوں نے اوزوں حسن والی فارس کو شکست دیدی اسوقت قایت بائے کو خوف ہوا کہ تمام پرچلا آدرہوں کے اسلئے ایک فوج گراں اُس کے حدود پر بھیج دی جس نے ترکی سلطنت کے دوشہرہ ذنہ اور ترسوس فتح عثمانی اس وقت یورپین اقوام کے ساتھ جنگ میں مشغول ہو گئے اسوجہ سے ادرہ خیال نہ کر سکے۔ ۱۵۷۷ء میں وہاں ان کو فتوحات حاصل ہوئیں مگر اسی اثناء میں سلطان محمد فاتح کا انتقال ہو گیا۔ اور اس کے بیٹوں میں تخت سلطنت کے لئے نزاع واقع ہو گئی۔ آخری لڑائی کی شہر میں ہوئی جس میں بایزید غالب آگیا اور اسکے بھائی جم نے بھاگ کر مصر میں پناہ لی۔ قایت بائے نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر اس کو احترام کے ساتھ رکھا۔ اور حمایت کی امید دلا کر عثمانیوں پر حملے بھی شروع کر دئے۔ بایزید نے اب شام پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ لیکن اتمام حجت کیلئے سفیر بھیجا کہ اذنہ اور ترسوس سے دست بردار ہو جاؤ۔ اور جو خسارہ ہوا اس کا تادان دو۔ قایت بائے نے سفیروں کو واپس کر دیا۔ اسوجہ سے ترکی فوجوں نے بڑھکر اپنے مقامات واپس لے لئے۔

قایت بائے نے امیر ادبکی کو بھیجا۔ اُس نے پھر ان شہروں پر قبضہ کر لیا اور ہندوستان سے ایک سیاسی وفد بایزید کے پاس جا رہا تھا اس کو بھی پکڑ لیا۔ بایزید یہ سن کر غصہ میں بھر گیا۔ ۱۵۷۳ء میں اول شہر کو خود آستانہ سے فوج لے کر چلا۔ اور تہدید آمیز لہجہ میں قایت بائے کو لکھا کہ اس کشمکش سے باز آؤ ورنہ میں تمام آل عثمان کو جمع کر کے چڑھائی کرونگا اور مصر بھی فتح کرونگا۔ قایت بائے نے سلامتی اسی میں دیکھی کہ ان دونوں شہروں سے دست بردار ہو کر عثمانیوں سے صلح کر لے۔ اس کے پانچ سال کے بعد ۲۹ سال ۴ ماہ ۲۰ روز حکومت کر کے

۹۰۱ھ میں ۲۲ ذی قعدہ کو وفات پائی۔

ملک ناصر محمد بن قایت بائے (بار اول)

قایت بائے کے بعد اُس کا بیٹا محمد تخت پر بیٹھا مگر چہ میسنے کے بعد ۸ جمادی الاول ۹۰۲ھ کو اتار دیا گیا۔

ملک اشرف قانصوہ خسمایہ

قانصوہ پانسو دینار پر خرید لیا تھا اسی وجہ سے خسمایہ کے لقب سے مشہور ہوا۔ محمد کے بعد امرانے اس کو تخت پر بیٹھایا لیکن اُس نے دیکھا کہ میں سلطنت کا کام نہیں کر سکتا اس لئے دست بردار ہو گیا۔

ملک ناصر (بار دوم)

ممالیک دوبارہ محمد بن قایت بائے کو تخت پر لائے لیکن وہ سخت وحشی اور جاہل نکلا۔ ایک بار ایک نوعمر کنیز کی زندہ کھال کھینچ ڈالی اس قسم کی سختیوں سے ڈیڑھ سال کے بعد ۱۴ ربیع الاول ۹۰۳ھ کو ذبح کر دیا گیا۔

ملک ظاہر قانصوہ اشرفی

ناصر کے قتل کے دوسرے دن تخت نشین ہوا۔ ایک سال آٹھ ماہ کو بعد معزول کر دیا گیا

ملک اشرف قانصوہ جاں ملد

قاصوہ ثالث ذیقعدہ ۹۰۵ھ میں سلطان بنایا گیا۔ مہینے کے بعد ہاجادی الاول کو غلج ہوا

ملک عادل طوماں باؤل

جان بلد کے بعد قایت بائے کے غلاموں میں سے طوماں بائے کے ہاتھ پر جیت ہوئی۔
ساتھ چار مہینہ کے بعد ذیقعدہ ۹۰۶ھ میں قتل کر دیا گیا۔

ملک شرف قاصوہ غوری

یہ بھی قایت بائے کے غلاموں میں سے تھا۔ نہایت متقی اور پرہیزگار۔ اور ان تمام
سیاسی جھگڑوں سے الگ جو مالیک میں جاری تھے۔ طوماں بائے کے بعد امرانے
اسی کو منتخب کیا۔ اس نے معافی چاہی اور کہا کہ میں اس منصب کا اہل نہیں لیکن انہوں
نے اصرار کیا اور کہا کہ اہل ملک کو جو اعتماد ہمارے اوپر ہے وہ تمہاری اہلیت کیلئے کافی
ہے۔ اس لئے مجبور ہو کر بادل ناخواستہ قبول کیا۔ مگر یہ کہا کہ میرے لئے وہ دن بڑی
خوشی کا ہو گا جس دن تم لوگ اس گرفتاری سے مجھ کو آزادی کی خوشخبری دو گے اور میں تخت
چھوڑ کر اپنے اس بوریہ پر آ بیٹھوں گا۔

غوری نے رام سلطنت ہاتھ میں لیکر عدل و حسن انتظام کے ساتھ حکومت شروع کی۔
جس سے ملک میں اس سرے سے اس سرے تک امن و امان ہو گیا۔

پرتگالیوں نے اس زمانہ میں اپنے ہندوستان پر مغبوضات سے بحری ترقی شروع کر دی
تھی جس سے مہارہ ہندوستان کی تجارت بند ہو گئی تھی۔ ایک بیڑہ ان کے استیصال کیلئے
 روانہ کیا مگر اسکو بحر احمر میں فرنگیوں نے تباہ کر ڈالا۔

۹۱۸ء میں سلطان سلیم اول عثمانی کا بھائی کرکوجاؤس کے ساتھ تخت و تاج کیلئے برسرِ پیکار تھانہزیمیت اٹھانے کے بعد بھاگ کر مصر میں آیا۔ غوری نے حمایت کے لئے جنگی کشتیاں اُس کے ساتھ کر دیں کہ جا کر قسطنطنیہ فتح کرے۔ سلطان سلیم نے مشتعل ہو کر تمام پرشکر کشی کر دی۔ مصر پول نے شاہ ایران اسماعیل صفوی کے ساتھ جوڑکوں کا دشمن تھا ملکر مقابلہ کیا۔ مگر ترکوں نے دونوں کو ایک ساتھ شکست دیدی۔ غوری نے مصالحت کے لئے ایٹلی بھیجا۔ سلطان نے جواب دیا کہ اب میں تمہارے فریب میں نہیں آسکتا۔

مصری فوجیں مقابلہ کے لئے بڑھیں۔ حلب کے متصل مرج دابق میں معرکہ آرائی ہوئی۔ غوری اور اُس کے سپاہیوں نے بے مثل بہادری کا اظہار کیا۔ لیکن ترکوں کی توپوں کے سامنے انکی ساری جرأت اور دلاوری بیکار ہو گئی۔ کیونکہ وہ ابھی تک صرف نیزوں اور تلواروں سے لڑتے تھے اور توپیں ان کے پاس نہ تھیں۔

۲۵ رجب ۹۲۲ء کو مصری افواج کے میمنہ اور میسرہ کے سران سپاہ عثمانیوں کیساتھ مل گئے۔ غوری جو قلب میں تھا گھوڑے پر بھاگا۔ راستہ میں گرا اور ٹاپوں کے نیچے پڑ کر ہلاک ہو گیا۔

ملک اشرف طوماں گے باتانی

غوری قاہرہ میں اپنے بھتیجے طوماں بائے کونائب بنا کر بھیج دیا تھا۔ لوگوں نے اسی کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ سلطان سلیم فوجیں لئے ہوئے مصر کی طرف آیا۔ طوماں بائے نے شکست کھائی اور بھاگ کر اسکندریہ کی طرف چلا۔ راستہ میں ایک دیہاتی نے پکڑ لیا اور لاکر ترکوں کے حوالہ کر دیا۔

سلطان سلیم نے دس دن تک اس کو اپنے پاس رکھا اور امور ملک میں مشورے لیتا رہا۔ جب ضرورت باقی نہ رہی تو ۱۹ ربیع الاول ۹۲۳ء میں سولی پر بڑھا دیا۔ اس روز دولت چرخی ختم ہو گئی اور مصر سلطنت عثمانیہ کا ایک صوبہ ہو گیا۔

سلطان سلیم نے اسکندریہ میں ایک فوج متعین کی اور خیربک کو جو غوری کی فوج کا ایک امیر تھا مصر کا والی مقرر کر دیا۔ پھر متوکل سے جو اس وقت خلیفہ تھا خلافت کا منصب بھی لے لیا۔ اور اس کو اپنے ساتھ آستانہ لیتا گیا۔ یہی سب سے آخری عباسی خلیفہ تھا جس سے عثمانیوں کو خلافت مل گئی۔

گو میں عہد تاریخ اسلام یعنی خلافت کے ساتھ ساتھ چل رہا ہوں لیکن اس موقع پر میرا جی یہ چاہتا تھا کہ عثمانی اور عدویوی خاندانوں کے حالات بھی لکھ کر شامل کر دیتا کہ مصر کی تاریخ آغا ز عہد سے آج تک کی مکمل ہو جاتی۔ مگر میں نے دیکھا کہ یہ تہہ بجائے خود ایک مستقل حصہ کی ضخامت چاہتا ہے اس لئے سرکوت اس ارادہ کو بھیج دیا۔

خلفاء عباسیہ مصر

(۱) مستنصر باللہ

۶۵۹ھ

سقوط بغداد کے بعد عباسی خاندان کے دو شخص وہاں سے نکل بھاگے تھے۔ ایک ابو القاسم احمد بن ظاہر بام اللہ۔ دوسرا ابو العباس احمد بن حسن بن علی بن ابوبکر بن مستر شہد باللہ۔ ابو القاسم احمد جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں رجب ۶۵۹ھ میں مصر میں پہنچا۔ ملک ظاہر بیرس بند قہاری نے اُس کے استقبال کے لئے قاہرہ کی آئین بندی کرائی۔ پھر عظیم الشان دربار کر کے امرار قضا اور علماء کو جمع کیا۔ قاضی تاج الدین نے ثبوت لینے کے بعد جب علی رؤوس الاشهاد اس کے صحیح النسب ہونے کا فیصلہ کر دیا اس وقت اسکے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی۔

اب خلیفہ کا پہلا کام یہ تھا کہ تآمریوں کے قبضے سے بغداد کو نکالے۔ بیرس نے ایک فوج گراں اُس کو دی اور خود اُس کے ساتھ دمشق تک آیا۔

ابو العباس احمد حلب میں خلیفہ بنایا گیا تھا مشرق میں اس نے بھی اگر مستنصر کی اطاعت قبول کر لی اور اس کے ساتھ شامل ہو گیا۔ دیگر امراء شام و حلب بھی اس جہاد میں شریک ہوئے۔ بیرس نے دس لاکھ دینار کے صرفہ سے سارا ساز و سامان درست کر کے اُن کو روانہ کیا۔ ۳ محرم ۶۶۰ھ میں مقام بیت سے آگے بڑھ کر تآمریوں سے مقابلہ ہوا۔ انہوں نے شکست دیدی۔ بہت سے مسلمان مقتول ہوئے۔ اور غالباً مستنصر بھی مارا گیا کیونکہ اس دن سے اس کا

کچھ پتہ نہ ملا۔ اُس کی خلافت چہ مبینہ سے بھی کم رہی۔

(۲) حاکم بامر اللہ اول

۳۶۶ء سے ۳۷۷ء تک

مستنصر کے بعد حلبی خلیفہ ابو العباس احمد مصر میں بلایا گیا۔ اور ۸ محرم ۳۷۷ء کو اُس کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی۔ سلطان بیرس نے اپنے قصر کبیر میں ایک محل اس کی سکونت کے لئے نامزد فرمایا۔ اور اُسکی کل ضروریات کا انتظام کر دیا۔

حاکم ۴۱ سال تک اس منصب پر قائم رہا اور ۳۷۷ء میں یوم جمعہ ۱۲ جمادی الاول کو سلطان محمد بن قلاؤون کے عہد میں انتقال کر گیا۔ سیدہ نفیسہ کے مزار کے متصل دفن ہوا۔ تمام اہل اور اعیان دولت جنازہ میں ازراہ ادب ننگے پاؤں شریک تھے۔

(۳) مستکفی باللہ اول

۳۷۷ء سے ۳۸۷ء تک

ابو البریج سلیمان بن حاکم اپنے باپ کا نامزد کردہ ولیعہد تھا۔ اس کے عہد میں ۳۷۷ء میں تمارسی بادشاہ خوبندہ نے رقص اختیار کیا اور اپنے تمام قلم و میں حکم بھیج دیا کہ خطبوں میں سے خلفاء ثلاثہ کے نام نکال دئے جائیں۔ اس کی وجہ سے سخت شورش برپا ہوئی۔ اسی آئنا میں وہ مر گیا۔ اور اسکی جگہ سلطان ابو سعید آخری تمارسی بادشاہ تخت نشین ہوا جو سنی تھا۔ اس نے اس حکم کو منسوخ کر دیا۔

مصر کے ذمیوں نے وزیر کے پاس یہ درخواست دی کہ اہل ذمہ کے اوپر جو قیود ہیں

دہ اٹھادی جائیں ہم اس کے عوض میں سالانہ سات لاکھ دینار دیتے رہیں گے۔ وزیر اور سلطان کامیلاً طبع یہ تھا کہ منظور کر لیں مگر امام تقی الدین احمد ابن تیمیہ نے مخالفت کی اور کہا کہ شریعت کے احکام کسی قیمت پر فروخت نہیں ہو سکتے۔ خلیفہ نے بھی ان کی تائید کی۔ اس لئے بازار ہے۔

سلطان مصر محمد بن قلاؤن اور خلیفہ میں بہت یگانگت تھی۔ دونوں ایک ساتھ بیرونی جنگاں اور چوگاں بازی کے لئے نکلا کرتے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بھائی بھائی ہیں مگر ۷۳۳ھ میں بعض دشمنوں کی دوراندازی سے ان میں باہم رنجش پیدا ہو گئی۔ اس وجہ سے سلطان نے خلیفہ کو برج قصر میں قفل بند کر کے لوگوں کو اس سے ملنے سے روک دیا پھر ذی الحجہ ۷۳۳ھ میں اس کو قاہرہ سے معاہل و عیال اور متعلقین کے جو تقریباً سو نفوس تھے مقام قوص میں بھیج دیا۔ اور حکم دیا کہ جیلوں میں سے اس کا نام نکال دیا جائے لیکن گزارہ بڑھا دیا۔ شعبان ۷۳۴ھ میں مشکفی نے قوص ہی میں انتقال کیا۔ عمر ۵۰ سال سے زیادہ تھی۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ مشکفی فاضل، کریم الطبع، شجاع اور سپہ گری میں کامل تھا۔ ہمیشہ علما و فضلاء کے ساتھ مجالست رکھتا۔ اور سلوک کرتا۔ خط نہایت پاکیزہ لکھتا تھا۔

۴۱) واقع بالہ

۷۳۴ھ سے ۷۴۱ھ تک

حاکم بامر اللہ نے اپنے بیٹے ابو عبد اللہ محمد کو اپنا ولی عہد بنایا تھا لیکن وہ اس کی زندگی ہی میں مر گیا۔ اس وجہ سے اس کے بیٹے ابراہیم بن محمد کے نام ولایت عہد لکھ دی مگر جب دیکھا کہ اراذل کی صحبت میں بیٹھنے سے اس کی فصلیں خراب ہو گئی ہیں تو اپنے دوسرے بیٹے

مستکفی کو ولیعہد کیا۔ چنانچہ اس کے خلیفہ ہو جا رہے پراسی ابراہیم نے ملک ناصر محمد بن قلاؤون کو اس کا دشمن بنا دیا تھا۔ ۰

مستکفی مرتے وقت اپنے بیٹے احمد کے لئے خلافت کی وصیت کر گیا تھا مگر سلطان نے اس کی وصیت کی طرف التفات نہیں کیا اور ابراہیم کو واثق باللہ کا لقب دیکر خلیفہ بنا دیا۔ علماء اور قضاۃ نے بوجہ اس کے ناشائستہ افعال کے سخت مخالفت کی۔ سلطان نے اس کو مغزول تو نہیں کیا لیکن خطبوں سے اس کا نام نکلوا دیا۔ اور انتقال کے وقت وصیت کر گیا کہ مستکفی کے بیٹے احمد کو خلیفہ بنالینا۔

۵۱) حاکم بامر اللہ ثانی

۷۷۳ھ سے ۷۷۴ھ تک

محمد بن قلاؤون کی وصیت کے مطابق اس کے بیٹے سیف الدین ابوبکر نے تخت نشین ہونے کے بعد ذی الحجہ ۷۷۳ھ میں قاضی القضاہ کو بلا کر دربار عام میں واثق کو مغزول کیا اور ابوالعباس احمد بن مستکفی کو ولیعہدی کا ثبوت لینے کے بعد خلیفہ بنایا۔ چونکہ یہ دوسرے خلیفہ حاکم بامر اللہ کا ہمنام اور ہم کنیت تھا اس لئے وہی لقب بھی اس کو دیا گیا ۷۷۳ھ کے وسط میں طاعون سے ہلاک ہوا۔

۵۲) معتضد باللہ اول

۷۷۳ھ سے ۷۷۴ھ تک

ابوالفتح معتضد حاکم بامر اللہ کا بھائی تھا۔ اس کے انتقال کے بعد اس کے ہاتھ پر

خلافت کی بیعت ہوئی۔ جادی الاول ۳۷۳ھ میں گزر گیا۔ متواضع اور علم دوست تھا۔

۱۔ متوکل علی اللہ اول

۳۷۳ھ سے ۳۸۵ھ تک

ابو عبد اللہ محمد بن معتضد اپنے باپ کی وصیت کے مطابق ۳۷۳ھ میں خلیفہ ہوا۔ اس نے زمانہ بہت پایا۔

۳۷۵ھ میں اشرف کے قتل کے معاملہ میں آنا بک لایں اس سے کسی بات پر ناراض ہو گیا۔ اس وجہ سے قوص میں بھیج دیا۔ اور زکریا بن واثق کو مستعصم کا لقب دیکر خلافت کا خلعت عطا کیا۔ لیکن نہ بیعت ہوئی نہ اجہاج۔ آخر کار پندرہ روز کے بعد پھر متوکل خلافت پر بلایا گیا۔

۳۷۷ھ میں متوکل نے برق ق کے غلع کا اعلان کیا مگر اُس نے خود متوکل کو خلافت سے برطرف کر کے عمر بن ابراہیم کو خلیفہ بنا لیا۔ ۳۷۸ھ میں جب عمر گزر گیا اُس وقت امرار نے اسکو متوکل کی بیعت کا مشورہ دیا مگر وہ راضی نہ ہوا اور زکریا بن واثق کو جو آنا بک لایں کے عہد میں خلافت پر آیا تھا خلیفہ بنایا۔ اُس نے مخالفت شروع کی اسوجہ سے مجبوراً اُس کو نکال کر پھر متوکل کو بلایا۔ اُس نے خلیفہ ہوتے ہی برق ق کی مغزولی کی کوشش شروع کی اور کامیاب ہو گیا۔

رجب ۳۸۵ھ میں وفات پائی۔ کینزد کا عاشق تھا۔ زو مادہ سوا لادیں چھوڑیں جن میں سے پانچ خلیفہ ہوئے۔

(۸) مستعین باللہ شہید سے ۷۸۳ھ تک

ابوالفضل عباس بن متوکل، بانی فاتون نامی ترکی کنیز کے شکم سے تھا۔ جب ۷۸۳ھ میں ملک ناصر پیر برقوق کے عہد میں اپنے باپ کی جگہ خلیفہ ہوا جب شیخ محمودی نے ناصر کو گرفتار کیا تو مستعین نے اُس کو قتل کر کے تخت سلطنت بھی حاصل کر لیا۔

چونکہ مدت کے بعد عباسی خلیفہ کو دنیاوی اقتدار ملا تھا اس وجہ سے مسلمانوں نے اس پر شادیانے بجائے۔ لیکن یہ خوشی زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکی۔ کیونکہ شیخ محمودی نے بہت جلد اس کو خلافت اور سلطنت دونوں سے معزول کر کے قلعہ میں نظر بند کر دیا۔ اور خود سلطان ہو گیا اور خلافت کی بجیت داؤد بن متوکل کے ہاتھ پر کر لی۔ اس کے بعد مستعین کو اسکندریہ بھیج دیا۔ وہاں اُس نے بڑی ثروت پیدا کر لی اور ۷۸۳ھ میں انتقال کیا۔

(۹) معتضد باللہ ثانی

۷۸۳ھ سے ۸۴۵ھ تک

داؤد کا لقب معتضد باللہ رکھا گیا۔ اُس کی ماں کنزل نامی ترکی کنیز تھی۔ اس کی بجیت ۷۸۳ھ میں ہوئی۔ ۶۳ سال کی عمر میں ۴ ربیع الاول ۷۸۳ھ میں مر گیا۔ بادشاہ عالم داؤد فیاض تھا۔

(۱۰) مستکفی باللہ ثانی

۸۴۵ھ سے ۸۵۲ھ تک

ابوالزیح سلیمان بن متوکل، معتضد کے بعد اُس کی وصیت کے مطابق خلیفہ بنایا

گیا۔ نہایت متقی اور عبادتگزار تھا۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے اسی کے گھر میں پرورش پائی تھی کیونکہ ان کے والد اس کے تالیق تھے۔ ملک ظاہر حقیق اس کے ساتھ عقیدت اور اس کے حق حرمت کا بہت خیال رکھتا تھا۔ ۶۳ سال کی عمر میں جمعہ کے دن ۲۹ ذی الحجہ ۸۵۵ھ میں انتقال کر گیا۔ امرار و سادات جنازہ پر ٹوٹے پڑتے تھے۔ خود حقیق نے بھی کاندھا دیا۔

(۱۱) قائم بامر اللہ

۸۵۵ھ سے ۸۵۹ھ تک

ابو البقاعمرہ بن متوکل، بلا و یحسدی کے خلافت کے منصب کا مستولی بنایا گیا۔ اسی کی سازشوں کے ڈر سے حقیق نے سلطنت اپنے بیٹے عثمان کے حوالہ کر دی تھی۔ قائم نے اُس کے خلع کا اعلان کیا اور چاہا کہ مستعین کی طرح خود سلطنت پر قابض ہو جائے مگر کامیاب نہ ہو سکا اور ملک اشرفیناں تخت پر آگیا۔ اس کے خلاف بھی سازش شروع کی اس وجہ سے ۸۵۹ھ میں اسکندریہ بھیج دیا گیا۔ وہیں ۸۶۲ھ میں وفات پائی اور اپنے بھائی مستعین کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

(۱۲) مستنجد باللہ

۸۵۹ھ سے ۸۶۵ھ تک

ابو المہاسن یوسف بن متوکل، ۸۵۹ھ میں منصب خلافت پر آیا۔ اس کے زمانہ میں بڑی بادشاہ گردی رہی۔ آخر میں ملک اشرف قایت باے پر آکر سلطنت نے قرار لیا۔

ظاہر خوش قدم نے سازش کے خطرہ سے اس کو قطع میں نظر بند رکھا تھا۔ وہیں ۲۴ محرم ۸۸۴ھ میں گزر گیا۔

۱۳) متوکل علی اللہ ثانی

۸۸۴ھ سے ۹۰۳ھ تک

عبد العزیز بن یعقوب بن متوکل ۱۴ محرم ۸۸۴ھ کو خلیفہ ہوا۔ دیندار اور خوش اخلاق تھا۔ ۲ صفر ۹۰۳ھ کو وفات پائی۔

۱۴) مستمک باللہ

۹۰۳ھ سے ۹۲۰ھ تک

یعقوب بن عبد العزیز باپ کے مرنے کے بعد اس کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔ ۹۲۰ھ میں انتقال کر گیا۔

۱۵) متوکل علی اللہ ثالث

۹۲۰ھ سے ۹۲۳ھ تک

اس کا نام محمد تھا۔ مستمک کے بعد اس کی خلافت کی بیعت ہوئی۔ اس کے زمانہ میں ۹۲۳ھ میں سلطان سلیم اول عثمانی نے مصر کو فتح کیا۔

چونکہ اصولاً منصب خلافت منصب سلطنت سے بالاتر ہے اور خلیفہ کے احکام سلطان کے لئے واجب التعمیل ہوتے ہیں۔ اس لئے سلیم نے سلطنت کے ساتھ ہی خلافت بھی لی۔

اور یہ اختیار دوسروں کے ہاتھ میں رکھنا پسند نہ کیا۔
 اس وقت سے یہ نام کی خلافت بھی بنی عباس کے ہاتھ سے نکل گئی۔
 سلیم متوکل کو اپنے ساتھ آستانہ لیتا گیا۔ وہاں وظیفہ مقرر کر دیا۔ ۹۴۵ھ میں متوکل
 نے وہیں وفات پائی۔

خلافت عباسیہ

عباسی خلافت اگرچہ کل عالم اسلامی کی نمائندہ نہ تھی کیونکہ اس کا ایک حصہ اندلس
 روزاؤل سے اس کے قلمرو سے خارج رہا اور امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ رفتہ رفتہ اکثر
 اسلامی ممالک اس کے قبضہ سے نکلنے لگے۔ یہاں تک کہ دہلیم اور سلجوق نے خود اس کے مرکز
 پر قبضہ کر لیا اور ان کے زمانوں میں اس کا دنیاوی تسلط برائے نام رہ گیا لیکن پھر بھی پوجہ
 خلافت راشدہ اور نبی امیہ کے وارث ہونے کے بالعموم امت میں مرکزی حیثیت اس کو
 حاصل رہی۔ مشرق سے مغرب تک اکثر سلاطین اور ملوک اسلام خلفاء عباسیہ ہی کو جانشین
 رسول اور دنیائے اسلام کا مرکزی فرمانروا مانتے۔ انہیں سے اپنی امارتوں کا فرمان لکھواتے
 اور اپنے آپ کو ان کا نائب قرار دیکر ان کے ناموں کے خطبے پڑھتے اور اس کو اپنی سعادت
 سمجھتے تھے۔ اندلس اور مرقش کی خلافتوں نیز خلافت فاطمیہ کو بجز ان کے ماتحتوں اور ہم عقیدہ
 لوگوں کے اور کسی نے کبھی صحیح تسلیم نہیں کیا۔ اور عام طور پر امت کے نزدیک یہ خلافتیں نامقبول
 بلکہ ناجائز رہیں۔ اسوجہ سے بغداد سے خلافت عباسیہ کے زوال کو باوجود اس کے کہ اس کے
 پاس تین صوبوں سے زائد تھے خوارزم شاہی طویل و عریض سلطنت اور دیگر اسلامی ریاستوں
 کے زوال کی بہ نسبت امت نے زیادہ محسوس کیا۔ کیونکہ اس سے دنیائے اسلام کی مرکزیت

مٹ گئی تھی اور ایک عظیم اثران منصب جو روایات کے لحاظ سے دینی حیثیت اختیار کر چکا تھا امت کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ اس لئے اس کا دوبارہ قائم کرنا ضروری سمجھا گیا۔

یہ احساس عوام کی بہ نسبت علماء کو زیادہ تھا۔ اور خلافت کی تائخ کی بنا پر ان کے دلوں میں یہ بات بھی جمی ہوئی تھی کہ اس منصب کی تولیت کے مستحق عباسی ہی خاندان کے افراد ہو سکتے ہیں۔ اسی بنیاد پر ابو العباس احمد کو جو بغداد سے بھاگ کر حلب گیا تھا ماکم بامر اللہ کے لقب سے امام ابن تیمیہ کے والد بزرگوار عبدالحمیم بن تیمیہ نے خلیفہ بنایا اور سب لوگوں سے بیعت لیکر خلافت کا منصب قائم کیا۔ اور مصر میں جب ابو القاسم احمد پہنچا تو وہاں علامہ عزالدین اور قاضی تاج الدین کی کوششوں سے اُس کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی اور جو مرکزیت بغداد میں شکست ہوئی تھی قاہرہ میں نصب کی گئی۔

سلطان دیبرس بندقداری نے بھی عقیدت مندی اور نیز اس خیال سے کہ اس مرکزیت کی بدولت اس کی سلطنت کو قبولیت عامہ نصیب ہوگی اور اُس کا اقتدار بڑھ جائیگا بیعت کر لی جتنا بیعت کے بعد جمعہ کے دن خلیفہ نے خطبہ پڑھا اور سلطان مذکور کو قسم امیر المؤمنین کا لقب اور مصر و شام وغیرہ کی امارت کا فرمان عطا فرمایا۔ اُس نے خلیفہ کے لئے ایک محل مخصوص کر دیا اور کاتب، خراجچی وغیرہ متعین کر دئے۔ غلام، کینریس، خدم و حشم اور سواری کے لئے سوگھوڑے دئے۔ نیز جملہ لوازمات اور اُن کے اخراجات کا بندوبست فرمایا۔ خطبوں میں بھی اس کا نام داخل کیا اور سکوں میں بھی اور خلافت کا پورا اعزاز مرغی رکھا۔ اس میں شک نہیں کہ علماء نے نیک نیتی اور مسلمانوں کی خیر خواہی کے خیال سے اس خلافت کا احیار کیا تھا اور ان کا مقصد یہ تھا کہ امت کی وحدت اور مرکزیت قائم رہ جائے لیکن اقوام مسلمہ کا تشقت و افتراق اس حد سے گزر چکا تھا کہ اس بوسیدہ رشتہ سے جو روحانی خلافت

کی شکل میں قائم کیا گیا ان کی شیرازہ بندی ہو سکتی۔ چنانچہ سیاسی حیثیت سے یہ مفید ہونے کے بجائے خود مصر کے لئے معرنا بت ہوا۔ کیونکہ دو مستقل اختیارات ہر وقت متصادم ہو سکتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سلاطین نے تھوڑے ہی دنوں کے بعد خلیفہ کو قلعہ میں اپنی نظر کے سامنے رکھنا شروع کیا اور ان کا بن دولت کا ملنا اس سے بند کر دیا۔ اس کے بعد سکوں اور خطیوں سے بھی اس کا نام نکال ڈالا۔ اور اس کو محض ایک تبرک کی حیثیت سے رہنے دیا جو مذہبی مجالس میں شرکت کے لئے بلایا جاتا تھا۔ اس کا لقب بھی بجائے خلیفہ کے امام کر دیا اور سیاسیات میں کسی قسم کا دخل دینے سے روک دیا۔ ان میں سے جو کسی قسم کی مخالفت کا اظہار کرتا وہ یا تو غرولہ موتا یا قید مستعین باللہ نے جرات کر کے ذرا قدم آگے بڑھایا تھا اور تحت سلطنت پر پہنچ گیا تھا جس پر علانے حد سے زیادہ خوشی کا اظہار کیا۔ یہاں تک کہ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے جوش سرور میں ایک قصیدہ بھی لکھ ڈالا۔ لیکن چونکہ کوئی عصیت اس کے پاس نہ تھی اور امرا اپنی اپنی غرض کے بندے تھے اسوجہ سے وہ مجالس دن بھی تخت پر نہ رہ سکا اور قید کر دیا گیا۔

جب خود مصر میں ان کا یہ حال تھا تو دیگر سلاطین و ملوک اسلام کی نظروں میں ان کی کیا وقعت ہو سکتی تھی۔ بایزید عثمانی نے اگر سنت قدیم کے مطابق اسے اپنی امارت کا فرمان لکھوایا تو آخر میں اسی خاندان کے سلطان سلیم نے ان سے خلافت بھی چھین لی جس سے نہ صرف بنی عباس اور قریش بلکہ عرب کے ہاتھوں سے یہ منصب نکل کر عجم کے ہاتھوں میں چلا گیا۔

بے شک ایک دوسری حیثیت سے اس خلافت کی بدولت مصر کو فائدہ پہنچا یعنی اگرچہ فتح اسلامی کے بعد ہی سے علوم اسلامیہ وہاں رائج ہو گئے تھے اور ہر قرن میں اچھے اچھے علماء اور مصنفین کی کثرت رہی۔ مگر اس خلافت کے قیام سے وہاں علم اور دین کو زیادہ

عربوں کا تمدن

مترجمہ سید نذیر نیازی صاحب بی اے (جامعہ)

چند سال ہوئے ڈاکٹر جوزیف ہیل پروفیسر میونخ یونیورسٹی نے عربی تمدن پر ایک رجامع کتاب شائع کی تھی جس کا انگریزی ترجمہ برجستہ مقبول ہوا۔ دنیا کی کسی زبان میں اسلام پر ایسی مفید تصنیف موجود نہیں جس میں جدید ترین تحقیقات کی بنیاد پر تمام معلومات کو جمع کر دیا گیا ہو۔ تمام وہ حضرات جو مسلمانوں کے قدیم علمی اور عملی رہن کے مطالعہ کا شوق رکھتے ہیں اس کتاب کو اپنے لئے غیر معمولی طور سے مفید

قیمت صرف دو روپے

تاریخ فلسفہ اسلام

از ڈاکٹر سید عابد حسین ایم۔ اے پی ایچ۔ ڈی (برلین)

ہالینڈ کے مشہور فلسفی اور مشرقی تہذیب کی گرانقدر تصنیف کا براہ راست جرمن زبان سے سلیس و شگفتہ اردو ترجمہ تاریخ فلسفہ اسلام پر اردو میں پہلی قابل قدر کتاب ہے۔ قیمت صرف دو روپے۔

مکتبہ جامعہ قزوین و لبنان دہلی

تصنیف مولانا محمد اسلم صاحب جبرِ چوٹی

تاریخ الامت۔ ابتداء اسلام کی مکمل مستند سلسل اور مربوط تاریخ جو نہایت تحقیق کے ساتھ سلیس اور صاف اردو زبان میں لکھی گئی ہے اور جو ہم اپنی خوبیوں کے قومی تعلیمی نصاب میں داخل اور ملک میں مقبول ہو چکی ہے۔ اب تک اس کے چھ حصے تیار ہوئے ہیں۔

حصہ اول۔ سیرۃ الرسول	قیمت	۷
حصہ دوم۔ خلافت راشدہ	"	۷
حصہ سوم۔ خلافت بنی امیہ	"	۷
حصہ چہارم۔ خلافت عباسیہ	"	۷
حصہ پنجم۔ عباسیہ بغداد	"	۷
حصہ ششم۔ عباسیہ مصر	"	۷
تاریخ القرآن۔ قرآن مجید کے ابتدائے نزول سے آج تک کے تاریخی حالات اور مفید معلومات		۷
سیرۃ عمر بن عاصم۔ نامور صحابی فاتح مصر و اطلس کے حالات اور مجاہدانہ کارنامے		۷
تاریخ نجد۔ اردو زبان میں نجد۔ وہابیت اور آل سعود کی سب سے پہلی مستند اور صحیح تاریخ		۷
حیات حافظ۔ خواجہ حافظ شیرازی کی دلکش سوانح عمری۔ انکی شاعری پر بحث۔ اور تاریخی خلائیں		۷
حیات جامی۔ فارسی کے نامور شاعر مولانا عبدالرحمن جامی کے حالات اور انکی تصانیف پر تبصرہ		۷
الواشئہ فی الاسلام۔ فن و رفاقت میں مولانا کا بے نظیر مجتہدانہ کا زمانہ بربان عربی		۷
محبوب الارث۔ مسئلہ ہذا کی ناقابل انکار دلائل سے تردید		۷
جو اہر ملیہ۔ مولانا کی دس بے نظیر تاریخی و ملی نظموں کا مجموعہ جو درس میں داخل ہے		۷

ملنے کا پتہ۔ مکتبہ جامعہ قزوین۔ دہلی

ترقی ہو گئی۔ اور بجائے بغداد کے قاہرہ حضارۃ اسلامی کا مرکز ہو گیا۔
 سلاطین عثمانیہ خلافتِ اسلامیہ کو توروم میں لے گئے مگر علوم اسلامیہ کو مصر ہی میں چھوڑ گئے۔
 چنانچہ اب تک اُس کی یہ مرکزیت باقی ہے اور اس کے علمی احسانات کا فیض دنیائے
 اسلام میں جاری ہے۔



